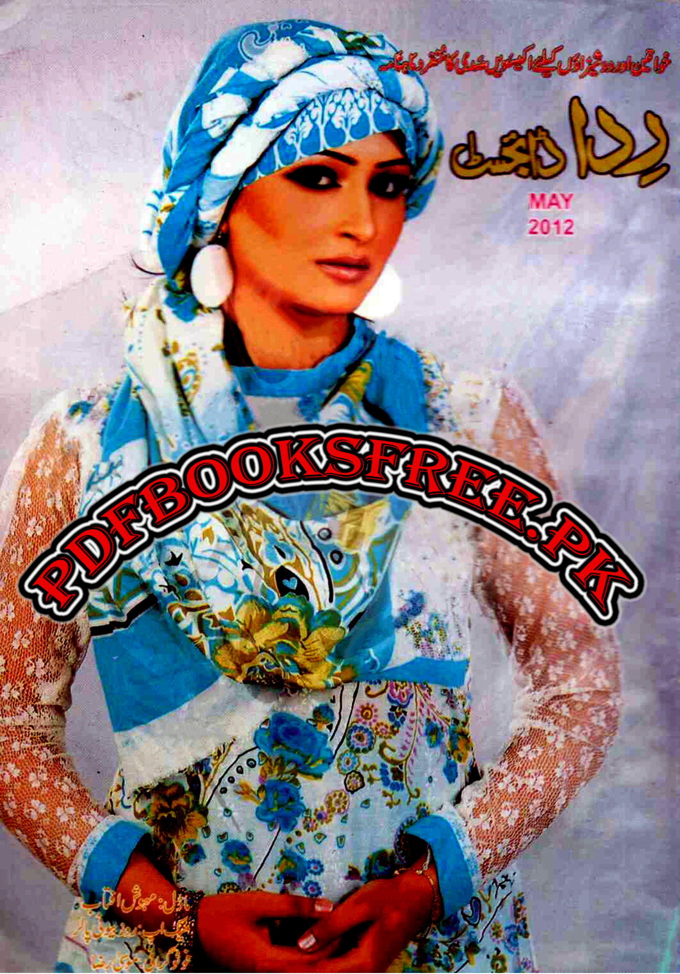

PDFBOOKSFREE.PK

گوشہ آگہی صالحہ محمود ۲۴


## سلسلے وار ناول


رگِ جاں سے جو قریب تھے صالحہ محمود ۳۰
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے شازیہ مصطفیٰ عمران ۱۰۴
اعتبارِ عشق سباس گل ۱۷۶
سانس، سڑک اور سکوت نائلہ طارق ۱۴۰


## مکمل ناول


اس دل میں بسے ہو تم انعم خان ۲۱۴
زندگی درد کے صحرا میں صنوبر فہیم ۵۰


## ناولٹ


وہی تو ہے میری زندگی عائشہ ذوالفقار ۸۴
تم جو مل گئے ہم کو رابعہ خان ۱۲۲


## افسانے


میرے ساتھی ریما نور رضوان ۱۰۰
اعتبار ہے زندگی سعدیہ عابد ۱۶۲
ذرا سی بات سائرہ اکبر ۱۶۸
دعاؤں کا ثمر ثنا خان صنعا ۱۹۴
وفا اور عورت سمیرا غزل ۲۰۸



مئی 2012ء
جلد نمبر 17 شمارہ نمبر 5
قیمت 50 روپے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری
600 روپے

34535726

پبلشر و ایڈیٹر صالحہ محمود نے سٹی پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔
مقام اشاعت: ۱۲۹/ڈی بلاک-2-پی-ای-سی-ایچ-سوسائٹی، کراچی



**انتباہ:-**
ماہنامہ "ردا" ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار کسی بھی ناول کی اشاعت پر ادارہ چوری کی ایف آئی آر درج کرا دے گا اس لئے پبلشر سے اجازت لینا ضروری ہے ادارہ "ردا پبلیکیشن"۔


## مستقل سلسلے


ردائے جنت صالحہ محمود ۲۵
ردا کی ڈائری صدف سعد ۲۱۸
ذرا پھر سے کہنا شہلا مشائق ۲۲۸
خوشبو شائستہ زاہد ۲۲۵
اس ماہ میں شائستہ زاہد ۲۲۱
سندیسے صالحہ محمود ۲۳۲
کچن ثریا اقبال ۲۳۹
سنگھار شہلا مشائق ۲۴۲
اشعار ادارہ ۲۲۰
باتیں صحت کی ادارہ ۲۳۸
دوستوں کے نام پیغام ادارہ ۲۳۶

www.pdfbooksfree.pk

## گوشۂ آپی

صالحہ محمود

شہر کراچی میں مئی کی ساعت تپش دھوپ کے بڑھتے ہوئے سائے میں شجر اور شاخ پھولوں سے بھر گئی۔ دریاؤں کی نمی خشک ہوئی تو ٹھنڈے آبشار جیسے کوزے گلیوں میں بکنے لگے۔ کھنکتی ہوئی مئی کی شامیں ٹھنڈے پہروں کے یہ خواب ہمارے دیرینہ شہر کے منظر تھے جو آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور ایک پل میں بکھر گئے۔ پرندے درختوں سے ہجرت کر گئے اب تو تتلیاں بھی گھروں کے آنگن میں نہیں اترتی ہیں، ہر طرف خس و خاک کا منظر، لہولہان سڑکیں جن سے وقفے وقفے سے بارود کی بو آتی رہتی ہے، ہواؤں میں خوشبوؤں کی وہ مہک نہیں جو کبھی موتیا اور بیلوں کے پھولوں سے آتی تھی۔ آس کی امید تناور درخت کی طرح ہے جس پہ موسموں کی رُت اور بہاروں کی رنگینی، سمندروں کی لہریں اترتی رہتی ہیں۔ زندگی کے یہ وہ منظر ہیں جو کبھی نہیں بکھرتے۔ محبت اللہ کی ذات سے جب جڑ جاتی ہے تو وہ منظر کبھی نہیں مٹتا، وہ یاد کبھی نہیں بھولتی، شاخوں پہ شجر اور پھول کھلتے ہیں، ایمان اور یقین کہ ہمارا ایمان ہے کہ ایک دن سارے منظر بدل جائیں گے، سب چہرے دھل جائیں گے، محبت جب عام ہوگی تو جھلسے ہوئے چہروں پر گلابوں کی شادابی اتر آئے گی، آنگنوں میں پھر تتلیاں اتریں گی، درختوں پر کوئل بولے گی، پرندے جو ہجرت کر گئے ہیں پلٹ کر آئیں گے، بس ذرا سی دیر باقی ہے سب کچھ آنے میں، بس ایک پل لگتا ہے آنے اور جانے میں کہ سب ہی منظر بدل جاتے ہیں۔

یہ کل ہی کی تو بات ہے کہ سیاچن گلیشیئر نے سارے منظر بدل دیئے۔ اداریہ لکھتے وقت سیاچن گلیشیئر کے سارے منظر دھندلا رہے ہیں۔ سیاچن میں برفانی تودے گرنے سے کرنل سمیت 124 فوجی جوان ملبے تلے دب گئے۔ سارے منظر سارے دکھ گلیشیئر کا وہ حسن سب دھواں دھواں سے لگنے لگے۔ بٹالین ہیڈ کوارٹر کے جوان ہفتے کی صبح چار بجے حادثے کی زد میں آئے۔ ان اہلکاروں کا تعلق ناردرن لائٹ انفنٹری سے ہے، حادثے کی خبر ملتے ہی آرمی نے ریسکیو آپریشن شروع کر دیا۔ بس اللہ اپنا رحم و کرم اپنی سرزمین پاک پر رکھے۔

منظر بدلتے ہیں وہاں ایک خوشخبری ہے کہ شائستہ زائد بھی اپنے پیا گھر چلیں تو قارئین اگلے شمارے میں انہیں بہت ساری مبارکباد دیجیے گا، وہ آپ سب سے بہت پُر امید ہیں۔ آپ کا اور ان کا محبتوں اور چاہتوں کا سفر رہا ہے اور یہ سفر بہت خوشگوار تھا۔ اچھی یادوں کے ساتھ انہیں یاد رکھیے، سندیسے میں ان کا ذکر ضرور کیجیے انہیں ہر موڑ پر آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ مئی کا شمارہ کیسا لگا سندیسہ ضرور لکھیے گا۔ (آپی)



## ردائے حق

صالحہ محمود

### حضرت عائشہؓ کا مشورہ

حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا مال تجارت شام اور مصر لے جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ عراق لے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت عائشہؓ سے مشورہ لینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو رزق کا کوئی سبب کسی طریقے پر بنا دے تو اس کو نہ چھوڑے جب تک کہ وہ خود ہی نہ بدل جائے۔ مطلب یہ کہ جس سبب سے روزی ملتی ہے اسے مت چھوڑو۔ ہاں! اگر وہ خود ہی بدل جائے مثلاً حالات سازگار نہ رہیں، مال میں نقصان ہونے لگے یا کوئی مجبوری پیش آئے تو اور بات ہے۔ (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ص 246)

### حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا خاص واقعہ

حضرت عمر بن خطابؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورہ قٓ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا۔ آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں۔

ترجمہ۔ یہ قول رسول کریم ﷺ کا ہے، شاعر کا نہیں، تم میں ایمان ہی کم ہے“۔ تو میں نے خیال کیا کہ اچھا! شاعر نہ سہی، کاہن تو ضرور ہے، ادھر آپ ﷺ کی تلاوت میں یہ آیت آئی...... ترجمہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں ہے، تم نے نصیحت ہی کم لی ہے“ اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کر لی۔ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا، اور رونگٹے رونگٹے میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔ پس یہ بھی منجملہ اسباب تھے جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے۔ (تفسیر ابن کثیر 425/5)۔

### امام بخاریؒ کا غصہ پی جانا

عبداللہ بن محمد صیادقؒ ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اندر سے آپ کی کنیز آئی اور تیزی سے نکل گئی، پاؤں کی ٹھوکر سے راستے میں رکھی ہوئی روشنائی کی شیشی الٹ گئی، امام صاحب نے ذرا غصے سے فرمایا کیسے چلتی ہے؟ کنیز بولی۔ جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلیں۔ امام صاحب یہ جواب سن کر انتہائی تحمل اور بردباری سے فرماتے ہیں۔ جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

صیادق کہتے ہیں، میں نے کہا، اس نے تو آپ کو غصہ دلانے والی بات کہی تھی، آپ نے اسے آزاد کر دیا؟ فرمایا، اس نے جو کچھ کہا اور کیا میں نے اپنی طبیعت کو اسی پر آمادہ کر لیا۔ (ترجمہ صحیح بخاری از علامہ وحید الزماں صاحب ص 13)۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ”اے ابن آدم! تجھے غصہ آئے تو اسے پی جا۔ مجھے تجھ پر غصہ آئے گا تو میں پی جاؤں گا۔



www.pdfbooksfree.pk

بعض روایتوں میں ہے اے ابن آدم! اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا' یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچا لوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو 457/1)۔

## اللہ تعالیٰ کی مومن بندے سے عجیب سرگوشی

حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا' آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں سنا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب بلائے گا اور اپنا بازو اس پر رکھ دے گا' اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا' اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا' یاد ہے! فلاں گناہ تو نے کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ یہ اقرار کرتا جائے گا' اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا' دیکھ! دنیا میں' میں نے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر 382/1)۔

## تین نجات دینے اور تین تباہ کرنے والی چیزیں

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' تین چیزیں نجات دینے والی ہیں' اور تین چیزیں تباہ کرنے والی ہیں...... نجات دینے والی تین چیزیں...... 1- اللہ سے ڈرنا خلوت و جلوت میں۔ ...... 2- حق بات کہنا خوشی و ناخوشی میں۔ ...... 3 - اور (خرچ میں) میانہ روی اختیار کرنا' مالداری اور غریبی میں ...... اور تباہ کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں...... 1- خواہش نفس کی پیروی کرنا...... 2- حرص و بخل کرنا...... 3- گھمنڈ کرنا' اور یہ تینوں میں سخت تر ہے۔ (مشکوٰۃ ص 434)۔

## وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا' مجھے بتلا وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جس کے پتے جھڑتے نہیں' نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں' جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے ...... عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں کہ وہ درخت کھجور کا ہے' لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکرؓ ' حضرت عمرؓ ہیں۔ اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ رہا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' وہ کھجور کا درخت ہے۔ جب یہاں سے آپ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اپنے والد (حضرت عمرؓ) سے یہ ذکر کیا تو آپؓ نے فرمایا' پیارے بیٹے! اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ (ابن کثیر 66/3)

## ہر کام میں اعتدال

ایک رات نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے ہوا' تو دیکھا کہ وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے پھر حضرت عمرؓ کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہ اونچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دونوں سے پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا' میں جس سے مصروف مناجات تھا وہ میری آواز سن رہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ اپنی آواز کو قدرے بلند کرو اور حضرت عمر فاروقؓ سے کہا اپنی آواز کو کچھ پست رکھو۔ (تفسیر مسجد نبوی صفحہ 798' تفسیر ابن کثیر سورۃ بنی اسرائیل آیت 110)۔



## اناج ذخیرہ کرنے کا عذاب

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ مسجد سے نکلے تو اناج پھیلا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ غلہ کہاں سے آ گیا۔ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے۔ آپ نے دعا کی یا اللہ! اس میں برکت دے لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ پر بیچنے کے لئے پہلے سے جمع کر لیا گیا تھا؟ پوچھا کس نے جمع کیا تھا؟ لوگوں نے کہا' ایک تو فروغؓ نے' اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے۔ آپؓ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں' لہٰذا جب چاہیں بیچیں۔ ہمیں اختیار ہے' آپؓ نے فرمایا' سنو! میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک کر رکھے اسے اللہ تعالیٰ مفلس کر دے گا یا جذامی۔ یہ سن کر حضرت فروغؓ فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے اللہ تعالیٰ سے۔ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہیں کروں گا' لیکن حضرت عمرؓ کے غلام نے پھر بھی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور وہ جذامی بنا پھرتا تھا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ پر بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی ۔(تفسیر ابن کثیر جلد 1 صفحہ 372)۔

## سب سے زیادہ قابل رشک بندہ

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مومن ہے جو سب بار (یعنی دنیا کے سازوسامان اور مال و عیال کے لحاظ سے بہت ہلکا پھلکا) ہو نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ اور صفت احسان کے ساتھ کرتا ہو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری اس کا شعار ہو اور یہ سب کچھ اخفا کے ساتھ اور خلوت میں کرتا ہو اور وہ چھپا ہوا اور گمنامی کی حالت میں ہو اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کئے جاتے ہوں اور اس کی روزی بھی بقدر کفاف ہو اور وہ اس پر صابر و قانع ہو' پھر رسول ﷺ نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی (جیسے کہ کسی چیز کے ہو جانے پر اظہار تعجب یا اظہار حیرت کے لئے چٹکی بجاتے ہیں) اور فرمایا جلدی آ گئی اس کو موت اور اس پر رونے والیاں بھی کم ہیں اس کا ترکہ بھی بہت تھوڑا سا ہے ۔(مسند احمدؒ جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ)...... فائدہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے دوستوں اور اللہ کے مقبول بندوں کے الوان و احوال مختلف ہیں' لیکن ان میں بہت زیادہ قابل رشک زندگی ان اہل ایمان کی ہے جن کا حال یہ ہے کہ دنیا کے سازوسامان اور مال و عیال کے لحاظ سے وہ بہت ہلکے' مگر نماز اور عبادات میں ان کا خاص حصہ ہے اور اس کے باوجود ایسے نامعروف اور گمنام کہ آتے جاتے کوئی ان کی طرف انگلی اٹھا کے نہیں کہتا کہ یہ فلاں بزرگ اور فلاں صاحب ہیں اور ان کی روزی بس بقدر کفاف ہے لیکن وہ اس پر دل سے صابر و قانع' جب موت کا وقت آیا تو ایک دم رخصت' نہ پیچھے زیادہ مال و دولت اور نہ جائیدادوں' مکانات اور باغات کی تقسیم کے جھگڑے اور نہ زیادہ ان پر رونے والیاں۔ بلاشبہ بڑی قابل رشک ہے' اللہ کے ایسے بندوں کی زندگی اور الحمدللہ اس قسم کی زندگی والوں سے ہماری یہ دنیا اب بھی خالی نہیں۔ (معارف الحدیث جلد 2 صفحہ 88)۔


www.pdfbooksfree.pk

## نماز کا اہتمام

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں' جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں ٹھیک وقت پر ادا کرے اور رکوع و خشوع پورا کرے' اس کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ کا وعدہ نہیں' اگر وہ چاہے بخش دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔ (مسند احمد' ابو داؤد)

## قرآن کی پیروی

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی' پھر اس کی اتباع کی' اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور قیامت کے دن سخت عذاب سے محفوظ رکھے گا' ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن کی پیروی کرے گا' وہ دنیا میں گم راہ اور آخرت میں بدبخت نہ ہوگا' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ جو میری ہدایت کی اتباع کرے' وہ نہ گم راہ ہوا اور نہ بدنصیب۔

## اللہ کی شکر گزاری

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے عبادت کی اجازت طلب کی اور نماز میں مشغول ہو گئے' آپؐ قیام کی حالت میں اتنا روئے کہ آنسو سینہ مبارک تک جا پہنچے' پھر رکوع میں گریہ زاری کی اور سجدے میں دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے نماز فجر کی اطلاع دی۔ میں نے پوچھا' جب اللہ نے آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے تو پھر اس اشک باری کا کیا معنیٰ؟ آپؐ نے فرمایا' کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

## دین میں آسانی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' دین آسان ہے اور کوئی دین کو سخت نہ بنائے گا مگر دین اس پر غالب آ جائے گا' لہٰذا ٹھیک رہو خوش خبریاں دو اور صبح و شام اندھیری رات کی نمازوں سے مدد لو۔ (صحیح بخاری)

## نیکی کی دعوت دینے والا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جو ہدایت کی طرف بلائے' اسے تمام عمل کرنے والوں کی طرح ثواب ملے گا اور اس کے اپنے ثواب سے کم نہ ہوگا اور جو گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا"۔ (صحیح مسلم)

## موت کے بعد

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اور ایک ساتھ رہ جاتی ہے' گھر والے' مال اور عمل ساتھ جاتے ہیں' پھر گھر والے اور مال واپس آ جاتے ہیں اور عمل ساتھ رہ جاتا ہے"۔ (صحیح مسلم)

## قابل رشک لوگ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے' ان پر اگلے پچھلے سب لوگ رشک کریں گے۔ ایک وہ شخص جو دن رات کی پانچ نمازوں کے لئے اذان دیا کرتا تھا۔ دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں کی امامت کی اور وہ اس سے راضی رہے۔ تیسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کرے"۔ (جامع ترمذی)


www.pdfbooksfree.pk

www.pdfbooksfree.pk

صالحہ محمود

قسط نمبر 5

سلسلے وار ناول

# رگِ جاں سے جو قریب تھا

موسم اچانک تبدیل ہو گیا تھا' سرد ہوائیں اچانک بارشوں کا روپ دھار چکی تھیں ' ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی ' جھٹ پٹے کا وقت تھا' وقت سے پہلے ہی اندھیرا اتر آیا تھا' درختوں پر بیٹھی ہوئی چڑیاں شور مچا رہی تھیں ۔

کئی دنوں کے بعد ولید حیدر گھر لوٹے تھے ۔ بہت خوشگوار موڈ میں انہوں نے کافی دنوں بعد ایک ساتھ شام کی چائے پی تھی ۔ دادی ابھی تک اپنے گرم لحاف میں بیٹھی تھیں ۔ پچھلے ہفتے چلتے وقت ولید حیدر اپنے خیال کا اظہار کر گئے تھے ۔ دادی کی آنکھوں میں ایک پل کیلئے سارے چراغ روشن ہو گئے تھے ۔

''دادی ! باہر تو بارش شروع ہو گئی' آپ کی کھڑکی بند کر دوں' ماموں آ گئے ہیں مجھے بلا رہے ہیں' میں جا رہی ہوں ۔ دادی ! ماموں مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں' پتہ ہے دادی ! ماموں کہہ رہے ہیں کہ جلدی سے جاؤ اور دادی کو بتاؤ کہ آج ہم چائے رومی کے ہاتھ کی بنی ہوئی پئیں گے'' ۔

''سچ ...... ماموں تمہیں اتنا پیار کرتے ہیں'' ۔

''جی دادی ! وہ کہہ رہے تھے کہ ہم رومی کے ساتھ چائے پئیں گے مگر صبا ممانی برا مان گئیں'' ۔ تو دادی کے ہاتھ سے تسبیح گر پڑی' سعیدہ سامنے آ کھڑی ہوئی تھی ۔

''ممانی ! ماموں مجھے آواز دے رہے ہیں میں چائے بنانے جا رہی ہوں'' ۔ سعیدہ کے ہاتھ کی چائے ماموں کو پسند تھی ۔ ماموں تو بے حد نفاست پسند تھے اس لئے سعیدہ کو پاک اور صاف سمجھتے تھے ۔

''غلطی کہاں ہو گئی مجھ سے ؟'' رومی تو جا چکی تھی اور دادی ماضی کی دہلیز پر جا پہنچی تھیں جہاں سامنے سعیدہ آ گئی تھی اور وہ اسی صورت سے اپنے شوہر سے روٹھ گئی تھیں کہ وہ سعیدہ کے ہاتھ کی چائے پسند کرتے ہیں ۔

''اب وقت آ گیا ہے' اب میرے گناہوں کا کفارہ اتر جائے گا'' ۔ ولید' رومی کو آتے ہوئے دیکھ کر ہنس رہے تھے ۔

''جی ماموں ! میں نے بنائی ہے چائے'' ۔ وہ ٹرالی لے کر آگے بڑھی تھی ۔

صبا نے ولید حیدر کی بیقرار نظروں کو بہت غور سے دیکھا تھا جن کی نظریں رومی کے چہرے پر بچھی جا رہی تھیں ۔

''ایسا ہو جائے جیسا میں چاہتا ہوں ۔ سعیدہ کو سوچ کر دل میں ملال آتا ہے کہ میں اسے مل جاتا ۔ دکھ مجھے اس بات کا نہیں ہے کہ سعیدہ مجھے نہیں ملی' بلکہ دکھ مجھے سعیدہ کو دیکھ کر ہوتا ہے کہ میں کیوں اسے نہ ملا ۔ چلو میرا دکھ' میرا ملال سب ڈھل جائے گا کہ رومی مجھے مل گئی'' ۔ وہ بڑی محبت پاش نظروں سے اسے دیکھے جا رہے تھے ۔

''بہت خوش فہمیاں ہیں تمہیں کہ میں اس لڑکی کو بہو بنا لوں گی' ایک غریب گھر کی لڑکی جسے کپڑے تک پہننے کا

شعور ہی نہیں، وہ میرے اشمل کی بیوی بنے گی نیور"۔ وہ بہت کاٹ دار نظروں سے رومی کو دیکھ رہی تھیں۔

"کبھی نہیں...... مام غلط کہتی ہیں میں رومی کو دھوکا نہیں دے سکتا' وہ مجھ پر ٹرسٹ کرتی ہے' کیا سوچے گی میرے بارے میں جب اسے پتہ چلے گا کہ میں نے اسے استعمال کیا ہے۔ یہ کارڈ میں نہیں کھیل سکتا۔ میں دادی کو بھی بتادوں گا وہ ضرور میری مدد کریں گی۔ رومی کو دھوکا دینا بدترین گناہ ہے میرے نزدیک"۔

"اشمل! اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو میری طرف"۔ وہ چونک گیا تھا۔

"آپ اتنی اچھی لگ رہی ہیں"۔ ولید حیدر ہنس پڑے تھے۔

"چلو جاؤ رومی! تم اور اشمل لانگ ڈرائیو پر جاؤ' دیکھو باہر موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے' انجوائے کرو جا کر"۔ صبا نے بہت گہری نظروں سے اشمل کو دیکھا تھا۔

"نو مام! میرا دل نہیں چاہ رہا"۔

"ایسا کیا ہو گیا کہ آپ کا دل نہیں چاہ رہا"۔ ولید حیدر مسلسل مسکرا رہے تھے۔

"چلو جاؤ اٹھو' بھئی تمہارا موڈ نہیں ہے لیکن رومی تو چاہ رہی ہے نا"۔ وہ پھر ہنسے تھے۔

"ماموں! رہنے دیں' اس وقت میں بھی نہیں چاہ رہی"۔ تو اشمل نے بہت گہری نظروں سے رومی کو دیکھا تھا' وہ ہنس کر اپنا رخ پھیر گئی۔

"چلو ٹھیک ہے' ہم تمہاری ماں کے ساتھ باہر گھومنے جا رہے ہیں"۔

"نو ولید نو...... میں نہیں جاؤں گی اس وقت"۔

"او کے...... تو اب جائیے گی ہمارے ساتھ رومی"۔ انہوں نے رومی کو ہنس کر دیکھا تھا۔

"ہاں ہاں بیٹے! میں تمہیں سی سائیڈ کی طرف سیر کروا کر لاتا ہوں' یہ ماں بیٹے دونوں بدذوق ہیں"۔

"ہوں...... جائیے جائیے آپ جائیے"۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر لائی تھیں۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ بڈھا خود ہی عاشق ہو رہا ہے' اشمل کو آگے کر کے پل پل مرا جا رہا ہے رومی کیلئے۔ اماں صحیح کہہ رہی تھیں کہ پچاس سالہ مرد کو اکیس سال کی لڑکی ہی پسند آتی ہے۔ کتنی محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہے ولید۔ شاید اس بار لمبے ٹور سے ولید گھر لوٹ آئے ہیں۔ چلو ہمیں کیا...... ہمیں تو اشمل کو یہاں سے باہر بھیجنا ہے"۔ ان کا ذہن مسلسل سوچ رہا تھا اور ولید' رومی کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر چلے گئے تھے۔

"دیکھو بیٹا! شروع میں ہم بہت غریب تھے۔ تمہاری ماں نے بتایا ہوگا؟ میں معمولی سا بزنس کرتا تھا۔ جدوجہد انسان کو کامیاب بناتی ہے۔ ضروری تو نہیں سارے لوگ ایک جیسے ہو جائیں' جب قسمت آواز دے تو پلٹ کر بیٹے دیکھتے ضرور ہیں۔ یہ گھر' یہ سب کچھ تمہارا ہے"۔ انہوں نے پھر اپنا رخ رومی کی طرف کیا تھا تو وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"جی ماموں' جی ماموں"۔

"پھر تم تکلف مت کیا کرو"۔ گاڑی بہت تیز رفتاری سے جا رہی تھی' انہوں نے لائٹ آن کی تھی۔

رومی کو یوں لگ رہا تھا کہ زندگی کا یہ سفر کتنا خوبصورت ہے۔ اس کا ذہن سوچ رہا تھا۔

"اماں کتنی غریب ہیں۔ یہاں تو نوکر چاکر بھی کتنا عیش کرتے ہیں۔ میں تو ایک معمولی سی لڑکی ہوں۔ دادی نے مجھے یہاں بھیج کر بہت اچھا کیا"۔ جھٹکے سے گاڑی کسی ریسٹورنٹ کے سامنے رکی تو وہ چونک کر ولید حیدر کو دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا بیٹا! آپ گھبرا سی رہی ہیں؟"



"کچھ نہیں ماموں جان!" وہ بہت زیادہ نروس ہو رہی تھی تو ولید حیدر بولے۔

"چلو پھر ٹھیک ہے' ہم لوٹ چلتے ہیں"۔ ولید حیدر نے کار کا رخ دوبارہ گھر کی طرف موڑ لیا۔

☆

زندگی کے ہنگامے ایک بار پھر اماں کے گھر میں اتر آئے تھے۔ حماد بھائی کی شادی عنقریب ہو رہی تھی۔ اماں کی سلائی اور کٹائی زوروں پر تھی۔ ماہم تو سب کچھ بھول گئی تھی۔ کون کیا ہے؟ سمعیہ باجی کی چالیں سب کچھ...... لیکن زندگی پھر پلٹ کر سامنے آ گئی تھی۔ حماد بھائی کے شادی کے کارڈ چھپ کر آ گئے تھے۔ وہ بھی بے حد خوش تھی۔ آج پھر مسٹر اور مسز کاظمی گھر آئے تھے۔ اماں بتا رہی تھیں کہ وہ اماں کیلئے سونے کے کنگن بنوا رہی ہیں۔

"اب ہم اتنے بھی گئے گزرے نہیں کہ ہم ان کو اچھی سی رنگ تو دے سکتے ہیں"۔

"دیکھ لو اماں! ہمیں تو زیرو نظر آ رہا ہے"۔ شانزہ پھر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"واقعی میں تمہیں کروڑوں کی جگہ زیرو نظر آ رہا ہے"۔

"ہاں ہاں...... واقعی زیرو نظر آ رہا ہے"۔ اماں برا مان گئی تھیں۔

"تم کچھ بولو' اماں سے بولو۔ تمہاری فیلنگز پر مجھے پورا بھروسہ ہے"۔ شانزہ کہہ رہی تھی۔

"رہنے دو یار! اماں غصہ ہو جاتی ہیں لیکن پتہ نہیں شانزہ یوں لگتا ہے کہ مسز کاظمی لومڑی ہیں جو کہ انسانوں کو نوچ رہی ہیں"۔ ماہم بولی تھی۔

"توبہ' توبہ' توبہ...... تم کتنی بھیانک باتیں کرتی ہو' مجھے تو بہت خوف آتا ہے تمہاری باتوں سے لیکن کبھی کبھی تمہاری پچھلی باتوں کو جب سوچتی ہوں تو سچ بھی لگتا ہے کہ تم بہت چالاک ہو"۔

"اچھا تو میں تمہیں چالاک لگتی ہوں تو پھر تم کس لئے مجھ سے بات کرتی ہو' مت کرو بات"۔

"تو میں کیا تم سے بات کرنے کیلئے مری جا رہی ہوں۔ جب سے تمہاری شادی ہوئی ہے تم اترانے لگی ہو"۔

"تمہیں لگتا ہوگا ایسا"۔ ماہم بولی تھی۔

"بس شروع ہو گئی لڑائی پھر' نہ تم ایک ساتھ بیٹھ سکتی ہو نہ ایک دوسرے کے بغیر رہ سکتی ہو' ماہم تم ذرا سی دیر کے لئے آتی ہو پھر شروع وہی ساری باتیں......"

"ہاں اماں! یہ مسز کاظمی کو پھر لومڑی کہہ رہی ہے"۔ شانزہ غصے سے بولی تھی۔

"شرم کرو ماہم! شادی ہونے جا رہی ہے' کارڈ چھپ چکے ہیں پھر بھی بیٹا' تمہارے دل میں خلش باقی ہے جو تمہارے دل میں آتا ہے تم بولتی رہتی ہو"۔

"سوری اماں سوری...... اب نہیں بولوں گی۔ یہ مجھے خود ہی چھیڑ رہی تھی' مجھ سے پوچھ رہی تھی"۔ ماہم بولی تھی۔

"اب تم کسی نجومی کی طرح بیٹھ گئیں حال فال نکالنے' یہ تمہاری بچپن کی عادت ہے"۔

"بس اماں! آخری بار...... اب کبھی نہیں بولوں گی میں"۔

"چپ ہو جاؤ بیٹا! اگر کسی نے اس سے کہہ دیا کہ تم ایسی ہو تو وہ تم سے نفرت کرے گی"۔

"کون کہے گا اماں؟ زوبیہ بھابی تو بہت سیدھی ہیں"۔ ماہم کا لہجہ اداس تھا۔

"یہ تمہیں لگتا ہے کہ زوبیہ بہت سیدھی ہے' جب وقت پڑے گا تو تمہیں گھر میں گھسنے نہیں دے گی"۔ ماہم' اماں کی بات پر چپ ہو گئی تھی۔

☆



www.pdfbooksfree.pk

”دیکھو اشمل! جو میں کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو‘ میں خود بات نہیں کر سکتی‘ میں نے جو کہنا تھا ولید کے ذہن میں ڈال دیا ہے“۔

”لیکن مام! میں اس لڑکی کو دھوکا نہیں دے سکتا“۔

”اوہو...... دھوکے کی بات کون کر رہا ہے۔ ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ می...... تم اس سے نکاح کر لو‘ تمہارے باپ کو اطمینان تو ہو جائے گا اس کے بعد تم باہر نکل جاؤ‘ پلٹ کر مت آنا‘ کیا کر لے گا وہ“۔ وہ بہت رازدارانہ انداز میں بولی تھیں۔

”نو مام! میں کسی صورت رومی کو دھوکا نہیں دوں گا‘ بے حد مخلص بچی لڑکی ہے‘ وہ مجھے اپنا دوست سمجھتی ہے‘ میں اس سے اپنی ہر بات شیئر کرتا ہوں“۔

”اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں ہے‘ جاؤ اس سے یہ بات شیئر کرو“۔

”نو مام نو...... کبھی نہیں۔ دادی یا پاپ مجھ سے پوچھیں گے تو میں شادی کرنے سے انکار کر دوں گا“۔

”پاگل مت بنو اشمل! میرے پلان کو تم فلاپ کر رہے ہو‘ رومی غریب بچی ہے اور سعیدہ اتنی لگژری افورڈ نہیں کر سکتی جو وہ یہاں افورڈ کر رہی ہے“۔

”مام! آفٹر آل رشتے دار ہے“۔ وہ بےزار لہجے میں بولا تھا۔

”او مائی گاڈ‘ تمہیں بھی ولید کی طرح رشتے داری کا بھوت سوار ہو گیا‘ یا اللہ! نسل کبھی بدلتی نہیں ہے“۔

”مام! آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں“۔ تبھی سامنے سے ہنستی ہوئی رومی اسے نظر آئی تھی۔

”اچھا جاؤ تم اس سے بات کرو‘ اپنی دوستی کو اس سے مضبوط کرو تاکہ وہ تم پر اعتماد کر سکے“۔

وہ ہنستی ہوئی جب ان کے پاس آئی تو ولید حیدر بھی سامنے نظر آئے تھے۔

”رومی بیٹے! آؤ آؤ اِدھر آؤ۔ دیکھو صبا! ہماری بیٹی کتنی پیاری لگ رہی ہے‘ مگر کیا ہے صبا! رات کو اسے ڈنر پر لے گیا‘ یہ بہت نروس تھی‘ میں اسے واپس لے آیا“۔

”تھوڑے کانفیڈنس کی کمی ہے اس میں“۔ صبا بولی تھیں۔

”نو نو...... ایسی کوئی بات نہیں“۔ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا جواب میں صبا بھی ہنسے جا رہی تھیں‘ البتہ اشمل بڑا سیریس دکھائی دے رہا تھا۔

”بہت خوبصورت موسم ہے“۔ ولید بولے تو صبا ان کے دل کی بات جان گئی تھی۔

”ہاں آپ کہہ تو ٹھیک رہے ہیں“۔ انہوں نے سر اٹھا کر درختوں کی طرف دیکھا تھا۔ لان میں پول سائیڈ پر پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھا اشمل بےزاری سے دیکھ رہا تھا۔

”ارے کیا ہوا بھئی‘ ہمارا بیٹا اتنا اداس اور پریشان کیوں بیٹھا ہے۔ کم آن یار“۔ ولید اس کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے تھے۔

”کتنا اچھا موسم ہے‘ پوچھ لو اپنی ماں سے“۔

”ہاں تمہارے پاپ صحیح کہہ رہے ہیں“۔ صبا مسکرائی تھیں۔ اشمل نے بہت گہری نظروں سے ماں کو دیکھا تھا۔

”بھئی اشمل! رومی ہمارے گھر کی مہمان ہے اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ مستقل طور پر یہ میری بیٹی بن کر رہے‘ اس لئے میں چاہتا ہوں تم روزانہ اس کے ساتھ آؤٹنگ کرو‘ گھومو پھرو‘ شاپنگ کرو تاکہ اس کا دل یہاں لگ جائے“۔

”پاپ! آپ اس کے دل کی فکر نہیں کریں“۔



”آ جاؤ تم میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ“۔ صبا نے کھڑی ہوئی رومی کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔

”اس سے پہلے تمہارے گھر میں کتنا سناٹا ہوتا تھا صبا! امی اپنے کمرے میں ہوتی ہیں‘ تمہاری اپنی مصروفیات ہیں میں جب بھی گھر آتا ہوں تو یوں لگتا ہے سناٹا ہی سناٹا ہے۔ اب جب سے رومی آئی ہے مجھے تھوڑی رونق سی لگ رہی ہے“۔

”یہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں“۔ صبا نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ اشمل کے اندر انگارے ہی انگارے دہک رہے تھے۔ ماں کی سوچ اور پلان پر وہ اندر سے کھول اٹھا تھا۔

”پاپ! میں یہاں نہیں رہنا چاہتا‘ میں واپس جانا چاہتا ہوں“۔

”نو مائی سن! تم اب وہاں نہیں جا سکتے‘ جونہی حذیفہ کا سمسٹر ختم ہوتا ہے میں اسے واپس بلا لوں گا۔ اب میں تنہائی سے خوفزدہ رہنے لگا ہوں“۔

”تو یہ آپ کا اور مام کا مسئلہ ہے۔ آپ لوگ خود گھر سے باہر رہے ہیں“۔

”چلو ہم کوشش کر رہے ہیں کہ واپس ہم سب اکٹھا ہو جائیں“۔ وہ ہنس کر بولے تو وہ بولا۔

ٹھیک ہے پاپ! جب حذیفہ آئے گا تو میں بھی واپس آ جاؤں گا“۔

”لیکن اب میں بھی نہیں چاہتا کہ تم واپس جاؤ‘ تمہاری دادی اور مام اکیلی رہتی ہیں اور میں ہمیشہ ملک سے باہر رہتا ہوں‘ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنا گھر بساؤ اور فیملی کے ساتھ یہاں رہو۔ میں کتنے دن زندہ رہوں گا یہ سب کچھ تمہارا ہے“۔ وہ بہت سیریس موڈ میں بولے تھے۔

”اشمل! تمہارے پاپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں‘ اب تمہیں شادی کر لینی چاہیے“۔ پہلی بار وہ ولید حیدر کے ہم خیال ہوئی تھیں۔ ولید حیدر نے انہیں بہت پراؤڈلی نظروں سے دیکھا تھا۔

”صبا! تم بہت تبدیل ہو گئی ہو۔ مجھے بہت اچھا لگتا ہے کہ میری بیوی میری ہم خیال ہو گئی ہے‘ بچوں کا معاملہ ہے ناں اس لئے“۔ وہ مسکرائے تھے۔

”بس ولید! کیا کروں......“ انہوں نے ہنس کر اشمل کی جانب دیکھا تھا۔ ہنس کر وہ اپنا گیم کھیل گئی تھیں۔ ولید ابھی تک انہیں مسکرا کر دیکھے جا رہے تھے۔

رومی ان کے درمیان بالکل خاموش بیٹھی تھی اور ولید کی نظروں میں رومی کے لئے محبت اور صبا کے چہرے پر ہمدردی بکھر گئی تھی اور اشمل ابھی تک اپنا سر تھامے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

”چلو آؤ صبا! اندر چلتے ہیں‘ لگتا ہے اشمل ہماری کمپنی میں خوش نہیں ہے“۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کیوں بھئی‘ کیوں خاموش بیٹھے ہو‘ چلو اچھا تم ڈریس اپ ہو لانگ ڈرائیو پر چلے جاؤ‘ رومی کو سیر کراؤ‘ اس نے بھی پورا کراچی نہیں دیکھا‘ کیوں رومی! جاؤ اشمل کے ساتھ“۔

”ہاں ہاں بیٹا جاؤ تم انجوائے کرو تمہاری ایج ہی ایسی ہے“۔ انہوں نے اندر سے ایک گہرا سانس لیا تھا‘ بظاہر ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ اشمل نے پلٹ کر ماں کو دیکھا تھا لیکن وہ دونوں جا چکے تھے۔

”کیوں اتنے اداس بیٹھے ہو اشمل! اگر میرے سامنے بیٹھا ہوا شخص خاموش ہو تو مجھے گھٹن ہوتی ہے‘ ماموں صحیح کہہ رہے ہیں“۔ وہ اس کے قریب چیئر اٹھا کر لے آئی تھی۔

”کیا غلط ہے کیا صحیح یہ میں جانتا ہوں‘ پلیز رومی! میں بہت پریشان ہوں‘ تم نہیں سمجھتیں کہ کیا ہونے جا رہا ہے‘ مام کیا چاہتی ہیں اور ہم کیا چاہتے ہیں“۔



www.pdfbooksfree.pk

''ہم اتنا تو جانتے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو''۔

''ہم کیا چاہتے ہیں؟ بتائیں بھلا''۔ وہ لٹھ مار انداز میں بولا تھا۔

''اف..... تم تو بالکل کاٹ کھانے والے انداز میں بول رہے ہو' چلو مل کر تمہارے مسئلے کا حل تلاش کرتے ہیں''۔

''کیا تلاش کرنا رومی! سیدھا سیدھا حل یہی ہے کہ پاپ مجھے پاسپورٹ دیں اور میں یہاں سے چلا جاؤں''۔ تو وہ فوراً بولی۔

''ان کے سیف میں نقب لگاتے ہیں چل کر''۔ وہ ہنسنے لگی۔

''واٹ نقب؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟'' گہرے آنکھوں سے وہ اس کی براؤن آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

''دیکھیں اشمل! خواہش اگر دل میں پال لو ناں تو حال میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے' بہتر ہے کہ تم ماموں کی بات مان لو''۔ وہ بہت معصومیت سے بولی تھی۔

''ہاں بڑا آسان ہے ماموں کی بات مان لو۔ فیملی بنا لو پھر وہ کہنے لگیں کہ دو چار بچے بھی اپنے ساتھ لگا لو۔ یار! میری لائف ہے' میں انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ یونیورج میرا انتظار کر رہی ہے''۔ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ وہ رومی کے سامنے خود کو ظاہر نہ کر سکا۔

''دیکھو اشمل! ماموں بھی ٹھیک ہیں تم شادی کر لو آرام سے جاؤ گھومنے پھرنے''۔

''نہیں میں شادی نہیں کروں گا' یہ میرا آخری فیصلہ ہے''۔ وہ حتمی انداز میں بولا تھا۔ بھرپور اعتماد سے اس نے رومی کو دیکھا' اس کا ذہن بہت تھکا تھکا اور وہ ذہنی خلفشار کا شکار تھا۔

''مائنڈ مت کرنا رومی! اس وقت میرا موڈ نہیں ہے باہر جانے کا''۔

''میرا موڈ خود نہیں ہے' چھوڑو تم چلو آؤ''۔ وہ دونوں اندر چلے گئے تھے۔

☆

اماں کے گھر میں یوں لگتا تھا رنگوں کی بارات اتر آئی ہے۔ ہر طرف گوٹے کناری کا کام چٹاپٹی کے غراروں کی کٹنگ زوروں پر تھی۔ حماد بھائی کی شادی کے دن قریب آ رہے تھے۔ دلہن کے باپ کاظمی' حماد بھائی کو لینے آئے تھے کہ شیروانی اور کپڑوں کا ناپ لے لیا جائے۔ بڑی عاجزی وانکساری سے میاں بیوی دونوں آئے تھے۔ اماں ان کے خلوص' ان کی انکساری پر فدا ہو رہی تھیں۔

چند دنوں کے لئے ماہم اپنے سسرال سے آئی ہوئی تھی۔ اتفاق سے آج کاظمی اور مسز کاظمی بھی آئے ہوئے تھے۔ شانزہ' ماہم کو دیکھ دیکھ کر ہنسے جا رہی تھی۔ اماں کو خبر تھی شانزہ کیوں ہنس رہی ہے لیکن ماہم کی آنکھوں میں بے چینی اور سمندر کی لہروں کی طرح مدوجزر مچل رہا تھا۔

''شانزہ! پتہ نہیں کیوں ایسا لگ رہا ہے کہ سب کچھ غلط ہو رہا ہے' یہ لوگ ایسے نہیں ہیں جیسے ہمیں نظر آ رہے ہیں''۔

''چھوڑو ہر وقت تم رئیس امروہوی کی شمع بینی کے چکر میں لگی رہتی ہو' کبھی کبھی تم کہتی ہو کہ میری روح جسم سے نکل گئی یوں جیسے میں بادلوں میں ادھر اُدھر ڈھونڈ رہی ہوں لیکن ماہم! ایسا کچھ نہیں ہے''۔ شانزہ بول رہی تھی۔

''شانزہ! ان کی آنکھوں میں جب دیکھتی ہوں تو ان کی آنکھیں آگ برسا رہی ہوتی ہیں''۔

''لو اب وہ کیا شیطان ہو گئیں کہ ان کی آنکھیں آگ برساتی ہیں''۔



''بس ہمیں نہیں معلوم''۔ ماہم بے ربط انداز میں بولی تھی۔ لیکن شانزہ کے تاثرات بہت سرد تھے۔ پھر بہت دیر تک دونوں اپنی دوستوں کی باتیں کرتی رہیں۔

ماہم کو ہمیشہ یوں لگتا تھا کہ ہجوم میں وہ بالکل خاموش کھڑی ہے۔ وہ جس انسان کی طرف دیکھتی تھی تو اسے یوں لگتا تھا کہ آنکھیں بول رہی ہیں۔ کبھی کبھی وہ خود سوچتی کہ ہم جو سوچتے ہیں وہی عکس دوسروں کی آنکھوں میں نظر آنے لگتا ہے۔ وہ ہفتوں ذہنی خلفشار میں مبتلا رہتی۔ شادی تو ہو گئی تھی لیکن ابھی طالب علمی کا دور اس کی زندگی سے جڑا ہوا تھا۔ ماہم نے اپنی تعلیم کو جاری رکھا تھا۔ کالج میں بھی لڑکیاں اس کو اپنے گھیرے میں رکھتی تھیں۔ وہ ہر وقت کیرو کی بک پر جھکی رہتی۔ اسٹوڈنٹ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور وہ کسی کا ذائچہ کسی کا حال بتاتی رہتی۔ پورے کالج میں سب اسے جانتے تھے کہ کوئی ماہم ہے جو ہاتھ دیکھ کر بتا دیتی ہے۔ گھر میں بھی سب سے زیادہ شانزہ اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ ماہم جو کہتی ہے وہ سچ ہوتا ہے۔

آج کچھ ہی دیر پہلے مسٹر کاظمی بڑے پیار اور راحت رساں لہجے میں اماں کی قدم بوسی پر جھکتے ہوئے آداب بجا لاتے ہوئے مسکرا کر اماں کا ہاتھ کا لگا ہوا ذائقہ دار پان جب منہ میں رکھ رہے تھے تو پلٹ کر ان کی نظر ماہم کی نظر سے ٹکرائی تھی تو خود ان کی نظریں کہہ رہی تھیں۔

''یو آر مائی فٹ..... اگر تم ہمارے چہرے ریڈ کر رہی ہو تو کیا''۔ مسز کاظمی نے بڑی اداؤں سے سلیولیس بلاؤز کے اوپر گرتی ہوئی ساڑھی کی فال کو لپیٹا تھا۔ ان کے چھوٹے چھوٹے اسٹیپ میں کٹے ہوئے بال' بلاشبہ وہ حسن کی دیوی لگ رہی تھیں اور سامنے اماں جن کا حسن بے مثال تھا' آنکھوں میں پُرخلوص لال رنگ کے گلابی ڈورے' ماتھے پر جھریاں اور سلوٹیں پھر بھی قد کاٹھ ان کے ماضی کے حسن کی کتاب کھول رہا تھا۔ اماں بھی ان سے کہیں زیادہ حسین تھیں لیکن سادہ سی ساڑھی میں وہ بہت معتبر سی نظر آ رہی تھیں۔

مسز کاظمی اماں سے کہہ رہی تھیں۔

''آپا! بس آپ کو سونے کے کنگن پہناؤں گی''۔ ماہم کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے خوش فہمیاں کچے مٹی کے گھروندے کی طرح پانی میں بہہ رہی تھیں۔

اماں کی خوبصورت سفید کلائیاں جن میں کبھی سونے کی چوڑیاں بھری ہوئی ہوتی تھیں خالی تھیں تو ماہم کو بے اختیار غصہ آیا تھا کہ کیوں اماں نے بیچ دیں سونے کی چوڑیاں۔ وجہ یہ تھی کہ ماموں کو ضرورت تھی اس لئے بیچ دی تھیں۔

پھر اماں سے اجازت لے کر کاظمی' بھیا کو شاپنگ کروانے لے کر گئے تھے۔ اس وقت حماد بھائی آفس ڈریس میں تھے۔ لائٹ دھاری دار شرٹ اور ڈارک براؤن پینٹ تھی۔

اماں بہت خوش بیٹھی تھیں۔ ماہم پر ایک نظر ڈالی اور بولیں۔

''تم پتہ نہیں کیا کیا سوچ رہی ہو' میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں' پکاتی رہو خیالوں کی بریانی' چند دنوں میں آنے والی ہے''۔ اماں نے پاندان بند کیا تھا' شانزہ ہنس رہی تھی۔

''اماں! واقعی یہ پتہ نہیں کیا کیا بول رہی ہے۔ اماں یہ بھی سچ ہے اس کا تکا لگتا ہے یہ دیکھ لیں آپ''۔

''سب بکواس ہے' میں کسی چیز پر یقین نہیں رکھتی' یہ شروع سے وہمی ہے''۔

پھر وہی ہوا دھوپ اور تپش میں رکشے کی آواز آئی تھی۔ حماد بھیا اتر کر اندر غصے سے آئے تھے۔

''اماں! میں سچ کہہ رہا ہوں' یہ لوگ ہمیں آپ سے جدا کر دیں گے' انہیں فوراً فون کریں اور ابھی بات ختم



www.pdfbooksfree.pk

کریں''۔

''ہوا کیا بیٹا! اب تو سب کو پتہ چل گیا ہے''۔

''سو واٹ اماں! یہ آپ سب کو ایک دوسرے سے الگ کر دیں گے۔ راستے بھر انہوں نے جو باتیں کی ہیں کہ بس۔ کہہ رہے تھے کہ ہر لڑکی کے کچھ خواب ہوتے ہیں وہ بنگلہ کوٹھی اور کار چاہتی ہے' جب تک تم افورڈ نہیں کر سکتے ہم تمہیں گھر لے کر دیں گے' ٹیلی فون بھی بہت ضروری ہے۔ میری بیٹی بہت نازوں میں پلی ہے۔ سمعیہ باجی نہیں چاہتی ہیں کہ تم شادی کرو' ایک دن آئی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ حماد کا غصہ تو بہت تیز ہے' وقت پر اسے کام نہ ملے اور کوئی تیز آواز میں نہ بولے تو بھی اسے غصہ آتا ہے تب سے حماد میاں! میری بیٹی روئے جا رہی ہے۔ سمعیہ باجی کپڑوں کا ناپ تو لے کر چلی گئیں لیکن میری بیٹی خوش نہیں ہے۔ اب دیکھو حماد میاں! میں یہ نہیں کہہ رہا مگر ابھی میں شیرٹن میں روم بک کروا دیتا ہوں' دو چار دن رہ لینا اس کے بعد تم شفٹ ہو جانا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی ماں کے پاس مت جاؤ' بڑوں کی عزت تو بہت ضروری ہے' میری بیٹی ضرور جائے گی...... بس اماں! سگنل پر جوں ہی گاڑی رکی میں اترا اور رکشہ پکڑ کر گھر آ گیا' آپ ابھی اسی وقت انکار کریں''۔ حماد بھیا شدید غصے میں تھے لیکن اماں کی نرم مزاجی اور پُرخلوص چہرے نے بات کا رخ پلٹ دیا۔

''نہیں بیٹا کارڈ چھپ چکے ہیں' لوگ کیا کہیں گے''۔

''لوگ کیا کہیں گے اماں! آپ سمجھ نہیں رہیں''۔ پاس کھڑی ہوئی شانزہ نے ماہم کی کلائی تھام لی۔

''ہائے ماہم! تم سچ کہہ رہی تھیں''۔ لیکن ماہم چپ تھی۔ اس نے کبھی ایسا تو نہیں سوچا تھا اور نہ ہی اسے نظر آیا تھا لیکن اماں مسلسل بھیا کو سمجھا رہی تھیں۔

''بیٹا! بہت بری بات ہے کسی کی عزت کا سوال ہے''۔

''عزت نہیں......'' حماد بھائی دانت پیس کر بولے تھے۔

''زندگی کا سوال ہے' وہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں رہنے دیں گے''۔

''چلو اچھا دیکھتے ہیں''۔ اماں کہہ کر چپ ہو گئی تھیں۔

شام ڈھل رہی تھی گہری خاموشی تھی۔ عماد بھائی سن کر ہنس رہے تھے ان کے نزدیک باتوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن ماہم کا دل اندر سے سرد ہو گیا تھا۔ پھر وہی ہوا جو ماہم نے شانزہ سے کہا تھا۔

''کچھ نہیں ہوگا' تم دیکھ لینا تھوڑی ہی دیر میں آ کر وہ اماں کے پیر پکڑ لیں گے اور اماں اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہی ہیں''۔

پھر سچ ثابت ہو گیا۔ مسٹر کاظمی سب سے بڑے بھائی کے پاس ان کے گھر پہنچ گئے اور پھر بڑے بھائی کو لیے ہوئے اماں کے پاس رات میں آئے تھے۔

''آپا پلیز! معاف کر دیں' حماد میاں کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے''۔ وہ جھک کر اماں کے پیر چھونے لگے۔

''ارے بھائی میاں! آپ یہ کیا کر رہے ہیں''۔ ان کو سب بھائی میاں کہتے تھے اس لئے اماں بھی انہیں بھائی میاں کہنے لگیں۔

''چلو حماد......'' حماد کے بجائے مسٹر کاظمی ہی ان کے آ کر گلے لگ گئے تھے۔

''میاں! معاف کر دو باپ کی جگہ ہوں''۔ اتنے سارے لوگوں کے درمیان بھلا حماد کیا بولتے' ان کی ڈپلومیسی کے آگے وہ سر جھکا گئے۔



''حسب معمول انہوں نے اماں کے ہاتھ کے لگے ہوئے سانجی پان کھائے۔ اماں نے اپنے پانوں کی تعریف سن کر دو چار پان لپیٹ کر اور تھما دیئے تھے۔

''ارے بھائی میاں! لیں کھانا کھانے کے بعد کھا لیجیے گا''۔

''آپا آداب''۔ انہوں نے بڑی نفاست سے جھک کر اماں کو سلام کیا تھا۔ پھر اماں جب کمرے میں آئیں تو ماہم بولی۔

''فریدہ آباد کی بڑی رچنی مہندی ہے''۔ اماں کچھ نہیں بولی تھیں۔

''ہاں تو پھر ذلت اور بدنامی ہو گی کہ ہم نے یہ بات ختم کر دی' لوگ کیا کہیں گے۔ ایسا تو ہوتا رہتا ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں میں اتنا سیریس ہونا بھی اچھی بات نہیں''۔

''لیکن اماں! سیانے کہتے ہیں کہ ایک بار دل کھٹک جائے تو دور ہٹ جاؤ''۔

''بس میں نے کہا ناں کہ یہ فلسفہ تم اپنے سسرال میں چلاؤ' یہاں آتی ہو تو شرافت سے بیٹھو اور رہو''۔ اماں کے جملے پر ماہم بھی جھینپ گئی تھی۔

واقعی اب اس کا اتنا اختیار نہیں تھا کہ وہ دخل دے۔ اماں کا لہجہ بھی تو اتنا سخت تھا کہ ماہم تلملا کر رہ گئی تھی۔ اگر اماں سے اتنی محبت نہ ہوتی تو وہ ابھی اٹھ کر چلی جاتی لیکن اس نے پلٹ کر اماں کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں میں بھرپور اعتماد تھا۔ ماہم نے ایک گہرا سانس لے کر نگاہیں جھکا لی تھیں' اماں کے لہجے میں قطعیت تھی۔

☆

ولید حیدر بہت زیادہ گھر میں دلچسپی لے رہے تھے۔ بہت اچھے خوشگوار موڈ میں امی سے انہوں نے بات کی تھی۔ اشمل بہت بے قرار سا ٹہلے جا رہا تھا۔

''کس لئے ڈھونڈ رہے ہو تم رومی کو''۔ صبا بہت غصے سے بولی تھیں۔

''مام! آپ غلط کر رہی ہیں''۔ وہ اداس لہجے میں بولا۔

''بس یہی تمہارے باپ کا فیصلہ ہے''۔

''مام! آپ بہت پچھتائیں گی۔ میں رومی سے شادی نہیں کر سکتا''۔

''تمہارے باپ کا یہ فیصلہ ہے۔ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔ تم کیا چاہتے ہو ایک معمولی لڑکی سے بیاہ بولو گے۔ ارے نکاح کے دن بھی تم اسے سچ بولو گے تو وہ تمہارے قدموں میں رہنے کے لئے تیار ہو جائے گی''۔

''مام! یہی تو میں نہیں چاہتا کہ میں اس کو دھوکا دوں۔ کہاں ہے رومی؟ مجھے اس سے بات کرنی ہے''۔

''رومی سے اب تم بات نہیں کر سکتے بس۔ ولید کی مرضی نہیں ہے کہ تم رومی سے بات کرو''۔ ان کا لہجہ نرم پڑ گیا تھا۔

''تو ٹھیک ہے میں پاپ کو آپ کا پلان بتا دیتا ہوں''۔

''اشمل! میں خود کو شوٹ کر لوں گی''۔ انہوں نے دراز سے ولید کا ریوالور نکال لیا تھا۔

''اگر تم نے ایک لفظ ولید یا رومی کو بولا تو اس دن تمہیں میری لاش نظر آئے گی پھر تم کرنا ماتم اور صرف حذیفہ ہوگا''۔ وہ ڈراتے ہوئے بولی تھیں۔



www.pdfbooksfree.pk

سوواٹ......حذیفہ میرا بھائی ہے مجھے دکھ نہیں ہوگا۔ میں اپنی زندگی جی لوں گا۔ ارج میری زندگی ہے میں اس سے دور نہیں رہ سکتا"۔ وہ بھڑکتے شعلے کے انداز میں پھٹ رہا تھا۔

"اسی تک پہنچنے کے لئے میں رومی کو زینہ بنا رہی ہوں"۔

"لیکن مام پلیز......ہمیں ایسا زینہ نہیں چاہیے۔ میں پاپ کو اپنی حقیقت بتا دیتا ہوں جا کر"۔ تو صبا کو بہت زور کی ہنسی آئی تھی۔

"بس اشمل بس......ولید کا کہنا مان لو یوں بھی وہ تمہارے باپ ہیں' بیمار ہیں' 50 سے اوپر نہیں جائیں گے' تمہارے تایا 55 میں چلے گئے' تمہارا باپ 50 کراس کر چکا ہے"۔

"مام پلیز......!" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ پیٹ لیا تھا۔

"حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اس بات کا مجھے افسوس ہے۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ میرے نام ایک دمڑی نہیں کی اس نے' ہر بینک میں 50' 50 فیصد کا تمہارا حصہ ہے۔ جو فیکٹری جولمز ہیں اس میں سب حذیفہ کا نام ہے' تم زیرو پر ہو"۔ وہ تلملا کر بولی تھیں۔

"بالکل وہ اپنی جگہ درست ہیں۔ حذیفہ میرا بڑا بھائی ہے۔ پہلا حق اس کا ہے"۔

"تو ہم کہاں جائیں گے پھر"۔ وہ سٹپٹا رہی تھیں۔

"مجھے کچھ نہیں معلوم مام! دس از ناٹ فیئر' میں تو رومی کو بتا کر ہی رہوں گا"۔

"اگر اس نے انکار کر دیا اشمل تو میں اس کو شوٹ کر دوں گی' بنا بنایا کھیل ختم ہو جائے گا۔ تمہارے باپ اور دادی کی نظروں میں میری کیا عزت رہ جائے گی۔ میں چاہتی ہوں تم باہر نکل جاؤ۔ ارج میرے بھائی کی بیٹی ہے اور جو تم وہاں کر کے آئے ہو ناں تو تمہارا باپ تمہیں جان سے مار دے گا۔ میں یہ جانتی ہوں کہ تم نے ارج کو حاصل کرنے کیلئے اپنا اور حذیفہ کا بینک بیلنس خالی کر دیا ہے۔ تم نے اتنی وہاں عیاشیاں کی ہیں۔ وہ تو حذیفہ بہت شریف بچہ ہے جو جاب کر کے اپنا سمسٹر دے رہا ہے۔ تم صرف اور صرف وہاں گھومتے پھرتے رہے ہو اور تم یہ سننا چاہتے ہو کہ یہ سب مجھے کہاں سے پتہ چلا ہے۔ مجھے فائزہ سے پتہ چلا ہے۔ میں نے خود یہاں سے پیسے ٹرانسفر کیے ہیں اور میں نے فائزہ سے منت کی ہے کہ یہ بات ولید کو نہیں پتہ چلے۔ مین پوچھتی ہوں کہ تمہیں وہاں شادی کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی؟"

"مام! اس نے مجھے مجبور کیا تھا"۔

"کوئی مجبور کرے گا اور تم سمندر میں چھلانگ لگا دو گے"۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"بس اشمل! خاموش ہو جاؤ' اب میں سارے بھید تمہارے باپ کے سامنے کھول دوں گی اگر تم نے رومی سے بات کرنے کی کوشش کی تو......" انہوں نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی تھی۔

"مام! میں اس کی نظروں میں ہمیشہ کیلئے گر جاؤں گا"۔ وہ روہانسا ہو گیا تھا۔

"تم اس کی اتنی مالی مدد کرنا کہ وہ خود تمہاری نظروں میں گر جائے"۔ ان کا لہجہ بہت تلخ تھا۔

"مام! مجھے وہ اچھا سمجھتی ہے"۔

"تو اچھے بنو' بنو تم اچھے' وہ غریب لڑکی ہے وہ ایک معمولی سے کلرک سے بھی شادی کر لے گی۔ تم تو اشمل ولید ہو۔ بزنس میں تمہارے باپ کا نمبر ون مقام ہے۔ اشمل! تم سب کچھ کھو دو گے اور میں یہ نہیں چاہتی کہ ولید حیدر کو یہ بات پتہ چلے کہ تم ارج سے شادی کر چکے ہو' ہاں اگر تم کہو تو میں بتا دیتی ہوں' ایک سیکنڈ میں وہ تمہاری ڈائیورس کروا



دے گا پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تمہارا باپ کیا چیز ہے۔ بس تم چپ رہو اور مان لو اس بات کو اور یہاں سے تم نکل جاؤ' میں سب فیس کر لوں گی"۔

"نو مام نو......میں کچھ سوچتا ہوں۔ میں ایک بار مل کر رومی سے بات تو کر لوں"۔

"ہرگز نہیں اشمل! اگر تم نے ایسا کیا تو میں خود کو شوٹ کر لوں گی"۔ انہوں نے ایک بار پھر ڈرا دیا تھا۔

☆

ماہم کو حیرت اس بات پر تھی کہ اماں کتنا ایزی لے رہی ہیں اس بات کو۔ شہناز کا جملہ بار بار اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

"تمہارا کوئی گناہ تمہیں اس گھر میں لے کر جا رہا ہے"۔

لیکن اب اس کے پاس اختیارات بہت کم ہو گئے تھے لہٰذا وہ بھی خاموش ہو گئی۔

"اماں محبت کو کوئی خواب سمجھ رہی ہیں۔ محبت حقیقت کی طرح انسان کے اندر سانس لیتی ہے۔ اماں! آنکھیں بند کر لینے سے حالات کبھی نہیں بدلیں گے"۔ اس کے سارے مضبوط وسوسے اب دم توڑ گئے تھے۔ اب وہ شادی شدہ تھی اور اپنے سسرال سے گھر آتی جاتی تھی لہٰذا اختیارات کی کمی کے تحت بننے والا بندھن اتنا دیرپا کبھی نہیں ہوتا۔ ماہم کی زندگی سچ پر مبنی تھی اسے جھوٹ کے محل کھڑے کرنا نہیں آتے تھے۔ اب وہ بہت سنجیدہ اور محتاط لہجے میں اماں سے بات کرتی تھی۔

سمعیہ باجی شادی کے دن بھی شرارت سے دیکھ کر اسے مسکرا رہی تھیں اور وہ بالکل سپاٹ ذہن سے سب کچھ بھلا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ ان کے درمیان جیت اور ہار کا برسوں پرانا جو سلسلہ تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ ماہم ہار گئی تھی' باجی جیت گئی تھیں۔ باجی کا ذہن ماہم کے ذہن سے کئی گنا بڑا تھا۔

دلہن بھی رخصت ہو کر آ گئی تھی لیکن جہیز میں اماں کے کنگن نہیں آئے تھے۔ عصمت لگژری اور چند جوڑوں کے ساتھ آ گئی تھی۔

ماہم اپنی زندگی میں بے حد مصروف ہو گئی تھی۔ کون کیا کر رہا ہے سب ختم ہو گیا تھا۔ اس کا ذہن' اس کا فلسفہ سب کچھ دھواں دھواں سے ہو گئے تھے۔ حالات سے اس نے سمجھوتہ کر لیا تھا۔

دلہن کو رخصت کروا کے گھر لے آئے تھے۔ دلہن کی رونمائی کی تو ان کا چہرہ اتنا سخت ہو رہا تھا کہ ہونٹوں پر ہنسی نام کی کوئی چیز بھی نہیں تھی۔ اب وہ بھلا کیا کہتی؟

صبح زوبیہ بھابی کہہ رہی تھیں کہ رات بھر دلہن' میاں سے لڑتی رہی ہے کہ حماد نے اس کے باپ کی انسلٹ کی۔ رات بھر یہی آوازیں آتی رہیں لیکن ماہم کیلئے کچھ بھی اجنبی نہیں تھا۔ ایسا ہونا تھا وہ سب ہو رہا تھا۔ فرق اتنا تھا کہ اس کی دلچسپیاں بدل چکی تھیں' صرف شوہر اور اپنے گھر تک محدود تھیں۔ اماں کے گھر میں دخل اندازی اس نے بند کر دی تھی۔ کالج میں صرف شانزہ کے ساتھ رہتی' شانزہ گھر لوٹتی اور وہ سسرال۔ نئی زندگی' نئے مسائل تھے۔ اماں کے گھر کے مسائل سے اس کی دلچسپی کم ہوتی گئی۔

رات ولیمے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سارے انتظامات سمعیہ باجی نے کیے تھے۔ انہی کی خواہش پر انہی کے انتخاب پر شادی ہو رہی تھی۔

دلہن رشتے داروں کے ہجوم میں بیٹھی تھی۔ ماہم اور شانزہ کی سہیلیاں بھی آئی ہوئی تھیں۔ شاید انعم کی بھی کوئی دوست تھی۔ شانزہ اور ماہم کی دوستوں نے کہا تھا کہ اپنی بھابی کا روم تو دکھاؤ تو سجے ہوئے سادگی سے بڑے سے



www.pdfbooksfree.pk

کمرے میں لڑکیاں اندر گھس آئی تھیں۔ گلزار تو تھی ہی بہت چلبلی' وہ بھابی کے بیڈ پر دھڑ سے گری۔

''ہائے کیا ویلوٹ کی بیڈ شیٹ ہے''۔ شانزہ بھی بیٹھ گئی تھی کہ اچانک کمرے میں طوفان کی طرح مسز کاظمی داخل ہوئی تھیں۔ شاید انہوں نے باہر لگے ہوئے شامیانے سے بھانپ لیا تھا۔

''بدتمیز...... تمیز نام کی کوئی چیز ہے' سلیقہ نام کی کوئی چیز ہے''۔ انہوں نے ایک جھٹکے سے بیڈ شیٹ کو کھینچا تو نازک سی گلزار جھٹکے سے دیوار سے جا لگی۔ ماہم اور شانزہ انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ مسز کاظمی نے بیڈ شیٹ کو لپیٹا اور غصے سے باہر نکل گئی تھیں۔

اماں کو پھر دبے دبے لفظوں میں شانزہ نے بتایا تھا۔

''یہ سب یہ کروا رہی ہے''۔ اماں نے ماہم کی طرف انگلی اٹھائی تھی۔

''دیکھو یہ سب یہاں مت کرو' سمجھیں' اپنے سسرال میں بتاؤ' یہاں شکایتیں مت کرو' مجھے نہیں پسند یہ شکایت''۔ سب اپنا سامنہ لے کر رہ گئے تھے۔

کہانی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اماں کا گھر وہ گھر نہیں تھا جہاں حماد بھائی شام کو لوٹتے تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ ہوتا ضرور تھا۔ آہستہ آہستہ گھر میں تبدیلیاں صرف اس وجہ سے ہوئیں کہ اماں نے غلط اور سچ ان سے چھپایا۔ حماد بھائی کو کبھی کوئی بات نہیں بتائی۔ اماں کے اپنے اصول تھے کہ ہر بات مردوں کو نہیں بتائی جاتی۔

اندھیرے میں کبھی مسافر کو راستہ نہیں ملتا جب تک روشنی نہ ہو' گمراہ انسان کو راستہ دکھانا ضروری ہوتا ہے' ہتھیار ڈال دینا' خاموشی اختیار کرنا حالات کا حل نہیں' لیکن اماں نیک نیتی سے زندگی گزارنا چاہتی تھیں۔

ماہم تو ان کی زندگی سے نکل آئی تھی۔ البتہ سارا حساب شانزہ کی لائف پر آن گرا تھا۔ کل رات شانزہ نے بتایا کہ خود ہی بھابی نے اپنے پنکھے کا سوئچ کاٹ دیا۔ صبح بھیا' اماں سے شکایت کر رہے تھے لیکن دیکھ شانزہ کی جانب رہے تھے۔ اماں ایک لفظ نہ بولیں۔

گھر میں پھر کسی بات پر ذکر نکلا تو عماد کا بیٹا بتا رہا تھا کہ پلگ تو چچی نے کاٹا ہے۔ اماں اس بات کو بھی پی گئیں اور بولیں۔

''بس چپ ہو جاؤ مت بولو' گھر میں جھگڑا ہو گا''۔ البتہ زوبیہ بھابی اور نئی دلہن کی آپس میں اچھی دوستی تھی۔ ہر بات زوبیہ بھابی' عصمت کو بتاتی تھیں اور جب سب کو انکشاف ہوتا ہے کہ آخر ان کو کیسے پتہ چل گیا کیونکہ وہ بے حد مخلص اور کم گو تھیں لہٰذا کبھی شک ہی نہیں گیا کہ زوبیہ بھابی پچھلے بھید کھول سکتی ہیں۔

ماہم اور شانزہ کے درمیان اب بہت ساری دوریاں آ گئی تھیں۔ وقت بہت تیز گزر رہا تھا۔ وہ گھر وہ گھر نہ رہا تھا ہر روز ایک نئی کہانی۔

☆

ولید حیدر ہاؤس کی فضا گنگنا اٹھی۔ اشمل نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ رومی نے سنا تو وہ حیران رہ گئی۔ دادی نے سعیدہ سے بات کی تو انہوں نے فون پر ہی رضامندی ظاہر کر دی اور اپنی مجبوری بھی بتا دی کہ وہ شہر نہیں آ سکیں گی ورنہ وہ لوگ جو رومی کا رشتہ مانگ رہے تھے وہ راستہ دیکھ لیں گے اور رومی کے لئے مشکلات ہو جائیں گی لہٰذا سعیدہ کی طرف سے اجازت تھی۔ سعیدہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

''چلو ٹھیک ہے میں اس کو تایا کے گھر بھجوا دوں گی''۔

''جیسے آپ کی مرضی اماں! ہم نے تو آپ کے سپرد رومی کو کر دیا ہے''۔ دادی نے فون پر سعیدہ سے بات کی تھی۔



''کیا ہوا امی! کیا کہہ رہی ہے سعیدہ؟'' صبا بہت بے قراری سی آئی تھیں۔

''کیا کہنا بیٹا! اس نے دے دی اپنی بیٹی''۔

''کیا کہہ رہی ہیں امی!'' وہ خوشی سے اچھل پڑی تھیں۔

''دیکھو میں تو سعیدہ کا مان رکھنا چاہتی ہوں' غریب کی بیٹی ہے تو کیا ہوا' عزت نفس بھی تو کوئی چیز ہے۔ ولید تو مان گئے ہیں۔ رومی ابھی اسی وقت تایا کے گھر جائے گی''۔

''ولی کہہ رہا تھا کہ وہ لڑکی والوں کی طرف سے سارے اخراجات پورے کرے گا''۔

''اب تو خوش ہیں امی آپ......'' وہ اماں کے بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں۔

''اللہ زندگی دے میرے ولید کو' اس کی بھی عزت کو بچائے اللہ جس طرح سے وہ دوسروں کے بھرم قائم رکھتا ہے''۔ اماں مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

''میرے اللہ نے اس کے دل میں کیسی محبت ڈالی ہے''۔ وہ اچانک رنجیدہ ہو گئی تھیں۔

''اور امی! میرے دل میں کس نے ڈالی؟ امی میں نے ہی تو ولید کو یہ راستہ دکھایا ہے''۔ وہ بہت ہنس کر شرارت سے بولی تھیں۔

''کیوں نہیں' تمہارے مشورے کے بغیر ولید ایک قدم نہیں اٹھا سکتا' تم بہت اچھی ہو''۔

''تو پھر امی! کلثوم کے گھر جانے کا بندوبست کریں ابھی اور آج' اب یہ خوشی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی' رومی دلہن بن کر میرے گھر آ جائے''۔ وہ ہنسے جا رہی تھیں۔

''خوش رہو دلہن! تمہیں یہ خوشی نصیب ہو' اللہ اشمل اور رومی کا نصیب اچھا کرے''۔ صبا کو یوں لگا آسمان سے ٹوٹ کر کوئی بجلی گری ہے' دل ان کا مٹھی میں آ گیا پھر بھی آنکھیں جھپکتے ہوئے وہ ہنس کر بولی تھیں۔

''امی! اب میں بالکل اشمل اور رومی کے درمیان پردہ چاہتی ہوں' نور اترتا ہے چہرے پر''۔

''خوش رہو صبا! میں تو سمجھتی تھی تم بہت ماڈرن ہو ان چیزوں پر یقین نہیں رکھتی ہو''۔ اماں کے نورانی چہرے پر نور ہی نور تھا۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں امی؟ کیا ہم مسلم گھرانے سے نہیں ہیں' سارے رسم و رواج اماں کرتی تھیں۔ دس دن پہلے دلہن کو مایوں بٹھا دیا جاتا تھا۔ امی! رسم و رواج سب اچھے لگتے ہیں خاص طور پر شادیوں میں اور یہ تو ولید ہاؤس کی پہلی شادی ہے میں تو شاندار طریقے سے بری جوڑے اور زیور بناؤں گی''۔

''تم نے ٹھیک ہی کہا صبا! مجھے تو ایک مہینہ پہلے ہی مایوں بٹھا دیا گیا تھا اور کیسا کیسا ولید کے باپ چکر کاٹتے تھے ایک جھلک میری دیکھنے کیلئے' مجال ہے جو ایک جھلک دیکھی ہو' بڑا سخت پردہ تھا پھر ایسا نور اترا میرے چہرے پر''۔ وہ ماضی کی بات کرتے ہوئے کچھ شرما کر ہنس پڑی تھیں۔

''بالکل امی بالکل...... میں بھی ایسا ہی چاہتی ہوں''۔

''آج شام آپ ڈرائیور کے ساتھ جائیں اور اسے کلثوم کے گھر چھوڑ کر آئیں''۔

''ٹھیک ہے اماں میں ابھی بات کر لیتی ہوں''۔ صبا گاڑی کی چابی اچھالتی ہوئی ولید کے آفس میں آئی تھیں۔ ولید اس وقت اپنے اسٹڈی روم میں تھے۔

''بہت خوش نظر آ رہی ہو صبا' بیٹے کی خوشی میں''۔

''ظاہر ہے ولید! امی کی خواہش ہے رومی کو اس کے تایا کے گھر بھیج دیا جائے اور جناب ولید حیدر ماموں بن



www.pdfbooksfree.pk

کر اسے وہاں سے رخصت کروا کر لائیں اور سارے اخراجات ولید حیدر ادا کریں گے''۔ صبا نے بڑے جوش سے بات کی تھی۔

''اتنی بڑی نیکی اور پوچھ پوچھ کر' امی سے کہہ دو وہ جیسا چاہتی ہیں ویسا ہی ہوگا''۔

''لیکن ہوگا کیا رومی کو تایا کے گھر جانا پڑے گا''۔ وہ ولید کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔

''کیوں بھئی کیوں''۔ ولید تھوڑا حیران ہوئے تھے۔

''اس لئے کہ وہ مایوں بیٹھے گی اور اشمل اب اس سے نہیں مل سکتا اور میں ملنے بھی نہیں دوں گی۔ تمہاری طرح تمہارا بیٹا بھی بہت عاشق مزاج ہے۔ جب سے اس نے سنا ہے وہ دیوانہ ہو رہا ہے کہ مجھے رومی سے بات کرنی ہے اور میں نے کہہ دیا کہ تم رومی سے نہیں مل سکتے''۔

''صبا! اتنا ظلم مت کرو میرے بیٹے پر اور اگر وہ رومی پر مرمٹا ہے تو روکو مت''۔ وہ ہنس رہے تھے۔

''نو ولید نو...... اب اشمل' رومی سے شادی کے دن ہی ملے گا''۔ انہوں نے انگلی اٹھا کر ہنس کر وارننگ دی تھی۔

''چلو اب بیگم صاحبہ کا حکم ہے تو میں کیسے ٹال سکتا ہوں' جو چاہو تم اس کیلئے خرید سکتی ہو''۔

''نو پرابلم ولید! میں ایسی جیولری' ایسے ڈریسز اس کو بنوا کر دوں گی کہ تمہیں یقین آ جائے گا کہ میں رومی کو کتنا پسند کرتی ہوں''۔

''گریٹ صبا! میں آج تک تمہیں غلط سمجھتا رہا' لیکن یہ بات بھی سچ ہے کہ ہمارے پاس دولت ہے گھر ہے لیکن ہمیں ایک حسین سی بچی کی ضرورت ہے' کہاں رومی رہتی تھی' قدرت نے یہاں بھیج دیا' واقعی جوڑے آسمانوں پر لکھے جاتے ہیں''۔

''جیسے تمہارا اور ہمارا جوڑ آسمان پر لکھا تھا ورنہ تمہاری پہلی بیوی کبھی نہیں جاتی''۔

''شاید''۔ وہ صبا کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ صبا نے پی ایچ ڈی والے کو نتھ دیا تھا اتنے بڑے بزنس مین کو ہینڈل کر کے اپنی جھوٹی باتوں پر یقین دلا دیا تھا۔ دوسروں کی نظروں کو پڑھ لینے والے ولید حیدر' صبا کی آنکھوں میں کچھ نہیں پڑھ سکے تھے۔

جب وہ ولید حیدر سے مل کر آ رہی تھیں تو اشمل' دادی کے کمرے سے نکل کر آ رہا تھا۔

''مام! یہ آپ کیا الٹے سیدھے پلان بناتی پھر رہی ہیں' اب رومی وہاں جائے گی اپنے تایا کے گھر' میرا ملنا بہت ضروری ہے لیکن وہ ہے کہاں؟''

''میں تمہیں نہیں بتاؤں گی کہ وہ کہاں گئی ہے۔ اس کی مرضی ہے وہ چلی گئی''۔

''مام! میں پاپ سے جا کر پوچھ لوں کہ رومی کہاں ہے؟'' اس نے بہت غور سے ماں کو دیکھا تھا۔

''چلو ہاں چلو میں جا کر کہہ دیتی ہوں کہ اس نے ارج سے شادی کر لی ہے اور یہ جانا چاہتا ہے''۔

''مام پلیز! یہ تو بتا دیں کہ وہ گئی کہاں ہے''۔

''اف میرے بیٹے! تم اتنے بے صبرے کیوں ہو رہے ہو' شام تک آ جائے گی وہ شاپنگ کیلئے گئی ہے''۔ اشمل کو بہت تشویش ہو رہی تھی۔

''آخر رومی کس کے ساتھ گئی ہے؟'' وہ بہت فکر مند تھا۔

''وہ اپنا سیل بھی نہیں اٹھا رہی ہے''۔

''بھئی بزی ہوگی' میں نے اسے جیولر کے ہاں بھیجا ہے''۔



''مام! وہ بہت سیدھی اور معصوم ہے' اس کے ساتھ ایسا نہیں کریں' وہ کس کے ساتھ گئی ہے اور کہاں گئی ہے''۔

''وہ جہاں بھی گئی ہے ناں اشمل' آ جائے گی۔ بس تم زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو نہ ہی بحث کرو کہ وہ کہاں گئی ہے''۔ وہ اشمل کو ٹال گئی تھیں۔

☆

جلوہ بی بی بڑی رکھ رکھاؤ کی مالک تھیں وہ حماد اور ماہم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ بچے تو ماں کو سب پیارے ہوتے ہیں لیکن جو بچے ماں کو بہت پیار کرتے ہیں' ماں کی ممتا ان کے لیے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اماں' حماد بھائی کو زیادہ چاہتی تھیں۔ حماد خود بھی ایک ذمہ دار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ بس یوں کہہ لیجیے کہ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حماد ہر ایک بہن بھائی سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے انسان کا نام تھا' انعم کی فارمیسی کی کلاسیں ہو رہی تھیں اور حماد بھائی اتنی چلچلاتی دھوپ میں جا کر پوائنٹ پر کھڑے ہو جاتے تھے کہ انعم دھوپ میں چل کر گھر آئے گی۔ اماں کو رات میں استھما کا اٹیک ہو جائے تو وہ ساری رات اماں کے کمرے میں گزار دیتے تھے اور جاگتی ہوئی ماہم کو دیکھ کر ان کی آنکھیں اور ہونٹ مسکراتے تھے۔ وہ ہر ایک کا خیال رکھتے تھے پھر آہستہ آہستہ تھوڑے ہی دنوں میں عصمت کے مکر و فریب میں آ چکے تھے لیکن اماں کی ایک ہی کمزوری تھی کہ گھر میں کوئی بات بھی ہو جائے تو حماد کو نہیں بتائی جائے گی۔

دبے دبے لفظوں میں ایک دن اماں سے ماہم نے کہا تھا۔

''اماں! صبح سے شام تک کی کہانی آپ بھائی کو تو بتا دیں''۔

''یہ الٹے سیدھے مشورے تم اپنی سسرال میں دیا کرو' ہمارے گھر میں فساد کرانے کی ضرورت نہیں ہے''۔

عصمت کا ایک ہی روٹین تھا جب حماد آفس جا رہے ہوتے تھے تو جب وہ تیار ہو کر باہر آتے' عصمت بڑی تیزی سے بیڈروم سے نکل کر باورچی خانے میں آتیں' ناشتہ تو تیار ہی ہوتا تھا۔ آلو کی بھجیا' روغنی روٹی پر چڑھا ہوا مکھن حماد کا پسندیدہ ناشتہ تھا' وہ ناشتہ اٹھا کر میز پر رکھتیں اور دو کپ چائے بنا کر حماد کے سامنے لے آتی تھیں۔ حماد بیڈروم سے نکل کر آتے اور ناشتہ کرتے اور آفس کے لئے نکل جاتے تھے۔ جونہی گیارہ بجتے کڑاکے دار گھنٹی بجتی' عصمت بہت تیزی سے اٹھ کر جاتیں اور بڑا سا بیگ سنبھالے ہوئے گاڑی میں بیٹھتیں اور یہ جا وہ جا' نہ گیٹ بند نہ کمرہ بند۔ بہت بڑا گھر تھا لیکن اماں کو تو آہٹ رہتی تھی کہ گھنٹی بجی' گیٹ کھلا' عصمت کمرے سے نکلیں اور گاڑی کی آواز آئی اور وہ لوگ چلے گئے۔

اللہ جانتا ہے اماں کس مٹی کی بنی ہوئی تھیں۔ اللہ میاں نے نور کی مٹی سے انہیں تعمیر کیا تھا۔ ملازم شریف کو وہ آواز دیتیں۔

''دیکھو شریف! بھابی چلی گئیں جاؤ بھاگ کر گیٹ بند کر کے آؤ''۔ واپسی پر پوچھتیں۔

''بند کر دیا تم نے؟ ٹھیک سے بند کیا ہے ناں شریف تم نے''۔ بار بار پوچھنے کی عادت تھی۔

''اب تم حماد کے کمرے میں آ جاؤ''۔ اماں اپنی سفید ساڑھی کی لہریوں کو درست کرتی ہوئیں تخت سے اٹھتی تھیں' شریف ان کے پیچھے پیچھے کمرے میں جاتا تھا۔

''اب دیکھو تم چپلیں اٹھاؤ حماد کی اور تم دھوپ میں رکھ کر آؤ' یہ سلیپنگ سوٹ پڑا ہے نا اٹھاؤ اس کو اور باسکٹ


www.pdfbooksfree.pk

میں ڈالو سارے پردے کھولو'۔ تو وہ فٹافٹ پردے کھول دیتا۔

''اب مسہری کی بیڈ شیڈ ہٹاؤ اور جھاڑو اسے''۔ وہ کرسی پر بیٹھ جاتی تھیں۔

''جھاڑی نہیں......اب ایک بار جھاڑو اور زور سے جھاڑو' اب گیلا کپڑا لاؤ ایک بار ڈریسنگ ٹیبل سے لے کر بیڈ پر پونچھو' بیڈ شیڈ بدلو' جھاڑو دو یہاں پر' نہیں شریف! دوبارہ پانی لاؤ اور ایک بار پھر پوچا لگاؤ' ڈرائنگ روم میں کھلنے والے دروازے کو لاک کرو اور اب سب پردے برابر کردو' ٹھیک سے برابر کردو تا کہ روشنی نہ آئے۔ چلو......'' خود اٹھ کر باہر نکل آتیں۔

''اب دروازہ بند کردو'۔ تو شریف دروازہ بند کردیتا۔ زوبیہ بھابی بڑبڑائے جاتیں۔

''صبح سے اماں اسے کمرے میں لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ سارا گھر پڑا ہوا ہے آج ماسی نہیں آئی' برتن پڑے ہیں''۔ زوبیہ بھابی دھیرے دھیرے بولے جاتی تھیں۔

''ہاں تو پھر کیا کروں؟ وہ تو ڈھیٹ ہے سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے' میں شکایت کروں یا پڑا رہنے دوں تو لڑائی ہوگی اس گھر میں اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ شریف کو پیسے وہی دیتا ہے۔ ملازم تو وہ اس کا ہے اور میں یہ سب نہیں کرسکتی''۔ شانزہ کہتی اماں سے۔

''لیکن اماں! بتا تو دو بھائی کو یہ سب آپ کرتی ہیں''۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے جھگڑے فساد نہیں پسند گھر میں۔ وہ پوچھے گا اور وہ بیٹھ کر لڑے گی شور ہوگا گھر میں''۔ حماد بھائی دو ڈھائی بجے گھر آجاتے تھے۔ کھانا کھاتے ہی وہ اپنے بیڈ روم میں چلے جاتے۔ حسب روٹین وہ پانچ بجے نکلتے ہاتھ میں ریکٹ اور سوٹ پہنے ہوئے ہوتے تھے۔

''اچھا اماں! ہم ٹینس کھیلنے جارہے ہیں' وہیں سے واپسی پر ہم عصمت کو لیتے ہوئے آجائیں گے''۔

ٹینس اس لئے کھیلتے تھے وہ ویٹ گین کرنے سے بہت ڈرتے تھے۔ پھر وہیں سے وہ عصمت کے گھر چلے جاتے جہاں رات کا ڈنر' ہنسی مذاق اور فلم چلتی پھر وہ بارہ بجے کے قریب واپس آتے تھے۔ عصمت پان چباتی ہوئی بڑی شوخ نظروں سے اماں کو دیکھتی ہوئی اندر داخل ہوتی تھیں۔ ان کے چہرے پر بڑا تمسخرانہ مسکراہٹ ہوتی تھی کہ ''تم لوگ حماد سے ڈرتے ہو اس لئے میری کوئی بات نہیں کرتے''۔ حتیٰ کہ وہ ڈریسنگ ٹیبل پر کھایا ہوا سیب چوہے کی شکل کا رکھ کر جاتی تھیں صرف اماں کو جلانے کیلئے کیونکہ اماں کو گندگی سے بڑی نفرت تھی۔

حماد یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جانے کے بعد ان کی بیوی سب کمرہ سیٹ کر کے جاتی ہے۔ اماں کبھی نہ بول سکیں کہ یہ انہوں نے کروایا ہے۔ حتیٰ کہ ملازم سے وہ بھیا کی بالٹی منگوا کر اور دھلوا کر رکھتی تھیں' حتیٰ کہ پھیلا ہوا سامان' شیونگ کٹس اور ٹاول اور برش تک وہ رکھواتی تھیں لیکن کبھی حماد کو یہ احساس نہیں ہوا کہ یہ سب کچھ اماں کرواتی ہیں۔

اماں نے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی اپنے بچوں سے کہ جو کچھ تھا ان کا ان کے پاس کافی تھا۔

ہر روز عصمت کی شیڈول کے مطابق یہی کہانی تھی۔ ماہم سوچتی تھی اگر رومی اس جگہ پر ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ کرتی۔ ایک دن تو اماں بھی تخت پر بیٹھی ہوئیں سفید آنچل کی ساڑھی سے اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔

''عصمت گھر کو گھر نہیں سمجھتی' حماد کا ذرا بھی خیال نہیں کرتی' یہ سب سمعیہ کا کیا دھرا ہے' اب دیکھو کیسا حماد کو سمعیہ سے بدگمان کردیا''۔

''اماں! بدگمان نہیں' یہ مکافات عمل ہے جو سمعیہ باجی کے ساتھ ہوا ہے''۔ ماہم آج بھی اپنے سسرال سے آئی ہوئی تھی۔



''ارے نہیں بیٹا! سب قسمت کے کھیل ہیں''۔ ان کی شفاف آنکھوں میں نمی تھی۔

''مجھے کیا معلوم بیٹا کہ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ وہ کاظمی اور مسز کاظمی شادی کے بعد ایک بار بھی میرے پاس نہیں آئے''۔ اماں بڑے دکھ بھرے انداز میں بولی تھیں۔

''اور وہ سونے کے کڑے کہاں گئے؟'' شانزہ بڑی دبی دبی ہنسی تھی تو ماہم نے بھی سر ہلایا تھا۔

''اب آ گئے کیا ہوگا؟'' شانزہ نے اشارے سے ماہم سے کہا تھا۔

''جو ہوگا بہت بھیانک ہوگا' اگر ایک دن اماں' بھابی کی اصلیت حماد بھائی کو بتادیں نا اسی دن آر یا پار ہوگا مگر میں جانتی ہوں ایسا کبھی نہیں ہوگا''۔ واقعی اماں نے کبھی زندگی میں کسی کی برائی نہیں کی تھی۔ کبھی انہوں نے گندہ جملہ نہیں کہا تھا۔ وہ جنتی تھیں بھلا وہ بہو کی شکایت کیسے کرتیں' لیکن یہ نیکی ان کی بہت بڑی غلطی تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو غفلت میں رکھا۔ ان کی اصلیت نہیں بتائی کہ ان کی بیوی گھر میں کیسا ہوتا ہے اور حماد نہ جان سکے کہ ان کی بیوی کیسی ہے اور نہ ہی کسی کو کبھی اس بات کا یقین آیا کہ ماہم کہتی تھی۔

''عصمت کے اندر ایک انا اور ضد صرف یہ ہے کہ حماد' ماں سے بدظن ہوجائیں اور ایسا کبھی ہوگا نہیں زندگی میں' کیونکہ حماد' اماں کو بہت چاہتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اماں کی۔ ان کے دل میں ماں کی بہت محبت اور تڑپ ہے''۔ لیکن اماں بہو کے عیبوں پر پردہ ڈالتی رہیں اور پانی سر سے اونچا ہوتا گیا۔

ماہم کو رومی کی سسکیاں سنائی دی تھیں حالانکہ رومی ان کی زندگی سے بہت پہلے نکل گئی تھی۔ کوئی محبت' کوئی عشق نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے رومی کے دل میں احساس محرومی ہو' حماد کو پانے کی خواہش' تڑپ ہو مگر بظاہر ایسا کچھ نہیں تھا اور پھر بھی ماہم کو یوں لگتا کہ کسی کے دل کو یوں توڑ دینا اچھا نہیں۔

تہجد گزار عادل ماموں کی بھیگی ہوئی جھکی ہوئی نظریں' شرمندہ سی اماں کے سامنے بے یارومددگار بیٹھے ہوئے' اماں کا آنچل سے چہرہ پونچھتے ہوئے اور اماں کا بولنا۔

''سمعیہ نے اچھا نہیں کیا' حماد کا لکھا ہوا خط عادل کو دے دیا''۔ شرمندہ سے عادل ماموں کا چہرہ ماہم کی نظروں میں گھوم رہا تھا۔

''آپا! خط پڑھ کر ایسا لگ رہا ہے کہ زمین پھٹے اور میں سما جاؤں۔ ہماری مجبوری تھی آپ نے امید دلائی اس لئے اتنے دن میں رُکا رہا اور اب میں واپس جارہا ہوں''۔ وہ نظریں' وہ چہرہ' وہ آنسو' وہ لمحے' وہ جدائی' دکھ بھری وہ کسک جو بہن اور بھائی کے درمیان تھی۔

جھکی ہوئی عادل ماموں کی نظریں مکافات عمل کے لئے پر تول رہی تھیں۔ رب کے دَر ضرور بند ہوگئے تھے لیکن پتہ نہیں کب اور کیسے بندہ بشر کو نیند آجاتی ہے۔

ارادوں کے ٹوٹ جانے سے انسان نے اپنے رب کو پہچانا ہے۔

☆

''دیکھو اشمل! تم جیسا سمجھ رہے ہو رومی ایسی نہیں ہے۔ یہ غریب لوگوں کے ہتھکنڈے ہوتے ہیں قریب آنے کیلئے' ہمدردی حاصل کرنے کیلئے یہ اپنے اوپر معصومیت کا خول چڑھا لیتے ہیں۔ اتنی دولت یہ سب دیکھ کر اس کا نظریہ بدل گیا اور برا مت ماننا اگر میں کہوں کہ اس میں تمہاری دادی کا بہت ہاتھ ہے۔ اشمل یوں ہے' یوں ہے' کہہ کہہ کر اس نے بھی خود کو تمہارے سانچے میں ڈھال لیا۔ تمہارا پرپوزل دادی نے دیا اس نے گردن جھکالی۔ سعیدہ نے کہا فوراً کر دو میری ضرورت نہیں ہے آنے کی۔ کہاں گئی ان کی عزت نفس؟ غریبوں کے پاس یہی ایک دولت


www.pdfbooksfree.pk

ہوتی ہے جس پر انہیں گھمنڈ ہوتا ہے جو کہتے بھی ہیں کہ ہم بڑے خوددار ہیں' ہمیں دولت سے نفرت ہے' دولت مند لوگ گھمنڈی ہوتے ہیں' اب سب وہ کہاں گیا۔ آج میں نے کھل کر تمہیں اس کی اصلیت بتادی ہے۔ ایزل سے محبت اس کا ایک ڈرامہ ہے صرف تمہارے قریب آنے کیلئے اور تم رومی رومی رومی...... بیٹے! کوئی کسی کا نہیں ہوتا بس سب اپنا اپنا مفاد دیکھتے ہیں''۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئیں اور بولیں۔

''حتیٰ کہ تمہارا باپ بھی' اگر اسے محبت ہوتی تو تمہاری خوشی کے لئے سب کرسکتا تھا۔ اس میں بھی یقیناً ان کا ذاتی مفاد ہے' جس طرح وہ اس لڑکی کے ساتھ گھومنے پھرنے جاتے ہیں میں نہیں ٹرسٹ کرسکتی آئی ڈونٹ لائک۔ میں ان لوگوں کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں''۔

''مام!'' وہ بہت تیز چیخا تھا۔

''تم آج چیخ رہے ہو' کل جب حقیقت سامنے آئے گی تو تم خود دیکھ لینا اپنی آنکھوں سے ان غریبوں کی حیثیت''۔

''مام! بار بار اسے غریب کہہ کر اس کی انسلٹ نہ کریں' وہ میری اچھی فرینڈ بن گئی ہے''۔

''بن نہیں گئی بنادی گئی ہے۔ تم ایک شخص سے ہر وقت اچھائیاں بیان کرتے رہو نوڈاؤٹ وہ اچھی لڑکی ہے' یہ میں نہیں کہتی کہ بری لڑکی ہے لیکن اشمل! وہ اپنی صورت اور معصومیت کا فائدہ اٹھا کر تمہارے قریب آئی ہے۔ ایسا کیسے ممکن ہے کہ جو چیز تمہیں پسند ہے وہ اسے بھی پسند ہو۔ ایسا کیا تمہارے اور ارج کے بیچ کبھی ہوا ہے جبکہ تم دونوں ایک دوسرے کو بچپن سے پسند کرتے آئے ہو اور وہ کتنی ضدی مزاج اور تم کتنے ٹھنڈے دماغ کے مالک ہو پھر بھی تمہارے بیچ محبت نے جنم لے لیا۔ رومی ایک دھوکا ہے تمہارے لئے' اگر میرا یقین نہیں ہے بیٹا تو شادی کے بعد تم رخ بدل کر دیکھ لینا اور یہ خود بولے گی کہ مجھے اشمل کے ساتھ نہیں رہنا''۔

''نہیں مام! ایسا نہیں ہے' میں اس کو دھوکا نہیں دے سکتا' آپ جیسا کہہ رہی ہیں مجھے یقین نہیں ہے''۔

''ارے اشمل! ابھی تم نے دنیا نہیں دیکھی میرے بیٹے' فی الحال ابھی تم سب کچھ چھوڑو اور رومی سے شادی کرلو' اگر تم بولو گے رومی میرے ساتھ زبردستی ہوگئی ہے میری زندگی میں ارج آ گئی ہے اور تمہارے باپ کو خبر ہوگئی پھر وہی ہنگامہ...... تم اپنے باپ کو جانتے ہو بیٹا! تم میری بات مان لو۔ معصوم چہرے دھوکا دیتے ہیں اور میں ناانصافی بھی نہیں کروں گی اس کے ساتھ' لیکن اشمل! اگر تم نے اس کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی یا محبت دکھائی تو یہ تمام عمر تم سے چمٹی رہے گی' تم اس کو ایک ایک پل دھتکارو گے' بے عزت کرو گے' اس کو اُس کی اوقات یاد دلاؤ گے کہ وہ کیا تھی اور پھر ایک دن ایسا آئے گا اشمل کہ تم سے وہ خود ڈائیورس مانگے گی تب ولید کو احساس ہوگا کہ زبردستی کی شادی کیا ہوتی ہے اور میں یہی ثابت کرنا چاہتی ہوں''۔

''مام! بڑا مشکل ہوگا''۔

''تم تو ابھی سے بیٹے ہمت ہار رہے ہو' اگر تمہیں ارج کو حاصل کرنا ہے تو یہ تو کرنا ہوگا''۔ وہ کہتے کہتے رک گئیں۔

''جی مام!''

''اس کے ساتھ بددیانتی مت کرنا' دیانتداری کے ساتھ رہو تم اس کے ساتھ' ساری خواہشات پوری کریں گے وہ تمہاری بیوی رہے گی لیکن اشمل تم اس کو اس قابل رہنے دینا کہ وہ باعزت طور پر اپنی زندگی کہیں بھی گزارے''۔

''مام! میرا سر پھٹ رہا ہے آپ کیسی باتیں کررہی ہیں''۔ وہ چیخ پڑا تھا۔

''سوچنا ضرور جو میں نے کہا ہے تم سے' میں نے ہر بات دائرہ اخلاق میں رہ کر کی ہے' وہ کسی کی بیٹی ہے میں بھی اسے برباد نہیں ہونے دوں گی۔ اس کے نکاح میں اس کے مہر میں تمہاری حیثیت کے مطابق اس کا حق دوں گی' میں



اس کے حق سے اُسے محروم نہیں کررہی لیکن اگر تم نے اُس سے سب کہہ دیا' ہمارے ارادوں کو ظاہر کردیا تو میں جانتی ہوں غریب بڑے ہٹ دھرم ہوتے ہیں' اب تمہاری مرضی''۔ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے' وہ بہت بے چین بار بار ٹیرس پر جا کر دیکھ رہا تھا کہ آخر رومی گئی کہاں ہے؟ پھر دادی کے پاس پلٹ کر آیا تھا۔

''دادی! رومی کہاں گئی ہے؟'' اس کے سوال پر دادی مسکرا کر بولی تھیں۔

''یاد آرہی ہے اس کے بغیر اداس ہو''۔

''نو دادی''۔ وہ رخ پھیر گیا۔

''آجائے گی' مجھ سے اجازت لے کر گئی ہے''۔

''دادی! ایک بات آپ سے پوچھوں' دادی اتنے بڑے فیصلے پر اُسے کوئی اعتراض نہیں تھا' وہ حیران بھی نہیں ہوئی''۔

''حیران...... وہ تو بہت خوش اور مطمئن ہے کہ تم اسے مل رہے ہو' سچ تو یہ ہے کہ ولید کی دنیا بدل گئی ہے۔ جب جا رہی تھی تم گھر پر نہیں تھے' ولید بار بار اس کا ماتھا چومے جارہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ امی! رومی کو مت بھیجیں' میں نے کہا یہ رسمِ دنیا ہے بیٹا۔ تمہیں ماں نے نہیں بتایا کہ وہ کہاں بھیجی گئی ہے' تو اس لئے نہیں بتایا کہ تم پھر گاڑی نکال لو گے اور پہنچ جاؤ گے ایزل کے بہانے کہ اسے نیند نہیں آرہی''۔ اشمل کا دل دھک سے ہوا۔

''کیا مام صحیح کہہ رہی ہیں کہ وہ ایزل کے بہانے ہمارے دل میں اتری ہے' دوست بن کر وہ اب اس گھر میں گھسنا چاہ رہی ہے''۔

''اس کو ہم نے اس کے تایا کے گھر بھیج دیا ہے۔ ہم اسے وہیں سے لے کر آئیں گے' ایک دو دن بہت ضروری ہوتے ہیں تمہیں اس کی اہمیت کا اندازہ ہوگا''۔

اس نے اپنے اردگرد بہت سناٹا محسوس کیا' دل کو ٹٹولا واقعی وہ بہت متفکر تھا لیکن دل کے ایک کونے میں چپکے سے ماں کی آواز بھی سنائی دی۔

''ایزل کے بہانے وہ تم سے قریب آئی ہے اشمل' وہ تمہاری دولت پر نظر رکھتی ہے''۔

''کیا ہوا بیٹے! تم چپ کیوں ہوگئے' کیا سوچ رہے ہو تم' تم ہماری اور ولید کی خوشی کا اندازہ نہیں کرسکتے''۔

''کیوں دادی! مام خوش نہیں ہیں اس بات سے''۔ اشمل نے چونک کر دادی کے چہرے کو دیکھا تھا۔

''عورت عورت کو کیسے پہچان لیتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ مام نے بھی رومی کو پہچان لیا ہو' پاپ تو نہیں پہچان سکے مام کو اور میں بھی مرد ہوں اور دھوکا کھا رہا ہوں' کہتے یہی ہیں کہ مرد کی نسبت عورت بہت شارپ دماغ لے کر آتی ہے۔ کیا مام صحیح کہہ رہی ہیں؟ کیا رومی ایسی ہوسکتی ہے' اتنی قریب آسکتی ہے' میری پسند اور ناپسند ایک جیسی ہوسکتی ہے؟ میں کہنے پر مجبور ہوجاؤں کہ میری کیمسٹری تم سے ملتی ہے یہ کیسے ممکن ہے؟ ہم اور ارج تو کبھی ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرسکے پھر رومی کیا مجھے دھوکا دے رہی ہے؟ اتنی جلدی وہ میری دوست بن گئی۔ کوئی کیا اتنا قریب آسکتا ہے بغیر کسی بات کے اس نے میری زندگی میں آنے کا فیصلہ کرلیا۔ ہم نے اور ارج نے ایک ماہ تک ڈسکس کیا تھا کہ ہم میرج کریں یا نہیں کریں۔ رومی نے تو پل بھر کو بھی نہیں پلٹ کر پوچھا کہ میں کیا چاہتا ہوں' حیرت ہے۔ مام صحیح ہیں یا وہ صحیح ہے؟ فیصلہ وقت کرے گا۔ میں بھی اسی کی طرح خاموش ہوجاتا ہوں''۔

(جاری ہے)



www.pdfbooksfree.pk

صنوبر فہیم اختر

مکمل ناول

# زندگی درد کے صحرا میں

دست طلب اٹھا کے مانگتے ہیں محبت خدا سے
جو ہو دسترس میں تو خود ہی گنوا دیتے ہیں لوگ

احد نے آتے ہی اپنے بے حد عزیز دوست اور بھائی معصب چغتائی پر چوٹ کی تھی جو اندھیرے میں بیٹھا جانے کن لایعنی سوچوں میں گم تھا اس کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم خود کو کیوں ضائع کر رہے ہو اگر اسے چھوڑ ہی دیا ہے تو بھول کیوں نہیں جاتے ہو' آخر تم خود سے اسے دور کیوں نہیں ہونے دیتے؟ ایک درد مسلسل کی طرح کیوں دل میں چھپائے بیٹھے ہو"۔ وہ اس کی حالت دیکھ کر سخت غصے اور جھنجھلاہٹ کا اظہار کر رہا تھا وہ اس کے غصے پر بہت دلکشی سے مسکرایا۔

"کب تک ایسا چلے گا معصب! مما' پاپا' میں' ہم سب تمہاری اس پانچ سالہ زندگی سے تنگ آ چکے ہیں' کب خود پر سے یہ خول اتارو گے......؟ وہ ساعت کب آئے گی جب تم اپنی زندگی کے اصل سچ سے آشنا ہو گے تم نے خود اسے سزا دی تھی پھر اب یہ سب کیا ہے' تم ایسا کیوں کر رہے ہو......؟" وہ واقعی رنجیدہ تھا۔

"سوری احد! پر میں کیا کروں اس کی بے وفائی مجھے چین سے رہنے نہیں دیتی' میں نے اس کے لئے سب تیاگ دیا اور اس نے کسی اور راہ کو چن لیا' اس نے بے وفائی کی ہے تب بھی وہ سکون سے ہے اور میں وفا نبھا کر بھی بے چین ہوں' ایسا کیوں ہے......؟" وہ آج کھل کر کہہ رہا تھا اس کا خول کچھ چٹک رہا تھا تبھی سوال کر رہا تھا۔ احد نے اپنے بے حد عزیز

www.pdfbooksfree.pk

بھائی کو افسردگی سے دیکھا پھر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی۔

''اسے بھول جاؤ معصب! ہم نہیں جانتے وہ کیسی تھی پر اس میں کچھ تو ضرور تھا جو تم سب سے لڑ گئے تھے' دنیا کے مخالف ہو گئے اور پھر وہ سب ہو گیا' پر معصب! زندگی چلنے کا نام ہے یہ کسی کے لئے نہیں ٹھہرتی' تم بھی آگے بڑھو' سب تمہارے لئے فکر مند ہیں' کسی اور کے لئے نہیں تو میرے اور ایمن کے لئے اپنے اس خول سے باہر نکلو' ہماری شادی ہونے والی ہے اور تم کوئی انٹرسٹ ہی نہیں دکھا رہے ہو......؟'' سمجھانے کے بعد اس نے غصہ دکھایا تو وہ واقعی شرمندہ ہو گیا اس کے اکلوتے بھائی کی شادی تھی اور وہ ایسا رویہ اختیار کئے ہوئے تھا۔

''سوری یار! اب تو یہ پرامس رہا کہ میں ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لوں گا اور تمہیں کسی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا''۔ وہ دوستی کا فرض نبھاتے ہوئے بولا' وہ بھائی ہی نہیں دوست بھی تھا' دونوں میں ایک سال کا ہی فرق تھا۔

''دیکھ لے بچو! وعدہ خلافی کی تو گردن سے پکڑ کر پٹخنے کا حق میں رکھتا ہوں''۔ وہ بھی دھونس دکھا کر بولا۔

''منظور ہے جناب!'' وہ بولا۔

مسٹر اینڈ مسز چغتائی رائل فیملی سے تھے' ان کے دو ہی بچے تھے احد اور معصب' احد' معصب سے پورا ایک سال چھوٹا تھا اور سب کا بہت لاڈلا تھا' معصب ان کا بڑا بیٹا تھا' حد سے زیادہ سنجیدہ مزاج' خود پسند' انتہا پسندی اور شدت پسندی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس سے اس کے والدین ہمیشہ خائف رہتے تھے اور پانچ سال پہلے گزرنے والے واقعے نے اسے اور بھی سنجیدہ' ضدی اور ہٹ دھرم بنا دیا تھا' اس لئے وہ ہمیشہ اس کے لئے فکر مند رہتے تھے' اس کا ایک ہی اکلوتا دوست اس کا بھائی تھا احد جو اس کے ہر غم سے واقف تھا' ہر دکھ کا شریک تھا اور اسے بے حد عزیز رکھتا تھا اور اب اس کے بھائی کی شادی ہونے جا رہی تھی وہ واقعی بہت خوش تھا اس کی خوشیوں کو لے کر۔

☆

''جاذبہ! ہمیں جو نیا کانٹریکٹ ملا ہے اس کا کام کیسا جا رہا ہے''۔ مسکان مصروف سے انداز میں جاذبہ سے بولی جو اس کی اسسٹنٹ تھی۔

''اچھا جا رہا ہے اور مسکان! چغتائی فیملی کا کوئی ممبر بھی آیا تھا ہمارے کام کے لئے' میں نے کارڈ لے لیا ہے تم دیکھ لو''۔ جاذبہ نے کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

''یہ تو دی رائل چغتائی ہیں پاکستان کے بیسٹ انڈسٹریلسٹ' ان کے گھر کون سا فنکشن ہے جو ہمیں آرگنائز کرنا ہے''۔ وہ حیران تھی۔ ان کی کمپنی کو رن کرتے ہوئے ابھی دو سال ہی ہوئے تھے اور اتنے بڑے کنٹریکٹ کا ملنا واقعی حیران کن تھا وہ اس بات پر خوش تو تھی پر حیران زیادہ تھی۔

''ہو گا کوئی میرا خیال ہے ہمیں سوچ لینا چاہئے''۔ جاذبہ اس کی اچھی دوست بھی تھی' اس لئے فکر مند تھی شاید وہ بھی گھبرائی ہوئی تھی۔

''نہیں جاذبہ! ہمیں یہ کنٹریکٹ منظور کرنا چاہئے یہ ایک اچھا اسکوپ ہے ہمیں قطعی اس کو مسترد نہیں کرنا چاہئے''۔ وہ پریکٹیکلی سوچ کر بولی۔

''ہاں شاید......'' وہ بھی اس کی بات سے اتفاق کرنے لگی تھی۔

''تو پھر تم ایک کام کرو ان سے میٹنگ فکس کرا لو ہم ملنے چلیں گے اور ضروری امور ڈسکس کر کے فائنل کر لیں گے''۔ وہ بہت پروفیشنل انداز میں بولی تھی یہ کلائنٹ بھی اس کے لئے اک ضروری امور تھا۔

''ٹھیک ہے میں مینج کرتی ہوں' تم مسز وردہ کو دیکھ لو ان کا کام پینڈنگ نہ رہ جائے''۔ جاذبہ واقعی ایک پرخلوص



دوست تھی۔

''ہاں ان کے فنکشن کی ساری تیاری ہو چکی ہے اور ورکرز کو بھی انفارم کر دیا ہے''۔ وہ مصروف سے انداز میں فائل چیک کر کے بولی تو جاذبہ نے کافی دلچسپی سے اسے دیکھا تھا' یہ چھوٹی سی لڑکی کچھ الگ سی تھی۔

''گڈ یعنی سب کام فائنل ہو گئے ہیں''۔ وہ بھی کام کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

''ہاں تقریباً' اس بھاگتے دوڑتے دور میں تو وقت کا پہیہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتار سے دوڑ رہا ہے' سانس لینے کی بھی فرصت نہیں ہے''۔ وہ کافی بے تاثر انداز میں اپنا خیال بیان کر رہی تھی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو' پر جو اس وقت کے پہیئے کے ساتھ نہیں چلتا یہ دنیا اسے جینے بھی نہیں دیتی''۔ دونوں کی دوستی کافی اچھی تھی تبھی اظہار خیال ہو رہے تھے۔

''جانتی ہو جاذبہ! تبھی تو اس وقت کو تھام کر رکھا ہے' اک دفعہ اپنے آپ کو اس کے دھارے میں چھوڑا تھا' بہت گھاٹا آیا تھا حصے میں پر اب نہیں''۔ وہ بھی کسی ماضی کی یاد میں کھو کر بولی تھی اور جاذبہ نے کافی تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

''تم بھول کیوں نہیں جاتی ہو مسکان......؟'' وہ کافی افسردگی سے بولی اور مسکان بھی سر جھٹک کر خود کو کمپوز کر گئی تھی۔

''اچھا چھوڑو یہ باتیں...... تم مجھے یہ بتاؤ اس ایونٹ کا کیا ہوا جو لاہور برانچ کو ملا ہے''۔ وہ فائل چیک کرتے ہوئے دانستہ بات پلٹ گئی تھی۔

''ہاں وہ بھی کمپلیٹ ہے پر آج ایک کلائنٹ تم سے ملنا چاہتا ہے''۔ جاذبہ بھی آنے والے وقت کی باتیں کر رہی تھی اب۔

''سوری ہنی! ابھی میں نہیں رک سکتی تم جانتی ہو ربان میرا انتظار کر رہا ہو گا اور میں اسے انتظار نہیں کروا سکتی' ناراض ہو گیا تو مناتے مناتے ہفتہ لگ جائے گا اور تم جانتی ہو میری جان ہے وہ' کیسے اسے ناراض کر سکتی ہوں اس لئے اب سب کچھ تم مینج کرو' میں چلی......'' وہ محبت بھرے لہجے میں کہتی نکل گئی۔

جاذبہ بے اختیار اس کے عشق پر مسکرا دی جو وہ ربان سے کرتی تھی' جس کے لئے وہ بے قرار تھی پھر سر جھٹک کر وہ کال کرنے لگی۔

☆

''آپ نے یہ سب طے تو کر لیا ہے پر اپنی اس تیاری کے بارے میں معصب سے بھی کوئی رائے لی ہے کہ کیا کیا کیسے پلان کریں' ان کے پاس بہت یونیک آئیڈیاز ہوتے ہیں''۔ احد نیچے بیٹھا اپنے بالوں میں مما سے تیل کی مالش کرواتے ہوئے اپنی شادی کے تمام معاملات بھی ڈسکس کر رہا تھا۔

''بیٹا! اس کے پاس وقت ہی کب ہوتا ہے ہمارے لئے''۔ وہ افسردگی سے بولیں' اپنے بڑے بیٹے کی لائف روٹین نے انہیں اندر تک دکھی کیا ہوا تھا۔

''مما! آپ بے فکر رہیں' معصب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری شادی میں کوئی کوتاہی ہونے نہیں دے گا اور اپنا سارا دھیان دے گا وہ میری شادی کی تیاری میں''۔ اس نے ان کے ہاتھ تھام کر تسلی دی تھی' اپنی ماں کا درد وہ بہت اچھی طرح سمجھتا تھا پر معصب کا کرب بھی اس سے چھپا نہیں تھا۔

''انشاء اللہ''۔ انہوں نے بھی دعا کی۔

''تائی امی! مما بلا رہی ہیں آپ کو اور آپ یہاں ہیں''۔ ایمن اپنی ہی دھن میں بولتی آ رہی تھی جب ہی احد کو بھی وہاں دیکھ کر زبان کو بریک لگائی تھی جب سے شادی طے ہوئی تھی وہ اس سے چھپتی پھر رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

"ہاں میں آرہی ہوں' فاطمہ کو بھی گھبراہٹ ہو رہی ہوگی"۔ وہ بھی اپنی دیورانی کے پاس چلی گئیں۔ ایمن ان ہی کی بھتیجی تھی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد اور ان کی ہونے والی بہو اور اس کی والدہ بہت جلد گھبرا جاتی تھیں دونوں دیورانی جیٹھانی میں بہت پیار تھا۔

"لوگوں کو تو آج کل پردے میں ہونا چاہئے"۔ احد نے موقع دیکھتے ہی اسے جالیا تھا اور بہت دلچسپ نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔

"وہ میں احد...... دیکھو پلیز...... مجھے تنگ مت کرو' ورنہ معصب بھائی کو شکایت کردوں گی"۔ وہ پہلے گھبرائی پھر فوراً پراعتماد بن کر بولی تھی۔

"اچھا کیا کہو گی کہ تمہارا ہونے والا شوہر تمہیں تنگ کر رہا ہے"۔ بہت ہی شریر لہجہ تھا اس کا' وہ کٹ کر رہ گئی تھی' حجاب سے ایک نظر اسے دیکھ کر واپس نظر جھکا گئی تھی۔

"تم! میں نا تمہیں دیکھ لوں گی"۔ وہ غصہ میں بولی تھی۔

"ابھی دیکھ لو...... میں نے تو ابھی بھی کوئی پابندی نہیں لگائی' تم ہی پابندی لگاتی ہو ورنہ دل تو اپنی محبت کے بنا رہ ہی نہیں سکتا اور تم ہو کہ......" وہ ٹھنڈی آہ بھر کے بولا تھا اور ایمن نے اسے کافی بے بسی سے دیکھا تھا۔

"ہونہہ...... محبت، ساری محبت شادی کے چار دن بعد ہی رفو چکر ہو جائے گی' سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں"۔ وہ تمسخر اڑا کر بولی تھی۔ وہ اس کی محبت کو جانتی تھی پھر بھی مذاق کر گئی تھی' احد شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' ایمن کو یکدم شرمندگی ہوئی تھی اپنے الفاظوں پر۔

"احد! آئی ایم سوری...... میں مذاق میں کہہ گئی تھی پر پلیز ٹرائی ٹو انڈراسٹینڈ...... ہم ایسے نہیں مل سکتے مجھے اچھا نہیں لگ رہا' مجھے ہماری شادی میں چارم چاہئے"۔ وہ اس سے دل کی بات کہہ کر اسے سمجھانے لگی۔

"تو یار! جدائی سے کیا چارم آئے گا"۔ وہ اس کی منطق ہی نہیں سمجھ پایا تھا تبھی تنگ کر بولا۔

"احد! کہتے ہیں جدائی کے بعد کا جو ملن ہوتا ہے اس کا چارم ہی الگ ہوتا ہے اور میں ان فیلنگز کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں اس لئے پلیز تم سمجھو"۔ وہ اسے سمجھانے کے بعد تہیہ کرنے لگی تو وہ اس کے الفاظوں میں محبت کی چمک دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم نے تو فلسفہ ہی شروع کر دیا"۔ وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔ وہ اسے گھور کر بولی تھی اور وہ کھل کر مسکرا دیا تھا۔

"اچھا جناب! پھر کیسی بات ہے"۔ وہ مسلسل شوخ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"احد پلیز! تم میرے جذبات کو سمجھتے کیوں نہیں ہو"۔ وہ اس کی پیغام دیتی نگاہوں سے نروس ہو رہی تھی تبھی عاجزی سے بولی۔

"میں تمہارے جذبات کو سمجھتا بھی ہوں اور قدر بھی کرتا ہوں"۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر کافی میٹھی مسکان کے ساتھ بولا تھا۔ ایمن نے چونک کر اسے دیکھا تھا اس کے لہجے کی سچائی اور آنکھوں کی محبت نے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تم کو تنگ کرنا مجھے اچھا لگتا ہے' پر اب تمہاری خواہش کی قدر کرنا میرا فرض ہے' اس لئے اب میں تمہاری اس کوشش میں تمہاری پوری مدد کروں گا"۔ وہ محبت بھرے لہجے میں بولتا کہیں سے بھی وہ لاپرواہ سا احد نہیں لگا تھا' ایمن نے بہت محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا اور آگے بڑھ گئی تھی۔

"تھینکس......" وہ جاتے جاتے یکدم پلٹ کر اس سے بولی تھی اور چھپاک سے آگے بڑھ گئی تھی احد اس کی ادا پر مسکرا



کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆

"کہاں ہوتے ہو یار! ابھی اس دن کہہ رہے تھے میری شادی میں پورا ساتھ دو گے اور اب گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئے"۔ احد نے اسے آفس میں ہی ٹھیک ٹھاک سنا ڈالی تھی۔ دل کا شکوہ زبان تک آ گیا تھا۔

"احد! میں آفس بھی دیکھتا ہوں تم تو آج کل چھٹی پر ہو' سب کچھ مجھے ہی سنبھالنا پڑ رہا ہے اس پر بھی تم مجھے ہی سنا رہے ہو' سمجھنے کی کوشش کرو"۔ وہ سنجیدہ سے انداز میں بولا تو احد کو یکدم ہی اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔

"ہاں یہ بھی ہے"۔ وہ تھوڑا شرمندہ ہوا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ شاپنگ کہاں سے کرنی ہے تمہیں......؟ میری بھی تو تم ہی کرو گے' ٹائم کو مینج کرو شادی کا مینیو بھی ڈیسائڈ نہیں ہوا ہے اب تک' لگتا ہے کسی کو میری شادی کروانے کی فکر ہی نہیں ہے"۔ وہ مصنوعی غصے اور ناراضگی سے بولا تھا' اپنی جون میں لوٹتے ہی اسے پھر اپنی شادی کی فکر لگ گئی تھی۔

"احد! ایسا کچھ نہیں ہے سب سنجیدہ ہیں تم ہی غیر سنجیدہ لگ رہے ہو' ویڈنگ آرگنائزر تم نے خود ڈیسائڈ کیا تھا ورنہ میں بھی مینج کر سکتا تھا"۔ وہ اسے اس کی کوتاہی بتانے لگا' اس کی شادی کے لئے اس کی نظر میں بہت سے آرگنائزر تھے پر اس نے یہ ذمہ داری خود ہی اپنے سر لے لی تھی اور اپنی پسند کی کمپنی کو ہائر کیا تھا۔

"ہاں پر وہ لوگ میٹنگ کا ٹائم فکس ہی نہیں کر رہے ان کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب ہی نہیں آیا اور مجھے ان سے ہی ویڈنگ آرگنائز کروانی ہے"۔ وہ منہ بنا کر بولا تو معصب کے لبوں پر تبسم آ گیا اس کے بچوں کے سے انداز پر۔

"تم اور ایمن انہی سے کیوں اپنی ویڈنگ آرگنائز کروانا چاہتے ہو' جبکہ کراچی میں بیسٹ کمپنیز موجود ہیں اور اس کمپنی کی برانچ کو کراچی میں آئے 2 سال ہی ہوئے ہیں"۔ وہ واقعی تعجب میں تھا ان کی ضد کو لے کر' جبکہ کراچی میں بہت بڑی کمپنیز موجود تھیں اس کا ایک دوست بھی یہی کام کرتا تھا اور کافی مشہور بھی تھا۔

"معصب! تم نے دیکھا نہیں ہے وہ بہت اچھا کام کرتے ہیں' اپنائیت جھلکتی ہے ان کے کام سے' میرے دوست کی ویڈنگ انہوں نے ہی آرگنائز کی تھی اور تب میں نے اور ایمن نے یہ ڈیسائیڈ کر لیا تھا کہ ہم انہی سے اپنی ویڈنگ آرگنائز کروائیں گے"۔ معصب اس جواز پر کافی دیر تک مسکراتا رہا تھا' وہ ان دونوں کو جانتا تھا بہت ہی ضدی تھے پر کچھ خاص ضرور تھا جو دونوں کی منظور نظر ایک جگہ ٹھہری تھی۔

"ٹھیک ہے تم ابھی جاؤ' میں میٹنگ فکس کر کے خود بات کر لوں گا وہ ہی تمہاری ویڈنگ آرگنائز کریں گے"۔ معصب نے حتمی انداز میں کہا تھا اپنے بھائی کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا اپنے رشتوں کے لئے وہ انتہا پسند تھا۔

"او کے پھر میں چلا"۔ وہ بھی مطمئن ہو کر چلا گیا تو معصب نے اپنی سیکریٹری سے کہہ کر میٹنگ فکس کروالی اور اپنے کام میں لگ گیا' وہ کافی عجیب تھا ایک روبوٹ جیسا پر شاید اس سے بھی زیادہ پتھر جس پر کوئی اثر نہیں ہوتا یا شاید اس کے جذبات ہی برف کی سل کی طرح تھے۔

☆

"ربان پلیز! آج آپ مینج کر لو میں کل کا پروگرام سیٹ کر لوں گی' آج میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے"۔ وہ فون پر بات کر رہی تھی اور جازبہ مسکرا رہی تھی' اس نے لائن کاٹ کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم اتنی سی عمر میں کتنا کچھ کر رہی ہو' میں بہت حیران ہو جاتی ہوں' پھر تمہیں دیکھ کر تسلی کرتی ہوں' تم جیسے لوگ بھی دنیا


www.pdfbooksfree.pk

میں ہوتے ہیں مضبوط دل"۔ وہ ستائش سے بولی تو وہ اس کی تعریف پر مسکرادی تھی۔

"جازبہ! اللہ کی بہترین نعمت ایک مخلص دوست ہوتا ہے اور میں اس معاملے میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے تم جیسی اور تیمور جیسا اچھا دوست ملا"۔ وہ اس کو مشکور نظروں سے دیکھنے لگی تھی وہ جازبہ کی دل سے مشکور تھی۔

"مگر سچ میں تم واقعی حیران کن ہو' تمہاری قابلیت اور ایسی ٹف لائف دیکھ کر میں کافی حیران ہوں"۔ وہ واقعی اس سے محبت کرتی تھی اور اس کی کیئر بھی۔

"کامیابی کا سب سے بڑا راز خود اعتمادی ہے اگر آپ قابل ہیں تو کامیابی خود آپ کے قدم چومے گی"۔ وہ سنجیدگی سے مسکرا کر بولی تو جازبہ اسے دیکھنے لگی' پہلے والی مسکان اور اب کی مسکان میں واقعی بہت فرق تھا ایک واضح فرق۔

"میری تو یہی دعا ہے کہ تم ایک روشن زندگی گزارو"۔ وہ صدق دل سے بولی تھی اور جانے کیوں مسکان کی آنکھوں میں کرب سمٹ آیا تھا۔

"زندگی کسی سے ادھار نہیں لی جاتی' اسے خود اپنے اندر روشن کرنا پڑتا ہے"۔ وہ بردباری سے بولی تھی پر لہجے کی لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔

"اینی وے...... تم نے میٹنگ کے ٹائمنگ کنفرم تو کر لئے ہیں نا مسٹر چغتائی کے' میں لیٹ نہیں ہونا چاہتی گھر بھی جلدی جانا ہے"۔ وہ مصروف انداز میں ٹاپک بدل گئی تھی خود کو اذیت دینا بہت آسان ہوتا ہے پر اس سے نجات مشکل۔

"ہاں...... چیک کرلیا ہے شام چھ بجے اور ربان کیسا ہے......؟ تم سے تو غصہ ہی رہتا ہوگا"۔ وہ انفارمیشن دینے کے بعد اس سے ربان کی بات کرنے لگی۔

"ہاں...... ٹائم جو نہیں دیتی ہوں اسے...... غصہ تو ناک پر رہتا ہے' انتہا کا جذباتی ہے میں چلتی ہوں وہ ویٹ کر رہا ہوگا پھر میٹنگ کے لئے دو گھنٹے بعد نکل جاؤں گی باقی سب تم مینج کر لینا"۔ وہ عجلت میں کہتی گھر کے لئے نکل گئی تھی کیونکہ ربان کی ناراضگی وہ افورڈ نہیں کرسکتی تھی۔

☆

وہ گاڑی کو بہت تیزی سے دوڑا رہی تھی جب کسی نے اس سے لفٹ مانگی' اس لڑکی کو کافی ڈرا سہا دیکھ کر اس نے گاڑی روک دی' وہ لڑکی فوراً اس کے پاس آ گئی' یہ روڈ کافی سنسان تھی وہ گاڑی روکنا نہیں چاہتی تھی پر اس لڑکی کا ڈرا سہا انداز دیکھ کر روک دی تھی۔

"پلیز ہیلپ می...... میری گاڑی خراب ہوگئی ہے اور یہ راستہ بھی کافی سنسان ہے"۔ وہ مدد طلب نظروں سے بولی تھی لہجہ بھی کافی گھبرایا ہوا تھا شام کے سائے اپنے پر پھیلا رہے تھے۔

"آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دیتی ہوں"۔ وہ خوش دلی سے بولی تو وہ بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی اور سکھ کا سانس لیا تھا۔

"تھینکس......" وہ مشکور تھی واقعی اس سنسان راستے پر کسی لڑکی کا اکیلا ہونا خطرے سے کم نہیں تھا۔

"ہیلو...... میرا نام مسکان ہے اور تم......؟" وہ مسکرائی تھی اور اس کا ڈر کم کرنے کو بات کا آغاز کیا تھا۔

"میرا نام ایمن ہے"۔ وہ بھی پہلی بار مسکرائی تھی شاید مسکان اپنی کوشش میں کامیاب ٹھہری تھی۔

"آپ کو کہاں جانا ہے......؟" اس نے سوال کیا۔

"مجھے اس ایڈریس پر جانا ہے"۔ اس نے اپنا کارڈ دیا تو مسکان حیران رہ گئی چغتائی محل کا کارڈ دیکھ کر۔

"آپ مسٹر چغتائی کی بیٹی ایمن ہیں"۔ وہ کافی دلچسپی سے اب اسے دیکھ رہی تھی۔



"جی پر آپ......" ایمن اس کے نام لینے پر بولی اس کی نگاہ میں کوئی آشنائی نہیں تھی پر اس کے لہجے میں ایک نرمی تھی۔

"میں آپ کی ویڈنگ آرگنائزر ہوں مسکان"۔ وہ اپنا تعارف کروا کر بولی۔

"رئیلی......؟" وہ خوش ہوگئی تھی۔

"جی میں بھی میٹنگ کے لئے آپ کے گھر ہی جا رہی تھی"۔ وہ کافی مستعدی سے گاڑی چلاتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ تو اچھا ہوا جو مجھے تم مل گئیں اب میں آرام سے تمہیں راستے میں اپنے پروگرام کی سیٹنگ بتادوں گی"۔ وہ پر جوش ہو کر بولی۔ مسکان اس کے اتنی جلدی بے تکلف ہونے پر حیران تھی پر اپنی حیرانی جھٹک کر اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"ضرور تم مجھے بتادو میں کوشش کروں گی کہ تمہاری خواہشات کو پورا کر سکوں"۔ وہ خلوص دل سے بولی تھی اور ایمن کو جانے کیوں یہ لڑکی بہت پیاری لگی۔

"تھینکس......" "میں نے اور احد نے آپ کی آرگنائز کی ہوئی شادی اٹینڈ کی تھی اور ہم نے تب ہی ڈیسائیڈ کرلیا تھا کہ ہم بھی اپنی شادی آپ کی کمپنی سے آرگنائز کروائیں گے"۔ وہ کافی باتونی تھی اس لئے بولتی ہی جا رہی تھی احد کے نام پر مسکان نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"احد میرے ہونے والے ہسبینڈ ہیں"۔ ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولی تھی اور جانے کیوں مسکان کو وہ اس پل بہت حسین لگی تھی۔

"اوہ...... او کے......" مسکان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا پھر تمام راستے وہ اپنی مرضی بتاتی گئی تھی اور ایمن کافی غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

☆

"ہاں معصب...... تم نے ٹائمنگ تو یہی سیٹ کئے تھے نا میٹنگ کے......؟" احد چکر پر چکر کاٹ رہا تھا پر مسکان ابھی تک پہنچی نہیں تھی۔

"میری سیکریٹری نے ٹائم لیا تھا چھ بجے کا اور ابھی پورے پندرہ منٹ باقی ہیں احد"۔ وہ اس کی جلد بازی پر اسے ٹوک کر بولا تھا احد بھی خجل ہو گیا تھا۔

"اچھا......" وہ منہ بنا کر بولا تھا پھر داخلی دروازے کو دیکھنے لگا تھا۔

"ویسے اس کمپنی کے اونر کا نام کیا ہے......؟" معصب فائل میں کام کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولا تھا وہ اس کمپنی کے بارے میں کچھ خاص نہیں جانتا تھا۔

"اونر کا نام مسکان ہے"۔ وہ راہداریوں میں دیکھتا ہوا بولا تو ایک پل کے لئے معصب کے ہاتھوں میں پین لرز اٹھا تھا' چہرے پر سرخی آ گئی تھی۔

"اچھا......" وہ بے تاثر لہجے میں بولا تو احد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اس کی طرف بڑھا' اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ایمن اور مسکان کو آتا دیکھ کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا' ایمن تو اسے دیکھتے ہی غائب ہوگئی تو وہ مسکرا دیا پھر خوشی اور جوش سے مسکان کی طرف بڑھا تھا۔

"ہیلو مس مسکان...... میرا نام احد چغتائی ہے اور مابدولت کی ہی شادی آپ کو آرگنائز کرنی ہے"۔ احد کافی شوخ تھا اس لئے اس کو دیکھتے ہی شروع ہو گیا۔

"ہیلو...... مجھے بہت خوشی ہوگی آپ کی شادی آرگنائز کر کے"۔ وہ بولی تھی اور معصب جیسے زلزلوں کے جھٹکے کی زد



www.pdfbooksfree.pk

میں آ گیا تھا' یہ آواز تو معصب لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا' بے ساختہ ہی نظر اٹھی تھی پھر پلٹنے سے ہی انکاری ہو گئی تھی وہ وہی تھی کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا اس میں' بس کچھ تبدیلیاں آ گئی تھیں' وہ وہی دشمن جان تھی۔

''مجھے بھی اتنی ہی خوشی ہو گی' ویسے ان سے ملئے یہ میرے بڑے بھائی ہیں معصب چغتائی' آپ تمام امور ان کے ساتھ طے کر لیں جب تک میں ممی کو بلا کر لاتا ہوں''۔ وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا پر مسکان وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی تھی پھر ہر تاثر کو زائل کر کے آگے بڑھی تھی اور اس کے مدمقابل بیٹھ گئی اور کافی اعتماد سے اسے دیکھا تھا۔

''اوہ..... تو آپ ہیں مس مسکان جو اس کمپنی کو چلاتی ہیں''۔ کچھ تلخ منظر یاد آئے تھے لہجہ بہت کاٹ دار تھا آنکھوں میں بھی طنز کا ایک خاص تاثر تھا' وہ کافی حیران تھا پر اس کو سب سے زیادہ حیران اس کا اجنبی بننا لگ رہا تھا' مسکان نے کافی بے تاثر انداز سے اسے دیکھا تھا۔

''جی میں ہوں مسکان جو اس کمپنی کو چلا رہی ہوں''۔ وہ پر اعتماد اور کافی سرد لہجے میں بولی تھی۔

''کافی نام سنا ہے آپ کا' کافی کامیاب ہیں آپ''۔ وہ پھر طنز کر گیا تھا۔ مسکان نے کافی ناگوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اللہ کا کرم ہے جو اس نے مجھے اس قابل بنایا کہ آپ جیسا بندہ جو دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے مجھے جانتا ہے''۔ وہ بھی اب کے طنز سے بولی تھی اور معصب اس کی خود اعتمادی پر حیران ہو گیا تھا۔

''آپ بھولی کب تھیں مس مسکان مجھے جو آپ کو نہ جاننے کا دعویٰ کرتا''۔ اب کے لہجے میں کافی تپش تھی اور شعلے کی لپک تھی' وہ پانچ سال جس آگ میں جلا تھا سامنے والے کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ بھی اس آگ میں جلا ہو گا اور یہی بات اس کی خود پسند طبیعت کو پسند نہیں آ رہی تھی۔

''بھول جانا بہتر ہوتا ہے مسٹر معصب! عذاب مسلسل ختم ہو جاتا ہے''۔ وہ کافی تلخی سے بولی تھی اور معصب اس کے لہجے کی خودسری پر کھول کر رہ گیا تھا۔

''کافی قابلوں والی باتیں کرنے لگی ہیں آپ..... گڈ چینج''۔ وہ کافی تمسخرانہ انداز سے بولا تھا اور مسکان نے اسے دیکھ کر نگاہ کا زاویہ بدل لیا تھا۔

''قابلیت کبھی چھپی نہیں رہ سکتی' میرا خیال ہے ہمیں ضروری باتیں طے کر لینی چاہئیں اس شادی کو لے کر' مسز چغتائی بھی آ گئی ہیں''۔ وہ مسز چغتائی کو دیکھ کر بولی' وہ اسی طرف آ رہی تھیں تو معصب انہیں دیکھ کر چپ ہو گیا' ورنہ اس کے اندر ایک لاوا پھٹنے کو تیار تھا وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا پر سب کچھ چھوڑ کر باہر نکل گیا' تو مسکان بھی سکھ کا سانس لے کر بیٹھی پر اپنے دل سے آنکھ نہیں چرا سکی تھی۔

☆

''تم نے مجھے کیا اپنی شکل دیکھنے کے لئے بلایا ہے لڑکی! کچھ بولو گی بھی آخر بات کیا ہے.....؟ مسکان آج تم بہت تھکی تھکی سی لگ رہی ہو''۔ تیمور اس کے بلانے پر آیا تھا صبح ہی صبح اور وہ آفس میں بہت اداس تھی' تیمور اس کا بہترین دوست تھا اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر حیران رہ گیا تو پوچھا اس کے پوچھنے پر وہ مسکرا دی تھی۔

وہ اس کو ساری بات جو اس کے اور معصب کے بیچ ہوئی تھی بتا کر آخر میں رو دی تو تیمور اسے چپ کروانے لگا یہ لڑکی اسے بہت عزیز تھی۔

''مصیبت کے وقت آنسو بہانا بزدلی ہے' خاموشی اور سوچ بڑی سے بڑی مشکل سلجھا دیتی ہے''۔ وہ تسلی دے کر بولا تو وہ چپ ہو گئی پر دل میں ابھی بھی بہت غبار تھا' اندر جیسے ایک آتش فشاں تھا' اس کا اضطراب کچھ اور بڑھ گیا تھا۔



''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تیمور! میں کیا کروں.....؟'' وہ رونے کے بعد اب جھنجھلائی ہوئی لگ رہی تھی' تیمور نے کافی دیر تک اسے دیکھا تھا۔

''جھنجھلاہٹ کا سب سے موثر علاج ایک دوست ہوتا ہے' جس پر چیخنے چلانے کے بعد آپ اس کی گود میں سر رکھ کر رو سکیں' تم دوسرا کام رونا تو کر چکی ہو ہاں اگر پہلا کام یعنی چیخنا چلانا بھی کرنا چاہتی ہو تو کر سکتی ہو پر پلیز پہلے مجھے کاٹن دے دو میں اپنے کان بند کر لوں' کہیں سر میں درد نہ ہو جائے''۔ وہ سنجیدگی سے کہتے کہتے بات کو مزاح کا رنگ دے گیا تا کہ وہ ہلکی پھلکی ہو جائے تو وہ مسکرا دی تھی' آج اسی کی وجہ سے ہی وہ زندگی کی طرف لوٹی تھی۔

''تم بہت اچھے دوست ہو تیمور! میں واقعی بہت ٹینشن میں تھی پر تم نے سارے ماحول کو بدل دیا کوئی صحیح کہتا ہے ان دوستوں کی عزت کرو جو اپنے مصروف وقت میں سے کچھ لمحے نکال کر تمہیں دیتے ہیں پر ان دوستوں سے محبت کرو جو اپنی مصروفیات کو ترک کر کے آپ کے پاس ضرورت کے وقت موجود ہوں اور تم انہی میں سے ایک ہو''۔ وہ سچائی سے بولی تھی اس کی آنکھوں میں ایک عقیدت تھی۔

''تو پھر کرتی ہو نا مجھ سے محبت.....؟'' وہ شرارت سے پوچھنے لگا پر باہر کھڑا معصب اس کی بات سن کر ہی لال ہو گیا' وہ مسکان سے بات کرنے آیا تھا پر یہ جملہ سن کر باہر ہی رک گیا تھا جواب سننے کے لئے' ایک بار پھر شک کے دروازے وا ہوئے تھے۔

''ہاں بہت بے انتہا''۔ وہ بھی شریر لہجے میں بولی تو معصب باہر سے ہی پلٹ گیا' وہ واقعی بہت بدل گئی تھی شاید اس کے لئے پر اس کی دنیا بھی بدل گئی تھی۔

''اچھا میں چلتا ہوں' کوئی اور بات تو نہیں ہے نا''۔ وہ تسلی کے لئے پوچھ بیٹھا تھا اپنی اتنی عزیز ہستی کو وہ کسی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

''نہیں اب کوئی بات نہیں ہے پر میں واقعی معصب کو مسٹر چغتائی کی فیملی کا ممبر دیکھ کر حیران تھی وہ بالکل نہیں بدلا ہے' ویسا ہی ہے کٹھور' سنگدل اور بے حس''۔ آنکھوں میں اب بھی کچھ نمی تھی تیمور فوراً ٹوک گیا۔

''اوں ہوں..... اب نہیں تمہیں پتہ ہے مسکان ایک چڑیا کی طرح ہوتی ہے جس کی چہچہاہٹ ہمارے کانوں کو بہت بھلی لگتی ہے اور مجھے لگتا ہے تمہارے ہونٹ ان کا بہترین گھروندا ہیں اس لئے مسکراتی رہا کرو سمجھیں.....'' وہ تاکید کر کے چلا گیا تو وہ مسکرا دی اور کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

☆

وہ اس محل میں آ گئی تھی جہاں اسے ساری تیاریوں کو ڈسکس کرنا تھا دو دن بعد سنگیت تھا اور اسے ساری تیاری آج ہی سے شروع کرنی تھی وہ واقعی محل تھا وہ حیران تھی۔ گاڑی پارک کر کے راہداری میں ہی اسے احد مل گیا تھا' وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی تھی فارملی وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

''ہیلو مس مسکان.....''

''ہیلو.....''

''سچ اچھا ہوا آپ جلدی آ گئیں مجھے تو ٹینشن ہو گئی تھی کہیں میری شادی کی ساری پلاننگ دھری کی دھری ہی نہ رہ جائے''۔ وہ مسکینی سے بولا۔

''آپ بے فکر رہیں میں آپ کی شادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گی سب پرفیکٹ ہو گا''۔ ہلکا سا تبسم چہرے پر سجائے وہ بہت پروفیشنل لگ رہی تھی' معصب دور سے یہ سب دیکھ رہا تھا وہ چھوٹی سی لڑکی کتنی پر اعتماد تھی یا پھر شاید صرف


www.pdfbooksfree.pk

لگ رہی تھی۔

"تھینکس کہ آپکو میرا خیال ہے ورنہ اور لوگوں کو تو میرا خیال ہی نہیں ہے وعدہ کر کے مکر جاتے ہیں کیوں مسکان جی...... آپ کا کیا خیال ہے وعدہ خلافی کے بارے میں......؟" احد نے معصب کو آتا دیکھ کر طنز کیا تو وہ نظر چرا گیا۔

"ہاں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں انسان کو ایسا کام کرنا ہی نہیں چاہئے کہ وہ لوگوں سے اور لوگ اس سے نظر چرائیں"۔ لہجہ خاص طنز لئے ہوئے تھا چوٹ اس پر کی گئی تھی وہ سلگ کر رہ گیا تھا۔

"ارے واہ مسکان جی! آپ تو کافی تجربے والی باتیں کرتی ہیں"۔ احد اس کی ذہانت پر اور برجستہ جواب پر کافی حیرت زدہ تھا فوراً ستائش سے بولا۔

"تجربہ مفت میں ملنے والی چیز نہیں اس کے لئے اک وقت اور عمر گنوانی پڑتی ہے"۔ وہ رسانیت سے بولی' معصب نے غور سے اسے دیکھا تھا وہ بہت سنجیدہ تھی۔

"آپ واقعی بہت سمجھدار ہیں مجھے آپ سے دوستی کرنی چاہئے کچھ تو فائدہ ہوگا"۔ وہ معصب کو جان بوجھ کر اگنور کر رہا تھا' اپنی خفگی ظاہر کر رہا تھا۔

"زندگی میں مفاد کے لئے کبھی دوستی مت کیجئے گا اکیلے رہ جائیں گے میرے خیال میں ہم سنگیت کا فنکشن ڈسکس کر لیتے ہیں"۔ وہ مدعے پر آئی تھی اس خاندان سے زیادہ دوستی وہ افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ' میرے ارادے تو بہت سے ہیں اس فنکشن کو لے کر پر پتہ نہیں وقت ہے کہ نہیں"۔ احد کچھ کشمکش میں تھا' معصب بھی خاموش تماشائی بنا دیکھ رہا تھا اس درمیان وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

"جو شخص ارادے کا پکا ہو وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے آپ بے فکر رہیں سب ہو جائے گا"۔ وہ مسکرا کر اسے تسلی دے رہی تھی اور ساتھ میں اپنے آپ پر اپنا اعتماد بھی ظاہر کر رہی تھی۔

"میرے خیال میں معصب! تم یہاں میرے فنکشن کو ڈسکس کرنے آئے تھے اور ابھی تک چپ ہو' کچھ تو شرمندہ ہو جاؤ"۔ وہ اسے شرم دلا رہا تھا کافی دیر اس کے بولنے کا انتظار کر کے وہ خود ہی جھنجلا کر بولا تھا۔

"تم مجھ سے کچھ پوچھ رہے ہو کیا......؟ شاید تم کو مجھ پر اب بھروسہ نہیں رہا ہے"۔ وہ سنجیدگی سے پہلی بار بولا تو مسکان کو لگا جیسے اس کا سارا اعتماد متزلزل ہو جائے گا۔

"ہاں یہ تو ہے تم ارادہ ہی اتنی جلدی بدلتے ہو اتنے شدت پسند ہو کہ بھروسہ وہ بھی اپنی شادی کے لئے میں تم پر قطعی نہیں کر سکتا اور اس بات پر مسکان جی میرا ہی ساتھ دیں گی' کیوں مسکان جی......؟" احد نے مسکان کو بھی گھسیٹا تو وہ کچھ بے زار ہو گئی پھر فارمل انداز میں مسکرا کر گویا ہوئی۔

"میں ان کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتی' پر میرا ایک اصول ہے اگر کسی پر بھروسہ کرو تو آخر تک کرو نتیجہ چاہے کچھ بھی نکلے' آخر میں یا تو آپ کو ایک اچھا دوست ملے گا یا پھر ایک سبق......" وہ بہت بردبار لگ رہی تھی پر ان لفظوں میں ایک گہرا طنز تھا۔

"ارے واہ مسکان جی! آپ تو مجھے قدم قدم پر حیران کر رہی ہیں"۔ احد داد دے کر بولا تھا پر معصب کے چہرے پر تناؤ کچھ اور بڑھ گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی...... مجھے ایمن کے پاس جانا ہے"۔ وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تو وہ اس کی پشت دیکھ کر رہ گیا۔ پانچ سال اپنے ساتھ بہت سے موسم ہی نہیں انسانوں کو بھی بدل گیا تھا' وہ بہت تمکنت اور وقار سے چلتی ہوئی اوپر کی طرف بڑھ گئی تھی' پر اپنے پیچھے چند الفاظ جیسے چھوڑ گئی تھی جو دماغ میں بازگشت کر رہے تھے۔



"وہ آج بھی ویسا ہی ہے تیمور! نہ اسے کوئی پشیمانی ہے نہ ہی اس کو اپنے کیے پر شرمندگی' وہ بالکل نہیں بدلا پر شاید کچھ اور غرور اور تکبر ضرور آ گیا ہے اس میں' اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تو مجھے کیوں اتنا فرق پڑتا ہے"۔ وہ تیمور کے سامنے آج پھر اپنا حال دل بیان کر رہی تھی اس کا دماغ انتشار کا شکار تھا وہ طوفانوں میں گھری ہوئی تھی اور اپنے آپ کو پرسکون کرنے کے جتن کر رہی تھی۔

"پھولوں کی طرح مسکراؤ مسکان! کیونکہ پھول مسکراتے اچھے لگتے ہیں' تم خود پر کسی چیز کا اثر مت لو' اپنے کام پر فوکس کرو بس"۔ وہ اسے اس حال میں دیکھ کر خود بھی اذیت میں آ جاتا تھا' وہ خود کو اس کی حالت کا ذمہ دار سمجھتا تھا' اس لئے اسے سمجھاتا ہوا بولا تو وہ تلخی سے مسکرا دی' آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

"میں کیسے مسکراؤ تیمور! وہ شخص اتنے زخم دینے کے بعد بھی کتنا پرسکون ہے اور میں بے گناہ ہوتے ہوئے بھی آگ کی لپٹوں میں ہوں"۔ واقعی شعلوں کی سی تپش تھی اس کے لہجے میں' پر اس تپش میں بھی ایک کرب تھا جو چھپائے نہیں چھپ رہا تھا۔

"مسکان! ہمیشہ ان زخموں کو بھول جاؤ جو تم کو دوسروں نے دیئے ہیں صرف ان زخموں کو یاد رکھو جو تمہارے باعث دوسروں کو ملتے ہیں تاکہ تم یہ یاد رکھ سکو کہ زخم تمہیں ملے یا تمہارے باعث دوسروں کو اذیت ایک ہی ہوتی ہے"۔ وہ بہت پیچیدہ باتیں کرتا تھا مسکان مسکرا دی۔

"تیمور! تم واقعی ایک بہت اچھے اور مخلص دوست ہو میں صرف یہ سوچتی ہوں کہ تمہاری اتنی محبتوں کا قرض کیسے چکا پاؤں گی"۔ وہ اسے پل میں ہر ٹینشن سے آزاد کر دیتا تھا' پر اس پل کی اضطرابی کیفیت مٹائے نہیں مٹ رہی تھی۔

"دوستوں کو محبت کا قرض دیتے رہو مگر واپسی کی طلب مت رکھو کیونکہ لین دین صرف سودوں میں ہوتا ہے رشتوں میں نہیں"۔ وہ سخت لہجے میں باور کرا کے بولا تھا مصنوعی خفگی لہجے میں عیاں تھی۔

"جی باس"۔ وہ بھی سر خم کر کے بولی تھی ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر تھی۔

"یہ بتاؤ ربان کہاں ہے؟ کافی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی"۔ وہ اپنے ٹاپک پر آیا تھا جس کے لئے یہاں آیا تھا۔

"وہ اپنے دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں گیا ہے تم یہ بتاؤ چائے پیو گے یا کافی"۔ وہ میزبانی پر آئی تھی۔

"کافی......" وہ فرمائش کر کے بولا' تو وہ کچن میں چل دی' سنگیت کا فنکشن کل تھا ساری تیاری مکمل تھی پر وہ پھر بھی تھوڑی نروس تھی۔

☆

وہ جب سے آئی تھی مسلسل معصب کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی پر اسے مکمل طور پر نظر انداز کر کے اپنے کام کر رہی تھی وہ اپنے کام سے مکمل طور پر مطمئن تھی' ساری تیاریاں پرفیکٹ تھیں پر شاید مسز چغتائی جو احد کی مما تھیں بہت زیادہ نروس ہو رہی تھیں' اس لئے بار بار پوچھ رہی تھیں۔

"مسکان بیٹا! ساری تیاری مکمل ہے نا......؟" وہ کافی کانشس ہو رہی تھیں۔

"جی آنٹی! سب ریڈی ہے آپ ٹینشن نہ لیں"۔ وہ تسلی دینے والے انداز میں بولی۔

"بے فکر کیسے رہوں بیٹا! اس خاندان کی پہلی شادی ہے اور دونوں طرف کی ذمہ داری ہمیں ہی نبھانی ہے' ایمن کی اور اس کی ماں کی ذمہ داری بھی ہماری ہے' جب ایمن کے ابو کا انتقال ہوا تھا وہ بہت چھوٹی تھی' فاطمہ کو تو اپنا ہی ہوش نہیں تھا' ایمن کو اولاد کی طرح چاہا ہے میں نے"۔ وہ کافی ایموشنل ہو رہی تھیں' شاید ایک لڑکی کی شادی کافی



www.pdfbooksfree.pk

جذباتی مناظر کی عکاسی ہوتی ہے۔

''آنٹی! بے فکر ہو جائیں سب کچھ پرفیکٹ ہے''۔ وہ ایک بار پھر ان کا ہاتھ تھام کر بولی' وہ معصب کو مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی' شاید وہ اپنے آپ کو پرسکون ہی رکھنا چاہتی تھی' سنگیت شروع ہو گیا تھا۔

''میں ایمن کو لے کر آتی ہوں''۔ وہ یہ کہہ کر آگے بڑھی ہی تھی کہ اس نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا تو معصب کو دیکھ کر ششدر رہ گئی' بہت طنزیہ مسکراہٹ سجائے وہ اسی کو دیکھ رہا تھا' وہ لان کی طرف بڑھ گئی تھی آنکھوں میں دھند کی دیوار سی آ گئی تھی' وہ لان میں آ گئی تھی دو آنسو ٹوٹ کر گال پر بہہ نکلے تھے وہ خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی پر ہو رہی تھی۔

''مسکان......'' ایک مدھم سی سرگوشی تھی' اس نے پلٹ کر دیکھا تھا وہ وہی تھا' شہزادوں سی آن بان لئے اس کے مقابل کھڑا تھا۔

''کیا ہوا...... مجھے پہچانا نہیں کیا......؟ اتنی جلدی بھول گئی ہو مجھے''۔ وہ تمسخر اڑا کر بولا تو وہ چپ سی ہو گئی پھر تلخی سے مسکرا کر اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''کبھی ملے تھے چہرے گلاب کی مانند
انہی کی یاد ہے دل میں عذاب کی مانند''

وہ بہت گہرا طعنہ دے گئی تھی' معصب کا چہرہ پل میں سرخ ہوا تھا اسے کندھوں سے تھام کر خود کے قریب کیا تھا یہ اس کی جنون خیزی ہی تھی وہ واقعی بہت شدت پسند تھا' اسے اپنا اگنور کئے جانا بھی قطعی پسند نہیں تھا' انسانی فطرت ہوتی ہے خود اگنور کرنا ان کا غرور ہوتا ہے' پر خود اگنور ہونا ان کی غیرت پر تازیانہ ہوتا ہے۔

''تم سمجھتی کیا ہو خود کو......؟ اتنا سب کچھ کرنے کے بعد بھی پرسکون ہو اور میری زندگی عذاب کر دی ہے ایک پل سکون میسر نہیں آیا ہے مجھے ان پانچ سالوں میں اور تم تو جیسے بالکل پرسکون ہو گئی ہو' ایک جھیل کی مانند......'' وہ اپنا غصہ اپنا جنون اس پر واضح کر رہا تھا اس کی پرسکون آنکھوں میں طغیانی دیکھنا چاہتا تھا۔

''دوسروں پر انگلی تب اٹھانی چاہئے جب خود میں کوئی برائی نہ ہو' بے عیب انسان تلاش کرتے کرتے انسان خود اکیلا رہ جاتا ہے اس لئے مسٹر معصب جہانزیب چغتائی! مجھ سے سوال کرنے سے پہلے جواب اپنے اندر تلاش کریں''۔ وہ اپنا آپ چھڑا کر اس پر بھپر پڑی تھی۔

''ہاں جواب تو واقعی مجھے اپنے اندر سے ہی لینا چاہئے پر تم ان سوالوں کو کیوں نہیں پوچھتی ہو جن کا جواب مجھے خود سے لینا چاہئے''۔ وہ آج شاید سب الزام اسے دینے کے درپے تھا۔

وہ بہت کچھ کہنے کی تمنا میں بھی کچھ نہ کہہ پائی تھی اور معصب نے اسے بہت عجیب نظروں سے دیکھا تھا شاید حیرانگی تھی یا پھر کوئی اور تاثر وہ سمجھنے کی حالت میں نہیں تھی۔

''تم آخر سچ کو مان کیوں نہیں لیتی ہو کہ بے وفائی کی مرتکب تم ہی تھیں''۔ وہ طنز کر رہا تھا' اس کا یہ اطمینان اسے بے اطمینان کر گیا تھا۔

''مسٹر معصب! اپنا زخم اسے کبھی نہیں دکھانا چاہئے جس کے پاس اس کا مرہم نہ ہو اور افسوس کے اب آپ کے پاس سے مجھے وہ مرہم میسر نہیں ہوگا''۔ وہ بھی اسی کے انداز میں بولی تھی لہجہ کاٹ دار تھا۔

''زخم' تم زخم کی بات کرتی ہو میں تو آج تک اپنے ایک فیصلے پر پچھتا رہا ہوں' کاش میں نے وہ فیصلہ نہ لیا ہوتا یا وہ سچائی ہی میرے سامنے نہیں آئی ہوتی تو میں اس غم سے تو بچ جاتا''۔ اس کے لہجے میں پچھتاوے کا احساس تھا۔ مسکان کے اندر چھناکے سے کچھ ٹوٹا تھا' کتنا کچھ بکھرا تھا اس کے وجود میں۔



''ٹھیک کہا آپ نے' آپ کو واقعی غم ہے اور میری نظر میں بیدار کر دینے والا غم غافل کر دینے والی خوشی سے بہتر ہے''۔ وہ بہت پر اعتماد انداز میں جیسے بہت کچھ سرزد ہونے کا الزام اپنے سر پر لے رہی تھی' اپنے آپ کو جوڑنے کا عمل وہ ٹوٹنے سے پہلے ہی شروع کر گئی تھی۔

''تم بہت خود غرض ہو گئی ہو مسکان! مجھے یقین نہیں آتا تم وہی مسکان ہو پر سچ کہا ہے کسی نے ...... محبت کے نام پر آج کل صرف دھوکا ملتا ہے اور تم بھی ایک ایسا ہی فریب ہو''۔ وہ کہہ رہا تھا اور مسکان کی روح تک کو گھائل کر رہا تھا' اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی اس کا موبائل رنگ کرنے لگا تھا۔

''ہیلو...... جی مسز نعیم! او کے میں ابھی آ رہی ہوں آپ پلیز ربان کا خیال رکھئے گا میں ابھی آ رہی ہوں''۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی پھر پلٹی تھی اور بہت زخمی نظروں سے اسے دیکھ کر فقط اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

''آپ کی ذرا سی بات دوسروں کو زخم بھی دے سکتی ہے اور مرہم بھی' زبان اگرچہ تیز نہیں لیکن تیر سے زیادہ زخمی کرتی ہے' کبھی غور کیجئے گا اپنی سفا کی پر بھی مسٹر معصب! اگر میں بدلی ہوں تو اس کے ذمہ دار بھی آپ ہیں' بہت کچھ ایسا ہوا ہے جس کا ادراک آپ کو نہیں' پر جس پل آپ حقیقت سے آشنا ہوں گے بہت پچھتائیں گے''۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی تھی اپنے پیچھے دیکھے بغیر کہ معصب اس کے ان لفظوں پر کتنا ششدر تھا' پر اب بھی سب الجھا ہوا تھا اور جب شیشوں پر دھند آ جائے تو کوئی بھی عکس واضح نہیں ہوتا۔

☆

مایوں کا دن بہت قریب تھا اور معصب اپنا کیا گیا وعدہ بہت اچھے سے نبھا رہا تھا ہر کام میں دلچسپی لے رہا تھا' اس کے انداز میں بے زاری نہیں تھی ہر کام وہ دل سے کر رہا تھا' مسکان بھی اپنے کام بہت خوبصورتی سے انجام دے رہی تھی کہیں کسی چیز کی کمی نہیں تھی پر اب کوئی نظر تھی جو بہت باریک بینی سے دونوں کا جائزہ لے رہی تھی' ایمن کی مسکان سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی دونوں ہم عمر تھیں اور بہت صاف دل کی' اس لئے جلد ہی دوست بن گئی تھیں۔

احد اور معصب دونوں شاپنگ کے لئے مال گئے تھے جب احد نے مسکان کو ایک بوتیک سے نکلتے ہوئے دیکھا تو اس کی طرف آ گیا' معصب نے مسکان کو دیکھا نہیں تھا اس لئے اس طرف چل دیا تھا۔

''ارے واہ مسکان! آپ یہاں......؟'' وہ بالکل گھر کے فرد کی طرح ہو گئی تھی اس لئے احد کو وہ بالکل بہن کی طرح عزیز ہو گئی تھی' سو بے تکلفی کی دیوار بہت پہلے ہی چاک ہو گئی تھی۔

''جی وہ......''

''مسکان! ربان تمہیں بلا رہا ہے یہاں کیا کر رہی ہو......؟'' وہ کچھ کہنے والی ہی تھی کہ اس آواز نے ان تینوں کو ایک ساتھ اس طرف متوجہ کیا تھا' معصب کے ماتھے پر بلوں کا اور آنکھوں میں حیرت کا آنا مسکان نے فوراً نوٹ کیا تھا' حیران تو احد بھی تھا پر اس جتنا ششدر نہیں تھا' تیمور وہاں کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک چار یا ساڑھے چار سال کا سرخ و سفید رنگت کا اور بہت ہی حسین نقوش کا بچہ منہ پھلائے کھڑا تھا اور مسکان کو بہت شکایتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''یہ......'' احد نے سوالیہ نظروں سے پوچھا تھا۔

''مما! آج بھی آپ مجھ کو ٹائم نہیں دے رہی ہیں اپنے کام میں بزی ہو رہی ہیں آج کا دن میرا تھا پھر آپ یہاں کیا کر رہی ہیں مجھے اکیلا چھوڑ کر......؟ میں نے آپ کے ساتھ شاپنگ کرنی تھی اکیلے نہیں......'' مسکان کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ بچہ بنا فل اسٹاپ اور کومہ کے شروع ہو چکا تھا اور اس کے لفظ مما نے جتنا حیرت میں احد کو ڈالا تھا اس سے زیادہ حیران و ششدر معصب کو کیا تھا' اس نے غور سے بچے کو دیکھا تھا' کچھ ہلچل سی شہر دل میں ہوئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

''ہاں بیٹا...... آپ صحیح کہہ رہے ہو آئی ایم سوری پر مما آپ کے لئے ٹوائے پسند کرنے جا رہی تھیں کہ یہ انکل مل گئے''۔ وہ اس کو صفائی دینے لگی تھی پھر اس کو ان دونوں کی طرف متوجہ کیا تھا۔

''یہ آپ کا بیٹا ہے......؟'' احد پہلے سنبھلا تھا اس لئے پوچھنے لگا اور اس کا جواب سننے کے لئے معصب فوراً اسے سوالیہ نظروں سے جانچنے لگا تھا۔

''جی ہاں...... یہ میرا بیٹا ہے ربان جہانزیب''۔ وہ اعتماد سے بولی تھی پر ''میرا'' پر خاص زور دیا گیا تھا' معصب نے بہت تیز نظروں سے اسے گھورا تھا' ایک شکایت نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھوں میں در آئی تھی۔

''مما! یہ کون ہیں......؟'' بچہ بہت معصومیت سے پوچھ رہا تھا پر آنکھوں میں خفگی اب بھی تھی۔

''بیٹا! یہ میرے کلائنٹس ہیں اور آپ تیمور کے ساتھ جاؤ' میں 5 منٹ میں آپ کو جوائن کرتی ہوں''۔ وہ بچے کو ٹال گئی تھی' اس کے جانے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو اَب بھی اس کو دیکھ رہے تھے' معصب نے کافی بے چینی سے اسے پلٹ کر جاتے دیکھا تھا۔

''آپ کا ایک بیٹا بھی ہے......؟ آپ نے کبھی بتایا نہیں''۔ احد نے پوچھا۔

''شاید اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس کے وجود کی ٹھنڈک صرف میرے لئے ہے اس لئے اسے ہر گرم دھوپ سے بچانے کے لئے میں نے اسے کسی کے ساتھ ڈسکس کرنا مناسب نہیں سمجھا اور میں اپنی پروفیشنل اور پرسنل لائف الگ رکھتی ہوں' اپنی وے میں ابھی چلتی ہوں ورنہ میرا بیٹا پھر غصے میں آ جائے گا وہ بھی بہت غصے والا ہے''۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی' پر اپنے اس جملے کے ''بھی'' پر وہ غور نہیں کر پائی تھی جو روانی میں کہہ گئی تھی پر اس نے معصب کو بہت کچھ جتلا دیا تھا اور اندر کی بے سکونی کچھ اور سوا ہو گئی تھی۔

☆

وہ لان میں آیا تھا اور احد بھی اس کے پیچھے آ گیا تھا' وہ ابھی ویسے ہی ذہنی دباؤ سے گزر رہا تھا اسے دیکھ کر کچھ اور الجھ گیا۔

''تم اس طرح کیوں چکر کاٹ رہے ہو......؟'' احد نے تنقیدی انداز میں کہا تو معصب چونک گیا کچھ تو تھا اس کے لہجے میں کہ وہ اسے دیکھنے لگا۔

''مجھے نہیں پتا تھا معصب کہ اب تم مجھ سے بھی اپنا درد چھپاؤ گے یا شاید تمہیں اب کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا' اس لئے تم کچھ ری ایکٹ ہی نہیں کر رہے ہو' اب تو بول دو معصب 'سچائی کو''۔ وہ کافی ذو معنی انداز میں بول کر شاید اسے اکسا رہا تھا۔

''تم کیا جاننا چاہتے ہو میرے اندر کی کھولن کو یا میرے اندر کے درد کا اندازہ لگانا چاہتے ہو''۔

''میں جانتا ہوں احد! تم شاید سچائی جان گئے ہو پر میں ابھی اس حقیقت کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے اس شادی پر کوئی اثر ہو' ہم اس بارے میں شادی کے بعد بات کریں گے' کل ویسے بھی پکنک پر جانا ہے اور اس کے بعد ایمن کو مایوں بھی بٹھانا ہے' یہ ایک ہفتہ خاموشی سے گزار لو پھر تم جس سوال کا جواب مانگو گے میں دے دوں گا''۔ وہ بلاشبہ اسے بہت عزیز تھا اور اس کے لہجے کی مجبوری ولاچاری نے اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھا تھا' یہ وقت مناسب نہیں تھا اس لئے وہ بھی چپ ہو گیا۔

''ٹھیک ہے ویسے میں نے کل مسکان کو بھی بلایا ہے اور خاص ریکویسٹ کی ہے کہ کل وہ اپنے بیٹے ربان کو ضرور ساتھ لے کر آئیں وہ نیم رضامند تو تھیں پر دیکھو کل کیا ہوتا ہے''۔ وہ اسے آگاہ کر رہا تھا تاکہ کل اسے کوئی مسئلہ درپیش نہ ہو' وہ بہت منتشر تھا' بہت انتشار کا شکار تھا اس لئے اس نے اسے اس وقت اکیلا چھوڑنا ہی مناسب سمجھا تھا پر اپنے بھائی کے دکھ نے اسے بھی افسردہ کر دیا تھا۔



☆

وہ سب جانے کے لئے تیار تھے اور مسکان کا انتظار کر رہے تھے جب ہی وہ بھی آ گئی تھی' اس کو گاڑی سے اترتے دیکھتے ہوئے معصب نے بہت بے قراری کے ساتھ اس کے پہلو میں دیکھا تھا اور جیسے اسے بہت تسکین ملی تھی ربان کو اس کے ساتھ دیکھ کر۔ وہ کافی خوش ہو گیا تھا اور اس کے اک دم چمک اٹھنے والے چہرے کو احد نے بہت گہرائی سے دیکھا تھا اور اپنے اندر کی کیفیت کو چھپا گیا تھا' دماغ میں آنے والے کافی سوالوں کو جھٹک دیا تھا۔

''بھائی......'' احد نے جیسے اسے کچھ باور کروایا تھا لہجے میں ایک تنبیہ تھی۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں''۔ جیسے وہ بھی وقت کی نزاکت سمجھتا تھا اپنے آپ کو سنبھال کر بولا۔

''مسکان! دیر نہیں ہو گئی کچھ آپ کو''۔ احد مسکرا کر اس کی طرف بڑھا تھا اور جھک کر ربان کا گال چوم لیا تھا۔

''ہاں یہ شریر آنے کو ہی تیار نہیں تھا آپ نے بہت مان سے کہا تھا اس لئے اسے لے کر آئی ہوں زبردستی' ورنہ تو یہ آ ہی نہیں رہا تھا''۔ وہ مسکراتے ہوئے ربان کی طرف اشارہ کر کے بولی جو ناک بھوں چڑھائے منہ پھلائے کھڑا تھا' معصب نے کافی گہری نظر ان دونوں پر ڈالی تھی۔

''ارے واہ...... کیوں ہم آپ کو پسند نہیں ہیں کیا......؟'' معصب کے لہجے میں بے چینی سی تھی۔

''نہیں......'' بہت کھرا جواب تھا سب حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے' وہ پہلے ہی مسکان کے ساتھ ایک بچے کو دیکھ کر حیران تھے اور اب اس کا جواب۔

''وہ کیوں......؟'' وہ حیرانگی سے پوچھنے لگا۔

''اس لئے کیونکہ مما آپ لوگوں کے پاس آ جاتی ہیں اور مجھے ٹائم نہیں دیتی ہیں اور آج بھی ہم اکیلے ڈے انجوائے کرنے والے تھے پر مما مجھے یہاں لے آئیں''۔ وہ بہت صاف گوئی سے بول رہا تھا' وہ بہت سمجھدار تھا اور اس کی زبان بھی بہت صاف تھی سب تو اس کے مما کہنے پر ہی حیران تھے پر اس کی اتنی صاف گوئی پر معصب کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

''یہ آپ کا بیٹا ہے......؟'' ایمن نے حیرانگی سے پوچھا تھا آنکھوں میں واضح تحیر تھا۔

''ہاں یہ میری مما ہیں......'' ربان شاید بولنے کا بہت شوقین تھا اس لئے مسکان سے پہلے ہی بول پڑا تھا' چہرہ اب بھی خفگی کا غماز تھا۔

''میرے خیال میں باقی باتیں ہی سائیڈ پر چل کر کریں گے ابھی لیٹ ہو رہے ہیں''۔ مسٹر جہانزیب چغتائی بولے تو سب بس کی طرف بڑھ گئے۔ ربان' مسکان کی انگلی پکڑے چل رہا تھا اور معصب کا دل اس کو لینے کے لئے مچل رہا تھا پر وہ شاید آج مسکان سے چپک کر آیا تھا۔

وہ سب سفر پر روانہ ہو گئے تھے پر وہ مسکان سے ابھی بھی خفا تھا جو چپ تھا' وہ لوگ سی سائیڈ پر پہنچ گئے تھے اور شاید یہ موسم کا ہی اثر تھا جو ربان بھی مسکرا رہا تھا' سب لوگ کاٹیج میں تھے اور مسکان' ربان کو لئے پانی کی طرف آ گئی تھی اور شاید منا رہی تھی اور وہ کامیاب بھی ہو گئی تھی جو وہ کھلکھلا رہا تھا۔

''ربان......'' معصب کی پکار پر ان دونوں نے پلٹ کر دیکھا تھا مسکان تھوڑی خوفزدہ تھی پر اعتماد بھی تھا اپنی ذات پر۔

''جی......'' وہ مختصر بولا۔

''مجھ سے دوستی کرو گے......؟'' وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر پوچھنے لگا تھا' لہجے میں چاشنی تھی اس وقت کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی مغرور معصب چغتائی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

"پر میں آپ سے دوستی نہیں کر سکتا"۔ وہ صاف منع کر گیا۔

"وہ کیوں......؟" وہ سوالیہ نشان بنا تھا اور طنزیہ نظریں مسکان پر تھیں۔

"چلو ربان! اندر چلو تمہیں چینج کروادوں"۔ مسکان ہاتھ پکڑ کر آگے جانے لگی تو اس نے مسکان کا ہاتھ تھام لیا۔

"ارے مسکان! بچے کو بات تو مکمل کرنے دو' ہاں ربان! تم بولو بیٹا"۔ وہ ربان سے پوچھنے لگا جیسے اسی سے سارے راہ و مراسم ہوں' اس کے لہجے کی اور آنکھوں کی کاٹ نے مسکان کو دہلا دیا تھا' اک انجانا خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گیا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے ہاتھ چھوڑیں میرا"۔ وہ تنک کر بولی۔

"مسکان پلیز...... بیچ میں مداخلت مت کرو ویسے ہی میں بہت وقت گنوا چکا ہوں"۔ وہ بہت شکایتی اور جتانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"یہ آپ کا اپنا کیا گیا جرم ہے تو سزا کے حق دار بھی آپ ہی ہیں"۔ وہ ماضی کی طرف جا رہی تھی شاید۔

"وہ جو بھی ہو میں نہیں جانتا وہ سب کچھ' پلیز ربان کو کچھ وقت کے لئے میرے پاس چھوڑ دو ابھی"۔ وہ بہت عاجزی سے بول رہا تھا شاید اس کے لہجے میں ہی کچھ تھا جو وہ کچھ بھی کہے بنا پلٹ گئی تھی ربان کو وہاں چھوڑ کر' اس کے جانے کے بعد معصب نے بھی ربان سے دوستی کر لی تھی۔

☆

مسز چغتائی اپنے بیٹے کو 5 سالوں بعد مسکراتے دیکھ رہی تھیں وہ بھی ایک بچے کے ساتھ' وہ کافی حیران تھیں پر حیران سے زیادہ خوش تھیں' ان کے ایک فیصلے نے ان کے بیٹے کے چہرے سے ساری خوشیاں چھین لیں تھیں اور اب وہ آج مسکرا رہا تھا۔ وہ سب وہیں تھے' مسکان دور سمندر کے خوبصورت نظاروں کو ریت پر چلتے ہوئے دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ اپنے پیچھے کھڑے معصب کو محسوس ہی نہیں کر سکی تھی۔

"تم تو اکیلے پن سے ڈرتی تھیں پھر آج اتنی دور اکیلے کیسے آ گئی ہو"۔ اس نے پلٹ کر صرف خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا تھا' شاید اس نے طنز سے ذومعنی انداز میں کہا تھا۔

"طنز وہ آئینہ ہے جس میں دیکھنے والا اپنے سوا ہر کسی کا چہرہ دیکھتا ہے"۔ وہ بہت گہری بات بول کر پھر سے سمندر کی طرف دیکھنے لگی تھی شاید وہ منظر زیادہ دلچسپ تھا۔

"بہت سمجھدار ہو گئی ہو اس دنیا میں بیدار ہو گئی ہو' اکیلی بھی جی رہی ہو"۔ وہ شاید بہت کچھ جاننے کا متمنی تھا۔

"بیدار کر دینے والا غم' غافل کر دینے والی خوشی سے بدرجہا بہتر ہے اور میں یہ بات بہت اچھے سے سمجھ گئی ہوں"۔ وہ شاید آج لڑنے کے موڈ میں تھی پر پھر بھی اسے لاجواب کرنے کے در پر تھی۔

"ہاں شاید......" وہ جیسے اسی کی ہی تائید کر رہا تھا۔

"تم خوش ہو......؟" جانے کیا جاننے کی خواہش تھی۔

"پتا نہیں"۔

"تم مایوس ہو اپنے ماضی سے"۔ وہ نہ جانے کیا جاننا چاہتا تھا۔ وہ واقعی بہت شدت پسند تھا اسے اذیت دینے کے ہر حربے آزما رہا تھا۔

"مایوسی ایک دھوپ ہے جو سخت سے سخت وجود کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے اس لئے میں نے مایوسی سے رشتہ توڑ دیا ہے اور ویسے بھی میرے پاس مایوس ہونے کے لئے کوئی خاص وجہ نہیں ہے کیونکہ آج میرا بیٹا میرے پاس ہے'



ورنہ وقت کی ستم ظریفی تو شاید اسے بھی مجھ سے چھین لیتی"۔ وہ اب مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی اور بہت کچھ سنانے کے در پے تھی۔

"مسکان! تم نے مجھے ربان کے بارے میں کیوں نہیں بتایا......؟" وہ بہت شدت پسندی کا اظہار کرتے ہوئے اسے پکڑ کر جھنجھوڑ کر پوچھ رہا تھا۔

"کیوں...... آپ کون ہوتے ہیں اس کے......؟" وہ بہت تمسخرانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"تم شاید بھول رہی ہو صرف تمہارا حق نہیں ہے اس پر"۔ وہ جیسے آج سارے بھید کھولنے کے در پے تھا' سب کا میج میں تھے' ربان سوچکا تھا احد کے پاس اور وہ شاید سب جاننے کا اب انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

"نہیں...... میں کچھ نہیں بھولی ہوں پھر بھی آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔ وہ اپنا آپ چھڑا کر چیخ پڑی تھی' لہروں کے شور میں جیسے اس کی آواز دب گئی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے' باپ لگتا ہوں میں اس کا' اس کے وجود سے ہی تم نے مجھے آج تک انجان رکھا اور اب کہتی ہو میرا کوئی تعلق ہی نہیں ہے"۔ اس کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار تھی' وہ بھی اپنا ضبط کھو بیٹھا تھا۔

"باپ......" وہ بہت استہزائیہ انداز میں اسے دیکھ کر بولی۔

"یہ وہی اولاد ہے مسٹر معصب جہانزیب چغتائی! جسے آپ اپنی اولاد نہ مانتے ہوئے مارنے کے در پر تھے' اگر وہ آج یہاں ہے تو صرف میری وجہ سے' ورنہ آپ نے تو اسے مارنے کے سارے اقدام کر دیئے تھے"۔ وہ بھی غصے سے چیختی ہوئی بولی تھی پانچ سالوں کا غبار تھا۔

"وہ میرا بے وقوفی کا دور تھا پر تم یہ مت بھولو کہ وہ اب بھی میری اولاد ہے اور تم اب بھی میری بیوی ہو' اور یہ بات کوئی بدل نہیں سکتا تاقیامت"۔ وہ جیسے آج سارے سبق سکھانے کے در پر تھا' وہ بہت تلخی سے مسکرائی تھی۔

"زندگی میں دو راستے آتے ہیں آپ کے سامنے یا تو کسی چیز کو اپنا لو یا پھر بدل دو...... اس لئے اسے اپنا لو جسے بدل نہیں سکتے اور اسے بدل دو جسے اپنا نہیں سکتے' پر افسوس یہ دونوں ہی راستے میں اپنا نہیں سکتی نا تو میں آپ کو بدل سکتی ہوں اور نہ ہی اپنا سکتی ہوں' اس لئے زندگی کا تیسرا راستہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہوں جس دن یہ ٹوٹ گئی آپ کو ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دے گی"۔ بہت ہی سخت اور تلخ لہجے میں کہہ کر وہ پل بھر کو بھی نہیں رکی تھی چلتی چلی گئی تھی اور وہ فقط اسے دیکھ کر رہ گیا تھا' کسی چیز کا ادراک نہیں تھا اسے' وہ بس سوچ ہی سکا تھا پر اب بھی ماضی کا آئینہ دھندلا تھا۔

☆

وہ ٹیرس پر کھڑی چاند کو دیکھ رہی تھی جب اپنے پیچھے قدموں کی آواز سن کر چونکی تھی اور مڑی تھی' پیچھے احد کو دیکھ کر تھوڑا حیران بھی ہوئی تھی پھر مسکرا کر خوش آمدید کہا تھا۔

"کیسے ہیں آپ......؟ شادی تو دو دن بعد ہے اور ساری تیاریاں بھی مکمل ہو چکی ہیں کیا کوئی خاص کام تھا......؟" وہ تھوڑی تشویش سے بولی۔

"آپ چاند میں کسے ڈھونڈ رہی تھیں......؟" وہ بالکل الٹ سوال کر گیا جواب دینے کے بجائے۔

"کسی کو بھی نہیں' کیا چاند میں کوئی رہتا ہے جسے مجھے ڈھونڈنا چاہئے......؟" وہ شگفتگی سے مسکرا کر بولی تھی۔

"ہاں چاند میں محبت رہتی ہے اور آپ کو اس کو کھوجنا چاہئے کیونکہ وہ گم ہو گئی ہے آپ کی زندگی سے......" وہ بھی جیسے آج بہت اچھے موڈ میں تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

"نہیں مجھے میرے بیٹے کی محبت بہت وافر مقدار میں میسر ہے"۔ وہ نفی میں سر ہلا کر بولی تو احد جانے کیوں مسکرا دیا۔

"میں اس محبت کی نہیں دل کی محبت کی بات کر رہا ہوں"۔ احد سمجھ گیا تھا وہ کچھ بھی بتانے سے گریزاں ہے۔

"دل کی محبت......؟" وہ چونک کر زیر لب بڑبڑائی تھی اور خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں دل کی محبت...... وہی محبت جو آپ معصب سے اور معصب آپ سے کرتا ہے جو نجانے کہاں گم ہو گئی ہے"۔ وہ کھل کر بولا تو وہ ششدر رہ گئی۔

"آپ سب جانتے ہیں......" حیرت کی شدت سے وہ فقط اتنا ہی بول پائی تھی۔

"ہاں اور میں صرف آدھا سچ جانتا ہوں جو معصب نے مجھے بتایا تھا یقینی سکے کا ایک پہلو اور دوسرا پہلو مجھے آپ بتائیں گی میں نے آپ کی اور معصب کی باتیں سنی ہیں سمندر پر بھی اور گھر پر بھی اور مجھے لگتا ہے ایسا کچھ ہے جس سے معصب انجان ہے اور اپنی جذباتیت اور شدت پسندی میں وہ سب کچھ تہس نہس کرتا چلا گیا ہے' بس ورنہ شاید حقیقت کچھ اور ہے"۔ وہ بہت واضح الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر رہا تھا۔

"آپ یہاں ان کی وکالت کرنے آئے ہیں یا پھر کوئی تفتیش کرنے آئے ہیں؟ تو میں معذرت کے ساتھ آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی"۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی تو وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گی کیونکہ میں یہاں معصب کا بھائی نہیں بلکہ تمہارا بھائی بن کر آیا ہوں مسکان! میں نے تمہیں سچے دل سے اپنی بہن مانا ہے اور اس حقیقت سے جو معصب نے صرف مجھے بتائی ہے اور اس کے مطابق جس بناء پر تم دونوں علیحدہ ہوئے ہو مجھے اس بات میں کوئی سچائی نہیں لگتی' اس لئے میں تم سے سچائی جاننا چاہتا ہوں' ایک بھائی بن کر اپنی بہن کو سچا ثابت کر کے معصب کو اس کی غلطی کا احساس دلانا چاہتا ہوں' اس کے بعد اس کی جو بھی سزا ہو گی وہ تم خود تجویز کرو گی یہ ایک بھائی کا وعدہ ہے"۔ وہ بہت مان اور سنجیدگی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے یقین دلا رہا تھا' اس کی آنکھیں جیسے نم ہونے لگی تھیں اور وہ بس سر ہلا کر ماضی میں ڈوبتی چلی گئی۔

⟡┈┈┈☆┈┈┈⟡

ظہیر خالق کی دو بیویاں تھیں ایک راحیلہ بیگم اور دوسری شکیلہ بیگم' راحیلہ ان کی پہلی بیوی تھیں جن سے شادی والدین کی پسند سے کی تھی اور ان کا ایک بیٹا تھا تیمور ظہیر' لیکن ظہیر خالق کی پسند کی دوسری شادی کی وجہ سے وہ ان کو چھوڑ کر تیمور کو لے کر اپنے بھائی کے گھر چلی جاتی ہیں اور پھر کبھی پلٹ کر نہیں آئیں اس طرح ظہیر خالق کی دوسری بیوی ہی ان کی دنیا ہے' ان کی ایک ہی بیٹی تھی مسکان ظہیر چھوٹی سی چنچل سی' وہ بھی اس بات سے ناواقف تھی کہ اس کا کوئی سوتیلا بھائی بھی ہے' وہ اپنی زندگی میں بہت خوش تھی پر اس میں اعتماد کی کمی تھی' وہ پندرہ سال کی تھی جب اس کی والدہ اسے چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملی تھیں' وہ بہت ڈرپوک سی تھی اور اس کا کوئی دوست بھی نہیں تھا' وہ بہت معصوم تھی حسن میں بے حساب تھی وہ واقعی بہت حسین تھی' 18 سال کی وہ لڑکی کالج بھی بہت ڈر کر جاتی تھی پھر ایک دن اس کی زندگی میں وہ شخص آیا جس کا خواب ہر لڑکی دیکھتی ہے' پر مسکان شاید دوسری لڑکیوں سے بہت مختلف تھی' وہ اپنے کالج سے واپس آ رہی تھی جب اس کی ٹکر ایک گاڑی سے ہو جاتی ہے۔

"اوہ نو......" وہ جو کوئی بھی تھا بہت شریف تھا شاید تبھی اپنی غلطی مانتے ہوئے اس کی مدد کو نکلا تھا۔

"آئی ایم سوری! آپ کو لگی تو نہیں......؟" معصب اپنی بات مکمل بھی نہیں کر پایا کہ اس کا حسین صبیح چہرہ ہی اسے لوٹ کر لے گیا' ان جھیل سی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو ہی اس کا دل لے گئے۔

"آپ دیکھ کر نہیں چلا سکتے تھے......؟" مسکان خاصی ڈرپوک تھی پر تکلیف کی شدت سے وہ بھی جھلا گئی تھی۔



"آپ کو چوٹ لگی ہے میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں آئی ایم رئیلی سوری"۔ مسکان نے اسے دیکھا تھا' وہ واقعی بہت شرمندہ تھا دیکھنے میں کسی ریاست کا شہزادہ لگتا تھا' اس کو ایکدم سنسان سڑک کا اندازہ ہوا۔

"نہیں میں خود چلی جاؤں گی"۔ اس کی ازلی بزدلی عود کر آئی تھی وہ اس کی آنکھوں کی چمک سے گھبرا گئی تھی اس لئے فوراً اس کی دی گئی پیشکش کو مسترد کر گئی تھی۔

"آہ......" وہ اٹھی تھی پر تکلیف کی شدت سے سسکی نکل گئی تھی گھٹنے میں زیادہ چوٹ آ گئی تھی۔

"آپ کو زیادہ چوٹ لگی ہے میں آپ کو چھوڑ دوں گا' آپ بے فکر رہیں میں ایک شریف آدمی ہوں اور عورت کی عزت بھی بہت کرتا ہوں آپ ڈریں مت"۔ وہ اس کی آنکھوں کا خوف جان گیا تھا اس لئے سنجیدگی سے سمجھانے لگا۔

"پر میں......" وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"آپ بے فکر رہیں میں آپ کو عزت کے ساتھ آپ کے گھر چھوڑ دوں گا' ویسے بھی بھری دوپہر میں اس سنسان سڑک پر آپ کا اکیلا رکنا ٹھیک نہیں ہو گا"۔ مسکان نے دیکھا تھا وہ واقعی بہت شریف تھا۔ آج اس کی وین مس ہو گئی تھی اس لئے وہ پیدل نکل گئی تھی' حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اس کی پیشکش قبول کر لیتی ہے اور اسے اپنے گھر کا راستہ بتاتی ہے۔

"تھینکس"۔ گاڑی سے اترتے ہوئے وہ بھی اخلاق نہیں بھولی تھی وہ بہت بھولی بھالی اور معصوم سی تھی۔

"کوئی بات نہیں ویسے بھی غلطی میری تھی آپ اپنا خیال رکھئے گا"۔ وہ اس کی معصومیت پر مسکرا کر گاڑی آگے بڑھا لیتا ہے پر اس کی وہ جھیل سی آنکھوں میں تیرتے آنسو اس کا چین لوٹ لیتے ہیں وہ ہر روز اس کو دیکھنے کی خواہش میں اس کے کالج پہنچ جاتا تھا اور مسکان اس بات سے بے خبر کہ کوئی اسے چاہنے لگا ہے' وہ اپنے آپ میں مگن تھی۔

⟡┈┈┈☆┈┈┈⟡

وہ کمرے میں ہی تھی جب نوری ماسی نے بتایا تھا کہ کوئی مہمان آئے ہیں وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر نیچے آ گئی تھی کیونکہ ان کا کوئی رشتہ دار تھا نہیں' ماں اور باپ دونوں ہی اپنے والدین کے اکلوتے تھے اس کی طرح۔ وہ ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے دیکھتی ہے تو گنگ رہ جاتی ہے کیونکہ وہی شخص جس نے اس کی مدد کی تھی وہاں بڑی شان سے براجمان تھا اور اس کے پاپا سے بہت خوشگوار موڈ میں بات کر رہا تھا۔

مسکان ڈر جاتی ہے کہ کہیں وہ اس کی شکایت کرنے تو نہیں آیا اور اسی کیفیت میں اندر کی طرف بڑھ جاتی ہے اور سوچنے لگتی ہے پر اسے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا ہے کیونکہ کچھ دنوں بعد ہی یہ بات اُسے معلوم ہو جاتی ہے کہ ان موصوف کی یہاں موجودگی کی وجہ کیا تھی' ظہیر صاحب سے جب اسے پتہ چلتا ہے کہ معصب اس سے شادی کا خواہشمند ہے تو چند ثانئے وہ صرف ان کا منہ دیکھتی رہ جاتی ہے۔

"دیکھو بیٹا! میں جانتا ہوں تم یہ سوچ رہی ہو گی کہ ابھی تم چھوٹی ہو پر میری نظر سے دیکھو تو میری بیٹی ماشاءاللہ سے بہت بڑی اور سمجھدار ہو گئی ہے اور جب سے تمہاری ماں گئی ہے میں تمہیں لے کر تھوڑا فکر مند ہو گیا ہوں اور ویسے بھی ہمارے پیارے نبی فرماتے ہیں کہ بیٹیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اچھا ہے' معصب ایک اچھا لڑکا ہے' اپنا گھر ہے' اچھی جاب ہے' تم سے تھوڑا بڑا ہے پر ایک میچورڈ انسان ہے اور تمہارا خواہش مند ہے' مجھے یقین ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا اور میں بھی اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں اور تم کو خوش و خرم اور آباد دیکھنا چاہتا ہوں' اگر آج تمہاری ماں زندہ ہوتی تو وہ یہ سب تم سے کہہ رہی ہوتی پر اس کا یہ فرض میں پورا کر رہا ہوں"۔ وہ اس کی آنکھوں میں تیرتے سوالوں کا جواب دے کر بولے تو وہ گم صم سی ہو گئی۔


www.pdfbooksfree.pk

”کیا تم میرا مان رکھو گی......؟ میں نے اس رشتے کو منظوری دے دی ہے‘ لڑکا اکیلا ہے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے پر شریف کردار کا مالک ہے اور مجھے تمہارے لئے ایک ایسے ہی ہمسفر کی تلاش تھی“۔ وہ اس کے لئے سارے راستے بند کر گئے تھے اور اس سے جواب کے طلب گار تھے۔

”جیسے آپ کی مرضی پاپا!“ یہ کہہ کر وہ اندر چلی جاتی ہے تو ظہیر صاحب پرسکون ہو گئے تھے اور ایک چھوٹی سی تقریب میں وہ مسکان سے مسز مسکان معصب جہانزیب ہو گئی تھی۔

☆

وہ اس وقت اس کے سامنے موجود تھی [illegible] کی چنری اوڑھے وہ اسے بہت حسین لگ رہی تھی وہ اس کا ہاتھ تھام کر جذبوں کی شدت سے بوجھل آواز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

”مسکان! مجھے یقین ہی نہیں آ رہا ہے کہ تم میرے سامنے ہو میرے نام کی چنری اوڑھے ہمیشہ کے لئے میری ہو گئی ہو‘ پتہ ہے میں تم سے بے [illegible] کرتا ہوں تم میرا دل پہلی ہی ملاقات میں اپنے ساتھ لے گئی تھیں‘ میں جانتا ہوں تم کافی چھوٹی ہو پر مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں کوئی اور تمہیں مجھ سے چھین نہ لے اس لئے میں نے تمہیں اپنا بنا لیا“۔ اس کے لہجے سے اس کی محبت کی شدتیں پھوٹ رہی تھیں‘ مسکان اسے دیکھنے لگی‘ اس کی آنکھوں میں محبت کا ایک سمندر موجزن تھا وہ فوراً ہی نظریں جھکا گئی۔

”میں جانتا ہوں تم اپنی پڑھائی کو لے کر فکرمند ہو بے فکر رہو میں اتنا سنگدل نہیں ہوں کہ تمہاری پڑھائی روک دوں‘ تم اپنی پڑھائی جاری رکھ سکتی ہو‘ پر میں نے کہا نا یہ اقدام صرف اس لئے تھا کہ کہیں میں تمہیں کھو نہ دوں...... میں اپنی ہر چیز کو لے کر بہت شدت پسند واقع ہوا ہوں‘ پھر تم تو میری محبت ہو‘ تمہیں کھونے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیا تم مجھ سے ناراض ہو جو چپ شاہ کا روزہ رکھ کر بیٹھی ہو......؟“ اسے سمجھاتے سمجھاتے وہ آخر میں پٹری سے اتر کر شرارت سے دریافت کرنے لگا‘ مسکان نے بے ساختہ نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا پھر فوراً ہی نگاہ جھکا گئی تھی۔

”نہیں تو......“ وہ بہت مدھم لہجے میں بولی تھی پر اس کی محبت کا یقین کر گئی تھی۔

وہ اپنی محبت کا یقین دلانے کے لئے یہ الفاظ محبت کے ہار میں پرو کر بول رہا تھا......

”زندگی تیری آنکھوں کے سمندر کنارے بسر ہو
کچھ ایسا اب میری دعاؤں میں اثر ہو
تیری بانہوں کے سہارے آخری سانس لیں
یوں ختم اپنی وفاؤں کا سفر ہو“

وہ محبت سے چور لہجے میں بولا تھا اور وہ رات مسکان کے آنچل میں بہت سے ستارے ٹانک گئی تھی وہ اس کی محبت میں ڈوبتی گئی۔ ان کی زندگی کا سفر بہت حسین گزر رہا تھا محبت کی بارش میں وہ بہت پرسکون تھے‘ جس زندگی کے خواہش مند لوگ ہوتے ہیں وہ زندگی وہ دونوں بسر کر رہے تھے‘ ایسے میں جب ان کی پرسکون جھیل کی مانند زندگی میں پہلا کنکر پڑا تھا۔

☆

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی تھی پر آنکھوں میں جیسے سمندر آ ٹھہرا تھا‘ وہ پل بھر کو احد کی طرف دیکھ کر رخ موڑ گئی تھی۔

”تو تیمور تمہارا سوتیلا بھائی ہے“۔ وہ حیرت سے بولا تھا اور وہ مسکرا دی تھی۔

”میں سگا سوتیلا نہیں جانتی بس اتنا جانتی ہوں کہ تیمور میرا بڑا بھائی ہے اور مجھ سے بہت محبت کرتا ہے“۔ اس کے لہجے میں بھائی کا مان تھا۔



”تم جانتی تھیں کہ معصب‘ چغتائی فیملی سے تعلق رکھتا ہے“۔ وہ دریافت کرنے لگا۔

”نہیں چغتائی پیلس میں آنے سے پہلے میں اس بات سے قطعی انجان تھی“۔ وہ سنجیدگی سے مطلع کرنے لگی۔

”سب اس بات سے واقف ہیں کہ معصب کی زندگی میں 6 سال پہلے کوئی لڑکی آئی تھی کیونکہ جب معصب نے گھر میں تم سے شادی کی بات کی تھی تو سب نے منع کر دیا تھا کہ لڑکی غیر خاندان سے نہیں آئے گی میں اس وقت لندن میں تھا اور معصب نے سب کے انکار کو سن کر گھر چھوڑ دیا تھا۔ وہ ان دنوں لاہور میں کسی میٹنگ کے سلسلے میں آیا تھا جب اس کی تم سے ملاقات ہوئی تھی۔ سب یہ تو جانتے ہیں کہ اس کی کوئی بیوی ہے جس سے اس کے کچھ اختلافات ہیں پر وہ تم ہو اور اختلافات کیا ہیں اس بات سے سب انجان ہیں“۔ احد اسے باقی حقیقت بھی بتا رہا تھا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے“۔ وہ تلخ ہو رہی تھی۔

”پڑتا ہے مسکان! تم نے معصب کی غلط فہمی دور کیوں نہیں کی تھی اور یہ حقیقت کہ تیمور تمہارا بھائی ہے اس سے کیوں چھپائی تھی“۔ احد کافی متفکر ہو رہا تھا۔

”وہ سننے کو تیار ہی کب تھے“۔ انداز کافی شکست خوردہ تھا۔

”پھر کیا ہوا تھا مسکان! ایسا کیا ہوا تھا کہ معصب‘ ربان کے وجود سے بھی ناآشنا رہا ہے“۔ وہ پوری سچائی جاننا چاہتا تھا‘ مسکان ایک بار پھر ماضی میں چلی گئی۔

☆

اس دن وہ کالج میں تھی جب پیون نے اسے بتایا تھا کہ کوئی صاحب اس سے ملنے آئے ہیں اس کی شادی کو آٹھ مہینے ہو گئے تھے اور اس دوران ظہیر صاحب بھی خالق حقیقی سے جا ملے تھے پھر کون تھا جو اس سے ملنے آیا تھا؟ وہ کافی حیران تھی اور اپنے سامنے ایک خوبرو نوجوان کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

”جی کہیے......؟“ وہ سنجیدگی سے بولی‘ معصب کا ساتھ بھی اسے پراعتماد نہیں بنا پایا تھا۔

”تم مسکان ظہیر ہو......؟“ کافی بے قراری سے دریافت ہوا تھا مسکان اس بے تکلفی پر آنکھیں پھاڑ کر اس اجنبی کو دیکھنے لگی تھی۔

”جی پر آپ کون ہیں......؟ میں آپ کو نہیں جانتی“۔ وہ بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

”میں تمہارا بھائی ہوں تیمور ظہیر“۔ وہ بولا تھا مسکان حیران و ششدر رہ گئی تھی۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں......؟“ وہ حیرت کے شدید جھٹکے سے باہر نکل کر اتنا ہی بول پائی تھی‘ جب اس نے ساری حقیقت اسے سنائی تھی‘ اس کے اعصاب اس کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے‘ تیمور نے سہارا دے کر اسے بینچ پر بٹھایا تھا۔

”میں بھی اس سچائی سے بے خبر تھا پر امی نے مرنے سے پہلے مجھے یہ حقیقت بتائی تھی پر تب تک شاید دیر ہو گئی تھی ابو اس دنیا سے جا چکے تھے پھر مجھے پتا چلا کہ میری کوئی بہن بھی ہے تو میں اس سے ملنے چلا آیا“۔ وہ ابھی بول رہا تھا جب مسکان کی نظر دور سے آتے معصب پر پڑی تھی اس نے اپنا ہاتھ تیمور کے ہاتھ سے چھڑوایا تھا۔

”وہ میرے شوہر آ رہے ہیں میں آپ کو ان سے ملواتی ہوں“۔ مسکان تھوڑا سنبھل کر بولی۔

”نہیں مسکان! ابھی اپنے شوہر کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتانا‘ صحیح اور مناسب وقت آنے پر آگاہ کرنا‘ یہ وقت صحیح نہیں ہے ابھی میں چلتا ہوں بعد میں ملاقات ہو گی“۔ وہ اس کی بھلائی کو کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا پر شاید اس کی یہ بھلائی ہی اس کی زندگی کی بنیاد ہلا گئی تھی۔

”کون تھا وہ......؟“ معصب نے کافی بے تاثر لہجے میں پوچھا تھا‘ اس کی آنکھوں میں ایک سکوت تھا۔


www.pdfbooksfree.pk

''وہ میری دوست کے بھائی تھے''۔ وہ جلدی میں بوکھلا کر یہی جھوٹ بول پائی تھی پر شاید وہ جانتی نہیں تھی کہ سامنے موجود شخص اس کا جھوٹ پکڑ چکا تھا پر پھر بھی چپ رہا تھا' لیکن آنکھوں میں موجود ناگواری کو وہ دیکھ نہیں پائی تھی۔

''مسکان! تم سچ کہہ رہی ہونا......؟'' ایک عجیب قسم کا تاثر تھا لہجے میں۔

''جی بالکل......'' وہ پھر بولی تھی پر لہجہ صاف چغلی کھا رہا تھا۔

''چلو گھر چلیں''۔ آگے چل دیا تھا پر کچھ عجیب تھا جس نے اس کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا اور پھر یہ سلسلہ اکثر ہونے لگا تھا' وہ اکثر تیمور کو مسکان کے کالج میں دیکھنے لگا تھا اور اس کی شدت پسند طبیعت یہ بات برداشت نہیں کر پا رہی تھی' پر وہ چپ تھا اس کے اندر ایک لاوا پک رہا تھا۔

☆

وہ گھر آیا ہوا تھا اور مسکان کا خوشی سے چمکتا ہوا چہرہ دیکھ کر عجیب سی گھٹن محسوس کر رہا تھا وہ اسے بے وفا سمجھ رہا تھا اس لئے اس کے وجود سے اسے وحشت ہونے لگی تھی' مسکان بھی اس کے رویئے سے پریشان تھی' عجیب چڑچڑا اور غصے والا ہو گیا تھا وہ' پر پھر بھی وہ کچھ غلط نہیں سوچ پائی تھی۔

''مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے''۔ وہ کچھ جھجک کر بولی۔

''ہاں بولو میں سن رہا ہوں''۔ وہ بے تاثر لہجے میں بولا وہ بہت عجیب سا ہو گیا تھا جذبات سے عاری لگنے لگا تھا۔ محبت کی وہ شدت محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔

''وہ آپ......؟'' وہ کچھ جھجکی تھی۔

''کیا میں......؟ مسکان جلدی بولو کیا بات ہے مجھے اور کام بھی ہیں''۔ وہ جھلا گیا تھا تو چیخ پڑا۔ مسکان اس کے چیخنے پر ہراساں ہو گئی تھی۔

''وہ میں......وہ آپ باپ بننے والے ہیں''۔ کچھ ڈرتے جھجکتے ہوئے اس نے بولا تھا پر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا تھا۔

''تو پھر......'' سپاٹ انداز تھا۔

''آپ کو خوشی نہیں ہوئی......؟'' وہ حیران تھی اس کی بیزاری پر۔

''مسکان! تم ابھی چھوٹی ہو اور ان سب چیزوں کے لئے لائف پڑی ہے میں کل تمہارا ابارشن ڈاکٹر سے فکس کروا دیتا ہوں' میں نہ نہیں سنوں گا''۔ وہ بولا تھا تو لہجہ اس حد تک سنجیدہ تھا کہ وہ کچھ نہیں بول پائی تھی پھر اس کے کہنے پر عمل کرنے کے لئے ڈاکٹر کے پاس چلی گئی تھی پر اس کو اس بات سے انجان ہی رکھا تھا کہ وہ اس کی خواہش پوری نہیں کر پائی تھی اپنی ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔

☆

اس کو ڈاکٹر کے یہاں سے آئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد سے وہ بہت کمزور سی لگنے لگی تھی معصب کو' وہ اس کی محبت تھی لاکھ اس سے بے وفائی کر رہی تھی پر تھی تو اس کی محبت ہی۔ وہ آفس سے گھر آیا تھا تا کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا سکے' پر گھر میں موجود تیمور کو دیکھ کر اس کا خون کھول گیا تھا' پر وہ چپ چاپ کھڑا ان کی باتیں سننے لگا تھا۔

''میں کیا کروں تیمور! میں ہار رہی ہوں اکثر خود پر ہی غصہ آتا ہے''۔ وہ رو رہی تھی۔

''جب غصہ آئے تو کسی اچھے پل کو یاد کر لو غصہ کم ہو جائے گا''۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا تو معصب کا غصہ آخری حدوں کو چھونے لگا۔



''تیمور! وہ بہت شدت پسند ہیں' میرا خیال ہے ہمیں انہیں ہمارے رشتے کے بارے میں بتا دینا چاہئے اگر انہیں کہیں کسی اور سے پتا چلا تو جانے ان کا کیا ری ایکشن ہو''۔ وہ کافی گھبرائی ہوئی تھی۔

''مسکان''۔ اس کا ضبط جواب دے گیا تھا اور اس کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سن کر مسکان اچھل پڑی تھی۔

''آپ......'' وہ کچھ کہنے ہی والی تھی جب معصب کا ہاتھ اس کے چہرے پر اپنی انگلیوں کا نشان ثبت کر گیا تھا۔

''تم......واقعی سچ کہا تھا کسی نے' تم جیسی لڑکیوں سے وفا کی امید کرنا ہی بے وقوفی ہے' میں نے تمہیں کیا سمجھا تھا اور تم کیا نکلیں' میرے پیٹھ پیچھے یہ کھیل چل رہے تھے' میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم میرے ساتھ دھوکا کر رہی ہو اس لئے مجھے وہ بچہ بھی قبول نہیں تھا بس اب اور نہیں' میں آج ابھی اور اسی وقت تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں پر اپنا نام تم سے جدا نہیں کروں گا' تا کہ تم بھی اسی آگ میں جلو جس میں' میں جھلس رہا ہوں''۔ وہ کہہ رہا تھا مسکان ششدر کھڑی اسے سن رہی تھی وہ کتنے غلط معنی پہنا گیا تھا اس کے پاک اور مقدس رشتے کو۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں معصب! مسکان تو......'' تیمور نے بولنا چاہا تھا پر وہ بیچ میں ہی ٹوک گیا تھا۔

''میں اور کچھ نہیں سننا چاہتا ہوں تم رکھو اپنی معشوقہ کو اپنے پاس' نفرت ہو رہی ہے مجھے اس کے وجود سے' آج سے میرا اور تمہارا ہر تعلق ختم''۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا تھا اور یہ سب سن کر مسکان بے ہوش ہو جاتی ہے اور تیمور اسے لے کر ہاسپٹل بھاگتا ہے۔

☆

اس کو دو دن بعد ہوش آیا تھا ویکنس اور شاکڈ کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی اور جب سے ہوش میں آئی تھی چپ تھی وہ ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تھی پر چپ تھی' تیمور انتظار میں تھا کہ وہ کچھ بولے گی پر وہ کچھ بولتی ہی نہیں تھی' تیمور نے بھی کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

اس کی چپ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا' اور تیمور بھی ضبط کرتے کرتے تھک گیا تھا' وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھیں جب وہ آیا تھا۔

''مسکان......'' بہت مدھم لہجے میں پکارا تھا وہ پلٹی تھی اور اس سے لپٹ کر رو پڑی تھی' سارے آنسو باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے غبار چھٹ رہا تھا۔

''اس نے ایسا کیوں کیا تیمور! اس نے ایسا کیوں کیا......؟ مجھ سے ایک بار بھی نہیں پوچھا اور میری روح کو اتنا گہرا زخم دے کر چلا گیا۔ اس نے مجھے ہی نہیں میری روح کو بھی گھائل کیا ہے میرے کردار پر شک کر کے' وہ بے وفا نکلا مجھے محبت کی آس دے کر خود چلا گیا' محبت سب چھین لیتی ہے تیمور سب......'' وہ سسک رہی تھی رو رہی تھی اور تیمور اسے تھپک رہا تھا اس کا درد اسے اندر تک چھلنی کر رہا تھا۔

''محبت کچھ نہیں لیتی محبت کے سوا اور کچھ نہیں دیتی محبت کے سوا......وہ یہ کہتا تھا تیمور پر یہ جھوٹ ہے محبت کچھ نہیں دیتی دکھ کے سوا اور آپ کا سارا سکون لے لیتی ہے''۔ وہ مسلسل رو رہی تھی۔

''مسکان! جس نے مصیبت میں صبر کرنا سیکھ لیا اس نے زندگی کو جیت لیا۔ ہر ناکامی کے بعد کامیابی ملتی ہے پر شرط یہ ہے کہ مایوس نہ ہوا جائے تم مایوس مت ہو میں اسے ڈھونڈ لوں گا''۔ وہ تسلی دے رہا تھا پر اس کی حالت اسے پریشان کر رہی تھی۔

''وقت ابھی نکلا نہیں ہے ہم اسے روک سکتے ہیں''۔ وہ شاید غم بانٹ رہا تھا۔

''نہیں تیمور! وقت کے پیچھے بھاگنا لاحاصل ہے اسے روکنا ہو تو آگے سے روکو اور وقت بہت آگے نکل گیا ہے میں


www.pdfbooksfree.pk

اس کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہتی' میں اس شخص کو کبھی معاف نہیں کروں گی جس نے میری شخصیت کی دھجیاں اڑادیں ہیں اب میں اپنے پیروں پر کھڑی ہوں گی بس تم میرے ساتھ رہنا''۔ وہ اتنی نڈر نہیں تھی پر اس کا لہجہ بہت مضبوطی لئے ہوئے تھا اک آس کے ساتھ اس نے تیمور کو دیکھا تھا۔

''میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں''۔ وہ مکمل طور پر اس کے ساتھ تھا۔

''بس پھر مجھے کسی تیسرے شخص کی ضرورت نہیں ہے''۔ وہ عزم سے بولی تھی پھر اس نے خود کو منوا کر دکھایا تھا' اپنی کمپنی کو لاہور میں شروع کیا تھا اور پھر کراچی آئی تھی جہاں اسے معصب ملا تھا پر ایک رائل پرنس کے روپ میں' لیکن وہ ماضی آج بھی اس کے ساتھ تھا وہ چپ ہوئی تھی پھر احد کی طرف دیکھا تھا۔

''میرا وجود میرے اندر ختم ہو گیا تھا وہ ریان تھا جس نے مجھے زندہ ہونے کا احساس دلایا تھا ورنہ معصب نے تو اسے بھی مجھ سے چھیننے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی''۔ وہ بہت زخمی لگ رہی تھی اندر سے۔

''غلطی معصب کی ہے پر کچھ کوتاہیاں تم سے بھی ہوئی ہیں پر میں تمہارے ساتھ ہوں تم جس درد سے گزری ہو اس کا پورا بدلہ لینے کا تمہارا حق ہے' پر معاف کر دینا اللہ کو پسند ہے''۔ وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

''آپ معصب کی وکالت کر رہے ہیں......؟'' اس کی آنکھوں میں بے یقینی تیر رہی تھی۔

''نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے زخموں اور درد کو سمجھتا ہوں' میں آج سے تمہارا بھائی ہوں تم ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی''۔ اس کی آنکھوں کی بے یقینی کو دیکھ کر وہ فوراً اسے یقین دلانے لگا تھا۔

''آپ کو پتا ہے شک ایک ایسا کانٹا ہے جس کا زخم دل پر لگتا ہے''۔ اس کا انداز بہت پھیکا تھا۔

''اور کوئی بھی درد بے عزتی کے درد سے بڑا نہیں ہوتا اور معصب نے مجھے ان دونوں چیزوں کا مزہ چکھایا ہے' بہت تلخی ہے اس درد میں' خدا یہ درد دشمن کو بھی نہ دے''۔ وہ بول رہی تھی پر آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

''اب رونا نہیں یہ بھائی ہے تمہارے ساتھ''۔ وہ تسلی دے رہا تھا اور وہ اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

''آپ یہاں ہیں اور سب گمشدہ دولہے کو ڈھونڈ رہے ہوں گے آپ گھر جائیں دو دن بعد شادی بھی ہے''۔ وہ کچھ شگفتگی سے بولی۔

''ہاں پر تم نے آنا ہے بھابی ہونے کے ناطے نہ سہی پر ایک بہن ہونے کے ناطے ہی سہی''۔ وہ مسکرا کر بولا تھا۔ اک مان سا تھا اس پل اس کے لہجے میں۔

''وہ تو میں ویسے بھی آؤں گی آپ کی ویڈنگ آرگنائزر جو ہوں''۔ وہ مسکرائی تھی تو اسے کچھ تسلی ہوئی تھی۔

''پر میرے بھتیجے کو بھی ساتھ لانا ہوگا''۔ ایک تاکید کی تھی ایک پل کو وہ چپ ہوئی تھی پھر مسکرا دی تھی۔

''انشاء اللہ''۔ وہ اخلاق نبھانا بخوبی جانتی تھی۔

''اچھا میں چلتا ہوں''۔ وہ آگے بڑھ گیا تھا اور مسکان واپس آسمان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

☆

احد نے تمام حقیقت سب گھر والوں کو بتا دی تھی اور سب ششدر اور ساکت کھڑے تھے۔ وجود تو معصب کا بھی زلزلوں کے جھٹکوں میں تھا سب سے زیادہ نقصان تو اسی کا ہوا تھا وہ بھی اپنی جذباتیت اور شدت پسندی کے ہاتھوں ہی ہوا تھا' اس وقت پشیمانی اس کے چہرے پر واضح تھی۔

''دنیا میں سب سے بڑا غصہ جوانی کا ہے' جس میں انسان سب کچھ گنوا دیتا ہے''۔ مسٹر چغتائی اسے ملامتی نظروں سے دیکھتے ہوئے باہر چلے گئے تھے۔



''آپ کو سچ جاننا چاہئے تھا بھائی! آپ نے مسکان بھابی کے ساتھ اچھا نہیں کیا''۔ ایمن بھی افسوس کا اظہار کر گئی تھی اس پیاری سی لڑکی کا دکھ اسے بھی دکھی کر گیا تھا۔

''وہ لڑکی بہت اچھی ہے معصب! مجھے یقین ہے وہ تمہیں معاف کر دے گی اسے تھام لو اسے روک لو وہ تھم جائے گی تمہاری خاطر' میں جانتی ہوں محبت کس طرح کی جا سکتی ہے یہ صرف ایک عورت جانتی ہے اور وہ لڑکی تو ویسے بھی محبت کی مٹی سے گندھی ہے تمہیں معاف کر دے گی' اسے تھام لو روک لو''۔ مسز چغتائی اور ایمن کی مما بھی اسے سمجھا کر چلی گئی تھیں۔ کمرے میں صرف دو نفوس موجود تھے احد اور معصب' پر ایک چیز اور بھی تھی اور وہ تھا گہرا سکوت اور خاموشی۔

''معصب! تم نے اپنے آپ کو خود پرائی آگ میں جلایا ہے وہ آگ تمہارے مقدر کی نہیں تھی پر تم نے خود اپنے وجود کو اس آگ کی نظر کیا ہے پھر اس تپش سے ڈرنا کیسا......؟ خود کو جھلسایا ہے تم نے اس آگ میں پر اپنے ساتھ اس وجود کو بھی کانٹوں میں گھسیٹ لیا جو نازک دل رکھتا تھا کومل جذبات رکھتا تھا' تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنا گھر برباد کیا ہے تم ذمہ دار ہو ان سب کے''۔ احد تاسف سے اسے دیکھ کر یہ کہہ رہا تھا وہ جانتا تھا اس نے یہ 5 سال کس طرح گزارے ہیں پر اس سب کا ذمہ دار وہ خود تھا پھر یہ ماتم کیسا تھا یہ درد کس زخم کا تھا۔

''پتا ہے معصب! تو نے ایک پاک دامن عورت پر شک کر کے اس کے کردار پر انگلی اٹھا کر ایک عظیم گناہ کیا ہے' تو نے اس لڑکی کو جیتے جی زندہ دفن کر دیا''۔ احد اسے شرمندگی کی پستیوں میں دھکیل رہا تھا وہ واقعی میں مسکان کا بھائی بنا اس کا احتساب کر رہا تھا۔

''احد! میں نے جو منظر دیکھا تھا میں اس سے یہی اخذ کر پایا تھا''۔ وہ بہت مدھم لہجے میں بولا' لہجہ شکست خوردہ تھا آواز میں وہ غرور نہیں تھا۔

''ضروری نہیں ہر چیز جیسی نظر آئے اس کا پس منظر بھی وہی ہو''۔ احد اس کے دکھ کو بھی سمجھ رہا تھا پر اس کی غلطی نظر انداز کرنے لائق نہیں تھی۔

''احد! اب میں کیا کروں......؟'' وہ بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا تھا احساس زیاں بہت واضح تھا۔

''معافی مانگو اور کیا''۔ احد تپ گیا تھا اس سوال پر۔

''کیسے......؟'' معصومیت قابل دید تھی احد اسے خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا۔

''وہ بھی میں ہی بتاؤں' کچھ تو شرم کرو کل میری شادی ہے اور تم مجھ سے ہی مشورے مانگ رہے ہو' کل وہ آئے گی اس سے معافی مانگ لینا''۔ احد نے اسے شرمندہ کرنے کے ساتھ سمجھایا بھی تھا۔

''ٹھیک ہے''۔ وہ بھی تیار ہو گیا پر اپنے کئے پر وہ شرمندہ تھا وہ جانتا تھا پہلے کی مسکان اور اب کی مسکان میں بہت فرق تھا پر اسے اپنی زندگی اسی کے سنگ جینی تھی اسے کچھ تو کرنا ہی تھا وہ اس لڑکی کو اب نہیں کھو سکتا تھا۔

☆

شادی کا گھر تھا ہر جگہ افراتفری تھی جہانزیب چغتائی کے چھوٹے بیٹے کی شادی تھی ہر طرف گہما گہمی تھی' جھلملاتے آنچل لہرا رہے تھے رنگ و بو کا سماں تھا سب خوش تھے اور بہت بے صبری سے مسکان اور اس کے ساتھ آنے والے اپنے خاندان کے چراغ کا انتظار کر رہے تھے معصب بھی بے تابی سے نظریں ادھر ادھر دوڑا رہا تھا' جس قدر شرمندہ وہ تھا یہ وہی جانتا تھا اپنی پاک دامن پارسا بیوی پر الزام لگایا تھا اس نے' ایک گناہ کیا تھا بنا کسی ثبوت کے صرف شک کی بنیاد پر الزام تراشی کی تھی۔ وہ اس کو ڈھونڈ رہا تھا وہ اسے نظر آ گئی تھی۔ پرپل کلر کی ساڑھی میں بالوں کا آبشار پشت پر پھیلائے وہ حسن کا مجسمہ لگ رہی تھی گہری جھیل سی آنکھوں میں کاجل اپنی چھب دکھا رہا تھا۔ وہ بہت باریک بینی سے اسکا جائزہ لے رہا تھا وہ


www.pdfbooksfree.pk

اپنی زندگی کے کتنے حسین سال گنوا چکا تھا اس کا اندازہ اسے ہو رہا تھا۔

''ارے بیٹا! آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی''۔ مسٹر اینڈ مسز چغتائی اس کے پاس آ گئے تھے ایک خاص لگاوٹ تھی لہجے میں اور آنکھوں میں بھی اپنائیت واضح تھی۔

''آنٹی! وہ ربان کی وجہ سے دیر ہو گئی یہ ضدی بہت ہے' ذرا ذرا سی بات پر اکڑ جاتا ہے ابھی بھی تھوڑی سی بات نہیں مانی تو آنے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہا تھا''۔ وہ مسکرا کر ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے ہوئے بولی تو مسٹر چغتائی نے پوتے کو گود میں اٹھا لیا اور محبت سے اس کی پیشانی چومی تھی۔

''بالکل اپنے باپ کی طرح ہے' وہ بھی اسی کی طرح ضدی ہے معصب بھی بچپن سے ایسا ہی تھا''۔ مسز چغتائی بول رہی تھیں اور وہ حیرت کے جھٹکوں کے اثر میں تھی۔

''آنٹی! یہ آپ......'' وہ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔

''بیٹا! ہم سب سچائی جان چکے ہیں اور بہت شرمندہ ہیں' معصب کے کئے پر پشیمان ہیں اور اس کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں تم بے فکر رہو' ہم سب تمہارے ساتھ ہیں' جیسے سمور تمہارا بھائی ہے ویسے ہی میں آج سے تمہارا باپ ہوں' اپنے آپ کو اکیلا مت سمجھنا میں ہوں تمہارے ساتھ' تم جو بھی سزا تجویز کرو گی ہم سب تمہارے ساتھ ہوں گے''۔ مسٹر چغتائی اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے تو اس کی آنکھوں میں نمی چھا گئی۔

''ہاں بیٹا! آج سے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مل کر معصب کو سزا دیں گے''۔ مسز چغتائی بھی اسے تسلی دینے کو مسکرا کر بولی تھیں اور اسے ساتھ لگا لیا تھا۔

''تھینکس آنٹی......'' وہ مشکور نظروں سے دیکھنے لگی۔

''آنٹی نہیں مما''۔ مسز چغتائی نے کہا۔

''اور میں آج سے تمہارا پاپا ہوں اس لئے آنٹی انکل کہنا چھوڑ دو''۔ مسٹر چغتائی پیار سے ڈپٹ کر بولے تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

''جی پاپا......'' مسز چغتائی نے دیکھا تھا وہ بہت معصوم اور بھولی تھی انہیں اپنے بیٹے کی پسند بہت اچھی لگی تھی اور اپنی ضد پر بھی دکھ ہوا تھا۔

''بیٹا! میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اور ایک ریکوسٹ ہے آپ آج یہیں رکیں گی''۔ مسٹر چغتائی کہتے کے ساتھ ہی ربان کو لے گئے تھے اور وہ بھی خوشی خوشی چلا گیا تھا۔

''مما...... یہ ناممکن ہے میرے لئے''۔ وہ فوراً معذرت کر گئی۔

''بیٹا! والدین کا عہدہ دیا ہے تو کیا مان نہیں رکھو گی''۔ وہ انہیں دیکھ کر سوچنے لگی تھی آخر ہر بار قربانی ایک عورت ہی کیوں دے ہر کسی کی عزت مان وہ ہی کیوں رکھے پر پھر ہتھیار ڈال کر اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔

نکاح ہو چکا تھا ایمن کو احد کے برابر میں بٹھا دیا گیا چاند سورج کی جوڑی لگ رہی تھی دونوں ہی حسین لگ رہے تھے۔ مسٹر اینڈ مسز چغتائی نے معصب اور مسکان کے شادی شدہ ہونے اور ایک بیٹے کے والدین ہونے کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ مسکان حیران تھی اس وضاحت پر' حیران تو سب مہمان بھی تھے سب جانتے تھے معصب شادی شدہ ہے پر ایک بیٹے کا باپ بھی ہے اور مسکان اس کی بیوی ہے یہ بات حیران کن تھی۔ وہ ہر فنکشن میں تھی پر کسی خاص حوالے کے ساتھ نہیں ایک آرگنائزر کے طور پر اور آج اسے متعارف کروایا جا رہا تھا مسز معصب چغتائی کے روپ میں' ایک معتبر رشتے کے حوالے سے' ایک خاص رشتے سے' سب کی حیرانی دو چند تھی وہ کچھ نہیں بولی تھی' چپ چاپ ایک تماشائی بنی سارا کھیل دیکھ رہی تھی



پر اس دوران اس نے مسلسل معصب کی نظروں کو خود پر نوٹ کر کے بہت مہارت سے اگنور کیا تھا۔

دلہن رخصت ہو کر ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں منتقل ہو چکی تھی' شادی خوش اسلوبی سے نمٹ گئی تھی سب خوش تھے مسکان بھی وہیں رک گئی تھی' ربان جب سے اس کے پاس آیا ہی نہیں تھا یا تو اپنے دادا کے پاس تھا یا پھر اپنے باپ کے پاس۔ وہ بھی یہ جان کر بہت خوش تھا کہ معصب اس کے پاپا ہیں' وہ اپنی دنیا میں مگن تھا اور مسکان کو اپنے اندر گھٹن محسوس ہو رہی تھی بے انتہا کی گھٹن۔

☆

وہ چینج کر کے بیٹھی تھی جب ڈور ناک ہوا تھا اندر آنے والے کو دیکھ کر کچھ ساعت تک وہ کچھ بول ہی نہیں پائی تھی پھر اس کی گود میں سوئے ہوئے ربان کو دیکھ کر کچھ کچھ سمجھ گئی تھی اور اسے اٹھانے کے لئے پیش قدمی کی تھی اور اس کی گود سے ربان کو لیتے ہوئے اس کا ہاتھ معصب کے ہاتھ سے ٹچ ہوا تھا' دھڑکنیں یکدم ہی معمول سے ہٹی تھیں پر پھر وہ دوبارہ خود کو سپاٹ کر گئی تھی وہ جانتی تھی یہ لمس آج بھی اس کے اندر ہلچل مچانے کی ہمت رکھتا ہے' اپنے اندر اس کی خوشبو آج بھی اسے فضا کے ساتھ جکڑ لیتی ہے' پر وہ بہت ہی بے تاثر سی بنی ہوئی تھی۔

''وہ یہ میرے پاس ہی سو گیا تھا تو سوچا دے جاؤں''۔ وہ وضاحت دے رہا تھا حالانکہ اس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا ربان کو بیڈ پر لٹا کر وہ اسے دیکھنے لگی تھی جیسے پوچھ رہی ہو اب کیا ہے؟ پر وہ کہہ نہیں پائی تھی۔

''مسکان! مجھے تم سے بات کرنی ہے''۔ آخر میں وہ ساری ہمتیں جمع کر کے بولا تھا انداز گومگو کا سا تھا۔

''جی کہئے......؟'' اس کا لہجہ نارمل سا تھا۔

''مسکان! میں تم سے......'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے کیسے معافی مانگے......؟ وہ اس کی ناموس تھی اور اس نے اسے ہی بے عزت کیا تھا۔

''آپ پلیز! تھوڑا جلدی کہئے...... اتنی رات ہو رہی ہے اور مجھے نیند بھی آ رہی ہے''۔ وہ بہت نارمل لہجے میں بات کر رہی تھی معصب حیران تھا۔

''مسکان! تم ٹھیک تو ہو نا''۔ اسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا' وہ اس وقت حالت امن میں تھی جس وقت اسے حالت جنگ میں ہونا چاہئے تھا۔

''جی میں الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں''۔ وہ اس کی باتوں کی نفی کر کے بولی تو اسے کچھ ڈھارس ہوئی۔

''مسکان! میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں' میں نے جو کیا وہ ایک بہت ہی پستی کا کام تھا اگر اس دن میں غصے میں کچھ زیادہ کہہ جاتا تو تمہارا ابھی نقصان کرتا اور خود کے لئے بھی زندگی بھر کا پچھتاوا خرید لیتا' میں سچ میں اپنے کئے پر بے حد شرمسار ہوں' پلیز! مجھے معاف کر دو''۔ وہ اس لمبے چوڑے شخص کو پہلی بار جھکتے ہوئے دیکھ رہی تھی' جو بہت اکڑ والا اور خود سر تھا' جس کی شدت پسندی انتہائی ناقابل یقین ہوئی تھی وہ آج معافی کا طلب گار تھا اپنے کئے پر پشیمان تھا' جھکا ہوا تھا' مسکان کے لبوں پر آپ ہی آپ مسکان رینگ گئی تھی۔

''یہ وقت بھی کتنا ظالم ہے''۔ وہ تلخی سے بولی تھی پر معصب کی نگاہ جھک گئی تھی اس چھوٹے سے جملے کے معنی بہت واضح تھے وہ شرمندگی کی گہرائی میں جا گرا تھا اپنا آپ بہت برا لگ رہا تھا' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس دنیا سے فنا ہو جائے۔

''نہیں معصب! آپ کو معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ معافی کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں گنجائش ہو یا کوئی تعلق ہو اور ہمارے بیچ یہ دونوں چیزیں ہی نہیں ہیں تو پھر معافی کیسی......؟ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی کیونکہ غلطی آپ کی بھی نہیں تھی وہ وقت ہی شاید ایسا تھا اس لئے مجھے اس معافی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے



www.pdfbooksfree.pk

احساسات اور محسوسات، سارے جذبات سرد پڑ چکے ہیں اب صرف ایک پتھر کی لڑکی ہے آپ کے سامنے، اس لئے اپنا وجود اس سے مت ٹکرائیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ یہ چاہت توڑ دیتی ہے کچھ نہیں دیتی اس کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دیں، ہمارے بیچ جو بھی تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے، فقط ایک کاغذی تعلق ہے اسے ایسے ہی رہنے دیں ورنہ شاید میں کوئی سنگین قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گی''۔ وہ پُر اعتماد لہجے میں کہتی ہوئی چپ ہو گئی تھی، پر معصب تو یہ دیکھ کر ہی حیران تھا کہ اس نے ایک موم سی لڑکی کو کیسے پتھر کر دیا ہے یہ وہی مسکان تھی جو پہلے بہت نرم دل تھی اور آج کتنی سنگدل بنی ہوئی تھی۔ آگے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی اس لئے وہ چپ چاپ باہر آ گیا تھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

☆

''تیمور! تم نے کبھی وقت کو الٹا چلتے دیکھا ہے چاند کو سورج سے ملتے دیکھا ہے''۔ وہ تیمور کے ساتھ اپنے کیبن میں بیٹھی تھی اور کچھ عجیب و غریب باتیں کر رہی تھی۔ احد کی شادی کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا اور تیمور کو بھی وہ سب حالاتوں سے آگاہ کر چکی تھی اور اب اس سے کچھ عجیب و غریب سی گفتگو کر رہی تھی۔

''نہیں پر تم ایسا کیوں پوچھ رہی ہو......؟'' وہ اس کی بات کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے نفی میں سر ہلا گیا تو وہ ہنس دی۔

''پر میں نے دیکھا ہے''۔ وہ مسکرا کر بولی اس کی آنکھوں میں اضطرابیت تیر رہی تھی جھیل سی آنکھوں کا ٹھہرا ہوا سکوت بہت گمبھیر تھا۔

''کیسے......؟'' وہ آج اس کی گفتگو پر حیران تھا۔

''معصب چغتائی کو جھکتے دیکھ کہ...... میں نے اس شخص کو زندگی میں پہلی بار کسی کے سامنے جھکتے ہوئے دیکھا ہے وہ بھی خود کے سامنے۔ سچ پوچھو کچھ کچھ مغرور ہو رہی ہوں، وہ شخص جو کسی کے سامنے بھی جھکا نہیں ہمیشہ ایک تنے ہوئے درخت کی طرح کھڑا رہا ہے وہ مسکان کے سامنے جھک گیا''۔ وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی اور تیمور تو اس کے الفاظوں پر ہی حیران تھا وہ اتنی پتھر دل تو کبھی نہیں تھی پھر وہ کچھ توقف کے بعد بولی تھی۔

''پر جب اس حقیقت کا پس منظر دیکھتی ہوں تو دل چاہتا ہے یا تو خود کو مار دوں یا اس شخص کو قتل کر دوں جس نے میری انا، میرے وقار، میری شخصیت کے غرور کو ریزہ ریزہ کر دیا، مجھے میری اپنی ہی نظروں میں گرا دیا کیوں ہوا ایسا میرے ساتھ؟ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں''۔ تیمور نے دیکھا تھا وہ پتھر نہیں تھی، بن رہی تھی، کسی موم کی طرح وہ بھی پگھل رہی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے آہستہ آہستہ رواں ہو چکے تھے۔

''کیوں تیمور! اس نے مجھ سے ایک بار سوال کیوں نہیں کیا تھا، کیوں مجھ سے صفائی نہیں مانگی تھی، کیوں مجھے اس دنیا کی بھیڑ میں اکیلا چھوڑ کر چلا گیا تھا، کیوں میرے کردار کی دھجیاں اڑانے سے پہلے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں اس کی ناموس ہوں اور اب ساری سچائی جاننے کے بعد وہ معافی کا متمنی کیسے ہے، کیوں وہ مجھ سے یہ توقع کر رہا ہے کہ میں اسے معاف کر دوں گی کیوں......؟'' وہ سوال پوچھ رہی تھی شکوہ کر رہی تھی تو اس سے جو ان سوالوں کا جواب دہ نہیں تھا۔

''مسکان! تم یہ سب اس سے پوچھو، اپنے ہر دن کا حساب لو پر اسے معاف کر دو، اللہ اپنے معاف کرنے والے بندوں کو بہت پسند کرتا ہے''۔ تیمور اسے سمجھا رہا تھا پر وہ صرف چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی۔

''مسکان! وہ شرمندہ ہے اپنے کئے پر، تمہارے در پر معافی کا سوالی بن کر آیا ہے، تمہیں اپنا ظرف بڑا کرنا ہوگا، تمہیں اسے معاف کرنا ہوگا کیونکہ تم مسکان ہو اور مسکان ہر کسی کو خوشی دیتی ہے، مسکان کا مطلب مسکراہٹ ہے جو خوشی سے مشروط ہے تو پھر میری مسکان کسی کو آنسو کیسے دے سکتی ہے۔ تم اسے معاف کر دو تم پُر سکون ہو جاؤ گی، وہ تمہاری زندگی ہے تم آج بھی اس سے پیار کرتی ہو تم اس کے بغیر ایک خالی وجود ہو وہ تمہاری روح ہے مسکان اس سے جدا ہو کر تم بھی



اب تک صرف زندگی گزار رہی تھیں، زندگی جی تو تم نے اس کے ساتھ ہے تو کیا تم اپنی روح کو معاف نہیں کرو گی اسے جس سے تمہارا وجود ہے وہ بے انتہا شدت پسند ہے، مسکان اسے معاف کر دو کہیں وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے، وقت ابھی ہاتھوں میں ہے تھام لو یہ کسی کا نہیں ہے وہ چلا گیا تو کیا کرو گی......؟ اسے تھام لو روک لو اور اسے معاف کر دو مسکان''۔ تیمور نے چپ ہو کر اسے دیکھا تھا وہ اسی طرح بے تاثر تھی پر آنکھوں کی سطح کچھ نم تھی۔

''میں گھر جا رہی ہوں، ربان انتظار کر رہا ہوگا''۔ وہ کہہ کر کھڑی ہوئی تھی اور تیزی سے باہر نکل گئی تھی اور تیمور حیرانی سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

☆

اس نے گھر میں داخل ہو کر غیر معمولی سی چہل پہل کو محسوس کیا تھا، اندر جا کر دیکھا تھا تو پوری چغتائی فیملی اندر تھی احد بھی ربان کے ساتھ کھیل رہا تھا اور بہت خوش تھا، پر معصب نہیں تھا، وہ ربان کو دیکھ رہی تھی پر سوچ معصب کھ[illegible] تھی، تیمور کا جملہ اس کے ذہن میں بازگشت کرنے لگا تھا۔

''وہ چلا گیا تو کیا کرو گی......؟ اسے تھام لو اسے روک لو اسے معاف کر دو مسکان''۔ اور بس جیسے اس کی روح اندر تک کانپ گئی تھی۔

''ارے مسکان بیٹا! آپ آ گئیں''۔ مسز چغتائی کی نظر اس پر گئی تو فوراً قریب چلی آئیں۔

''جی مما! آپ کب آئیں......؟'' وہ اپنے آپ پر بروقت قابو پا کر خوش دلی سے بولی۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے، ایمن نے کہا چلو مسکان بھابی کو چل کر سرپرائز دیں تو ہم آ گئے اور ویسے بھی ہم سب تم کو اور ربان کو بہت شدت سے یاد کر رہے تھے سو آ گئے''۔ کتنی اپنائیت تھی ان رشتوں میں، کتنی تڑپ تھی وہ ان پانچ سالوں میں اور جیسے اب سب تڑپ ختم ہونے کو تھی۔

''اچھا کیا، آپ آ گئیں، میں بھی آپ کو یاد کر رہی تھی آپ بیٹھیں میں چینج کر کے آتی ہوں''۔ وہ مسکرا کر کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی پر اپنے پیچھے احد کو محسوس ہی نہیں کر پائی تھی۔

''مسکان......'' احد نے پکارا تھا اور وہ بری طرح چونک گئی تھی۔

''ہاں......''

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے''۔ احد بولا تھا پر چہرے پر کچھ پریشانی کے تاثرات تھے۔

''کوئی خاص بات ہے احد بھائی......؟'' وہ اس کے انداز پر حیران ہوئی تھی وہ کافی سنجیدہ لگ رہا تھا اس نے انہیں بہت کم سنجیدہ دیکھا تھا۔

''ہاں کافی ضروری بات ہے''۔ وہ سر اثبات میں ہلا کر بولا۔

''جی کہیے...... آپ کو اجازت کی کب سے ضرورت ہو گئی''۔ وہ مسکرا کر اجازت دے گئی اور شکایت بھی کر گئی تھی وہ اس کے انداز پر مسکرا دیا تھا۔

''مسکان! تم مجھے کیا سمجھتی ہو......؟'' وہ کافی سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا اور مسکان اس کے سوال پر حیران تھی۔

''کیا مطلب احد بھائی! میں نے بھائی کہا ہی نہیں ہے آپ کو مانا بھی ہے''۔ وہ حد درجہ حیرت سے بولی۔

''تو پھر اپنے بھائی کی ایک بات مانو گی''۔ وہ اسی انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''احد بھائی! آپ کھل کر بات کریں یوں پہیلیاں مت بجھوائیں''۔ وہ اس کے اندازوں کو سمجھ نہیں پائی تھی۔

''معصب جا رہا ہے''۔ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور اس کا یہ جملہ سن کر مسکان کا چہرہ ایک پل کو



www.pdfbooksfree.pk

تاریک ہو گیا تھا۔

''کہاں......؟'' وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی تھی' بلاشبہ اس نے اس کے ساتھ برا کیا تھا پر وہ محبت تو کرتی تھی اس سے چاہے ہزار دفعہ نفی کرتی اس بات کی۔

''ملک چھوڑ کر وہ دوبئی جا رہا ہے ہمیشہ کے لئے کل وہ تم سے آخری بار ملنے آئے گا' اس کے ضمیر کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے ہی سہی پر اسے معاف کر دینا دل سے نہ سہی پر زبان سے ہی یہ الفاظ ادا کر دینا اس کی روح پر پڑا بوجھ ہلکا ہو جائے گا''۔ وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور اس کی اڑی رنگت اس کے اندر کے چور کا واضح پتہ دے رہی تھی احد اس کے ری ایکشن پر حیران بھی تھا اور خوش بھی۔

''وہ واقعی شرمندہ ہے بس تم سے معافی مانگنے آئے گا وہ بہت شدت پسند ہے اور تم سے محبت بھی اس نے شدت سے کی ہے' اس کی انتہا پسندی سے تم بھی واقف ہو جو بھی ہوا اس میں کچھ غلطی تمہاری بھی ہے' تمہیں اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رکھنا چاہئے تھا اگر تم اسے وقت پر سب بتاتیں تو شاید آج یہ سب نہ ہوتا''۔ وہ بہت باریک بینی سے دیکھ رہا تھا اس کی باتوں کا اثر ہو رہا تھا' مسکان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس نے دیکھا تھا کہ لوہا گرم ہے اس لئے چوٹ لگا گیا تھا اور اب لگ رہا تھا کہ چوٹ صحیح جگہ لگی ہے' لوہا پگھل رہا تھا اس لئے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا تھا۔

''مسکان! جہاں شدید محبت ہوتی ہے وہاں وہم اور شک جیسی چیزیں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرتی ہیں پر یہ آپ پر انحصار کرتا ہے کہ کسی غلط فہمی کو شک کی جگہ نہ بنانے دیں اس کا شک کرنا اس کی شدید محبت کی نشانی تھی' وہ آج تک اکیلا رہا ہے کیونکہ اس نے محبت کر لی تھی کیونکہ محبت ایک بار ہوتی ہے جو اسے تم سے ہو گئی تھی پھر وہ دوبارہ محبت کیسے کرتا......؟ اس کی محبت کی جوت مدھم ضرور پڑی تھی پر اس لو کی تپش ہمیشہ اس کے ارد گرد رہی تھی وہ ہمیشہ تم سے جڑا رہا تھا نفرت کے رشتے سے بندھ کر ہی سہی پر اس نے ہمیشہ تمہیں یاد رکھا ہے' اگر ہو سکے تو اسے میرے لئے ہی معاف کر دینا' اتنا تو کرو گی نا اپنے بھائی کے لئے......؟'' وہ آخر میں پوچھنے لگا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔ احد مسکرا کر وہاں سے نکل گیا' اسے یقین تھا کہ اب مسکان سچے دل سے معصب کو معاف کر دے گی۔ مسکان بھی اکیلے میں اپنے ماضی کا احتساب کرنے لگی تھی کہ کیا صرف معصب غلط تھا یا کوتاہی اس سے بھی ہوئی تھی اور جواب اسے مل گیا تھا جسے پا کر وہ پرسکون ہو گئی تھی اور ایک فیصلہ کر گئی تھی آخری فیصلہ......

☆

''معصب! تم یہاں''۔ تیمور اپنے آفس سے نکل رہا تھا جب معصب کو پارکنگ میں دیکھ کر بولا۔

''ہاں تیمور! مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے''۔ معصب اس سے بولا تو وہ سر ہلا گیا پھر وہ ایک ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔ وہ دونوں ریسٹورنٹ کے ایک تقریباً پرسکون اور خاموش کونے میں بیٹھے تھے جب تیمور نے مدعا جاننا چاہا تھا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''جی کہئے......؟''

''تیمور! وہ میں......'' معصب کہتے کہتے جھجک رہا تھا۔

''معصب! آپ بے فکر ہو کر کہئے آپ کو جو بھی کہنا ہے''۔ وہ اس کی جھجک دور کرتے ہوئے خلوص سے بولا تھا۔

''تیمور! میں تم سے معذرت خواہ ہوں''۔ معصب نگاہیں جھکا کر بولا تھا آواز کافی پست تھی۔

''کس چیز کی معذرت......؟'' تیمور تو جیسے بالکل انجان تھا معصب حیران تھا اس کے انداز و اطوار پر۔

''میں نے جو کیا وہ قابل معافی نہیں' پھر بھی اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا' میں واقعی اپنے کئے پر شرمندہ ہوں میں نے



جس رخ سے تم دونوں کے پاک اور مقدس رشتے کو دیکھا ہے اس کے بعد تو میں معافی مانگنے کے قابل بھی نہیں رہا ہوں''۔

''آپ نے جو بھی کیا ہے اس میں غلطی ہماری بھی تھی' نہ ہم آپ سے کچھ چھپاتے نا آپ کے دل میں شک کا بیج پیدا ہوتا''۔ وہ بہت اعلیٰ ظرفی سے اپنی غلطی کا اعتراف کر رہا تھا۔

''تم خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہے ہو''۔ معصب حیران تھا تیمور اس کے جملے پر مسکرا دیا۔

''جی میں اپنے آپ کو بھی ذمے دار ٹھہرا رہا ہوں کیونکہ جانتا ہوں غلطی میری اور مسکان کی طرف سے بھی ہوئی ہے' اگر ہم لوگ آپ کو اعتماد میں لے کر سب بتا دیتے تو یہ سب نہیں ہوتا' پر ہمارے بتانے سے پہلے ہی حالات دوسرا رخ لے گئے' آپ کی غلطی اگر ہے تو غلط ہم بھی تھے''۔ معصب اس کا ظرف دیکھ رہا تھا جو بہت سکون سے اپنی غلطی کا اعتراف کر گیا تھا اسے اس اعلیٰ بندے پر رشک آیا تھا۔

''نہیں پھر بھی تم مجھے معاف کر دینا' میرے ضمیر پر پڑا بوجھ ہلکا ہو جائے گا''۔ معصب کی شرمندہ آواز نے تیمور کو اس کی شکست کا پہلو دکھا دیا تھا۔

''آپ بے فکر رہیں میرے دل میں آپ کے لئے کوئی میل نہیں ہے آپ بہنوئی ہیں میری بہن کے شوہر ہیں' میرے دل میں آپ کے لئے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے''۔ وہ مسکرا کر بولا تھا کہ ماحول پر طاری کثافت تھوڑی کم ہو۔

''شکریہ......'' وہ مشکور ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''معصب......'' وہ دو قدم ہی چلا تھا جب تیمور کی آواز آئی تھی اس نے مڑ کر دیکھا تھا وہ مسکرا رہا تھا۔

''بیسٹ آف لک''۔ وہ بہت دوستانہ انداز میں مسکرا کر بولا تھا۔

''وہ آج بھی تمہاری مسکان ہے' میں جانتا ہوں تم اس کے پاس جا رہے ہو وہ بدلی نہیں ہے۔ اپنے اوپر خول چڑھا رکھا ہے جو شاید پگھل چکا ہے' اس کے پاس جا کر اپنی محبت کی شدت کا یقین دلا دو وہ مان جائے گی''۔ معصب حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا کہ وہ یہ کیا بول رہا ہے اور پھر اسے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔

''وہ میری مسکان نہیں بدل گئی ہے وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے نہیں مانے گی''۔

''وہ میری بہن ہے جانتا ہوں اسے' وہ وہی مسکان ہے نرم دل ڈرپوک سی اور وہ آج بھی تم سے اتنا ہی پیار کرتی ہے جاؤ جا کر منا لو مان جائے گی یہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں آخر بھائی ہوں اس کا''۔ تیمور اس کی آنکھوں کا سوال جیسے پا گیا تھا مسکرا کر بولا تو معصب بھی مسکرا دیا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا پر دل بس اب ایک ہی تمنا کر رہا تھا۔

☆

وہ اپنی وارڈ روب سیٹ کر رہی تھی جب ماسی نے بتایا تھا کہ مہمان آئے ہیں وہ سمجھ گئی تھی کون ہوگا' اس لئے کمرے میں بھیجنے کو کہہ دیا تھا وہ اپنی وارڈ روب سیٹ کر کے مڑی تھی جب اپنے مقابل معصب کو اتنا قریب دیکھ کر بوکھلا گئی تھی پھر دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ ربان کو احد لے گیا تھا وہ کل سے چغتائی پیلس میں تھا۔

''مسکان......'' یہ پکار آج بھی اس کا دل دھڑکا دیتی تھی اس کا دل بے ترتیب ہوا تھا۔

''جی......'' مسکان سپاٹ لہجے میں بولی۔

''میں تم سے آج آخری بار ملنے آیا ہوں اپنی غلطی کا اعتراف کرنے آیا ہوں جو میں نے گزرے زمانے میں کی' شک جس کی آگ میں خود تو جلا ہی پر تم کو بھی جھلسا دیا' میں بہت برا ہوں تم سے محبت تو کر لی پر اعتبار نہیں کیا تم پر' تم کو چاہا تو بے پناہ پر ایک شک کی چنگاری سے اپنا پورا آشیانہ جلا دیا۔ اپنے اس شک میں اپنے بیٹے کو بھی قتل کرنے کے درپے ہو گیا پر ایک بار بھی تم سے دریافت نہیں کیا' اپنا شک دور کرنے کی کوشش نہیں کی' میں غلط تھا بہت غلط......'' وہ کہہ رہا تھا چہرے سے



www.pdfbooksfree.pk

کرب واضح تھا آنکھوں کی جوت بجھی ہوئی تھی ان کی جگہ ایک گہرا اضطراب تھا' مسکان کا دل جیسے بند ہونے کو تھا اس نے یہ تو نہیں چاہا تھا کہ وہ شخص جس سے وہ بے پناہ محبت کرتی ہے اس بری طرح تکلیف سے گزرے۔ وہ رکا تھا پھر رخ اس کی طرف سے موڑ کر پھر بولنا شروع ہوا تھا۔

''مسکان! میں تم سے کل بھی بے انتہا محبت کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں' بلکہ شاید اب تو اس سے بھی زیادہ کرتا ہوں کیونکہ دل کے ایک کونے میں تمہاری محبت کا دیا ہمیشہ روشن تھا جسے میں نفرت کی آگ سمجھ کر کبھی دیتا رہا اور اس کی شمع ہمیشہ روشن رہی' پر سچ بولوں آج سمجھ میں آیا ہے کہ نفرت کی آڑ میں ہمیشہ محبت کی' نفرت تو کبھی تھی ہی نہیں' میں نے تمہارے رشتے کو غلط سمجھا اس کے لئے مجھے معاف کر دو۔ میں کل جا رہا ہوں ہمیشہ کے لئے تمہاری اور ربان کی زندگی سے' بس آج تمہارے پاس معافی مانگنے آیا ہوں مجھے معاف کر دو اپنے ہر عمل کے لئے تمہاری ہر اذیت کے لئے ربان کی ہر تشنگی کے لئے تمہارے کردار پر کیچڑ اچھالنے کے لئے مجھے معاف کر دو''۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا تھا آنکھوں کی سطح نم تھی وہ معافی کا طلب گار تھا اور وہ تو دل سے اسے معاف بھی کر چکی تھی۔ جب تنہائی کی گھڑیوں میں گزرے دنوں کا حساب کیا تھا تو اپنی بھی غلطی نظر آ گئی تھی' معصب نے اسے سپاٹ نظروں سے اپنی طرف دیکھتا پایا اور شاید کچھ اخذ کر کے باہر کی طرف بڑھا تھا جب مسکان نے اسے صدا دی تھی۔

''معصب......'' یہ اک نام نہیں تھا امید کا دیا تھا جو روشن ہوا تھا معصب نے مڑ کر دیکھا تھا' اس کی آنکھیں سمندر بنی ہوئی تھیں جل تھل نین معصب کو بے قرار کر گئے تھے۔

''مسکان تم روؤ نہیں پلیز...... آئی ایم سوری''۔ وہ بے قراری سے آگے بڑھا تھا اور اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا' مسکان اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے لگی تھی کتنے وقت کے بعد یہ شانہ میسر آیا تھا یہ حفاظتی پناہ ملی تھی ورنہ ہمیشہ وجود دھوپ میں رہا تھا جلتی دھوپ میں۔

''معصب! آپ کیوں کرتے ہیں ہمیشہ ایسا کیوں......؟'' وہ کافی دیر رونے کے بعد اک جھٹکے سے اس سے الگ ہو کر چیخ کر بولی تھی۔

''کیا......؟'' معصب حیران ہوا تھا اس کا شعلہ جوالہ روپ دیکھ کر۔

''آپ ہمیشہ ایسا کرتے ہیں جو دل میں آتا ہے سمجھ لیتے ہیں دوسرے سے دریافت ہی نہیں کرتے کہ اس کے دل میں کیا ہے' ہمیشہ جو اپنے دل میں آتا ہے کرتے ہیں' پہلے میرے اوپر انگلی اٹھائی پھر مجھے چھوڑ گئے اور ایک بار پوچھا بھی نہیں' آپ کہتے ہیں آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں پھر یہ کیسی محبت ہے جو میرے دل تک رسائی ہی نہیں پاتی......؟ جو میرے دل سے ہی ناواقف ہے......؟ آپ نے پہلے مجھے چھوڑا تھا اور آج معافی مانگ رہے ہیں' پھر کہہ رہے ہیں کہ میں جا رہا ہوں آپ نے کیا سمجھ رکھا ہے مجھے موم کی گڑیا یا مٹی کا کھلونا......نہیں معصب! میں بھی ایک انسان ہوں ایک جیتا جاگتا سانس لیتا وجود ہوں' میری بھی کچھ خواہشات ہیں کچھ آرزوئیں ہیں کچھ چاہتیں ہیں پر آپ نے آج بھی مجھے ایک بت سمجھا ہے' جس کے آگے آئے اپنے کئے پر معافی مانگی اور پھر اسے ایک کڑی جدائی کی سزا دے کر اپنی راہ کی طرف چل دیئے' کبھی سوچا ہے میں کیا چاہتی ہوں میرا دل کیا کہتا ہے......؟ میرے کیا ارمان ہیں......؟'' وہ سسک رہی تھی۔

''نہیں یہاں تو آپ کو بس اپنی ہی ہے' معافی مانگ کر ایک بار پھر غلطی کرنے جا رہے ہیں' مجھے اور ربان کو ایک بار پھر اس درندہ صفت انسانوں کی دنیا میں اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہیں وہ بھی ہمیشہ کے لئے''۔ وہ مسلسل بول رہی تھی۔

''آپ نے اس بار بھی صرف اپنا فیصلہ مسلط کیا ہے کسی دوسرے سے اس کی خواہش نہیں پوچھی کہ وہ کیا چاہتا ہے' آپ نے کیوں نہیں پوچھا کہ میں کیا چاہتی ہوں......؟ میری کیا آرزوئیں ہیں''۔ وہ بری طرح رو رہی تھی اور اس کے



سینے پر مکے مار رہی تھی اس سے شکوہ کر رہی تھی اپنا درد سنا رہی تھی اور معصب جیسے پرسکون ہوتا جا رہا تھا اس کے وجود پر پڑا بوجھ کھسکتا جا رہا تھا اس نے اس کے کالر کو پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تھا۔

''آپ پوچھتے تو ایک بار......تو میں بتاتی میں کیا چاہتی ہوں......؟ آپ کا ساتھ چاہتی ہوں' آپ کی چھاؤں میں رہنا چاہتی ہوں ان پتھریلے راستوں پر چلتے چلتے میرے پاؤں تھک گئے ہیں معصب میں آپ کے ساتھ کہیں رک جانا چاہتی ہوں ٹھہر جانا چاہتی ہوں' معصب! میں آپ کی پہلی والی محبت چاہتی ہوں' اپنے بیٹے اور آپ کے ساتھ ایک پرسکون زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں' ایک جنت بنانا چاہتی ہوں جہاں صرف ہم چار وجود ہوں میں' آپ' ربان اور محبت......کسی پانچویں شخص کی جگہ ہی نہ ہو' ایک ایسی دنیا بسانا چاہتی ہوں پر آپ کو کیا آپ کو تو صرف معافی چاہئے' جائیں میں نے آپ کو معاف کیا معصب! ہر چیز سے بری الزمہ کیا' میں نے اپنے دل کے ہر کونے سے آپ کو آزاد کیا''۔ وہ کہتے ہوئے پیچھے کی طرف دیوار سے جا لگی تھی اور کھڑکی کی طرف آ کر رخ موڑ گئی تھی' آنکھیں جیسے سمندر بنی ہوئی تھیں ٹھہرنے کو تیار ہی نہیں تھیں' معصب اس کا اقرار پا کر جیسے سرشار ہو گیا تھا۔

''مسکان......'' وہ محبت سے پکار کر اس کی طرف بڑھا تھا اور شانوں سے تھام کر رخ اپنی طرف کر گیا تھا۔

''تم کہتی تو ایک بار' میں کون سا تمہارے بنا سکون سے رہتا' اپنے بیٹے اور تم کو چھوڑ کر جانے کا تصور ہی سوہان روح تھا پر تمہارے سکون کے لئے میرے سکون کا برباد ہونا ضروری تھا تمہارے بنا تو میرے دن ایسے گزرے ہیں کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتا' بس اپنی پانچ سال کی زندگی کی تکالیف کو شاید ان لفظوں میں بیان کر سکتا ہوں۔

''جس دن سے جدا ہم تم سے ہوئے
اس دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا''

''مسکان! آج تم نے مجھے نئی زندگی کی نوید سنائی ہے ورنہ تم سے ایک بار پھر جدا ہو کر شاید میں مر ہی جاتا''۔ وہ بولا تھا اور مسکان اس سے لپٹ کر ایک بار پھر رو دی تھی۔

''معصب! آپ بہت برے ہیں آپ نے میرے ساتھ بالکل اچھا نہیں کیا تھا آپ بہت برے ہیں''۔ وہ روتے ہوئے بیچ میں بولی تھی اور معصب مسکرا دیا تھا۔

''ہاں میں واقعی بہت برا ہوں پر آج سے پرامس ہے کہ ہمارے تمہارے بیچ اب محبت کے علاوہ کسی کی بھی جگہ نہیں ہو گی نہ ہی کسی شک کی اور نہ ہی کسی غلط فہمی کی اب میں اپنی محبت کو کوئی تکلیف نہیں دوں گا''۔ معصب اس کے ماتھے پر محبت کی مہر ثبت کر کے بولا تھا تو وہ بھی اس سے الگ ہو کر مسکرا دی تھی۔

''اب کبھی مجھ پر شک مت کریئے گا ورنہ میں جیتے جی مر جاؤں گی''۔ وہ بھیگی آنکھوں سے بولی تھی۔

''مسکان......'' اس کے الفاظ نے جیسے اس کی بنیاد ہلا دی تھی تو وہ اسے ٹوک گیا تھا۔

''آئندہ مرنے کی بات مت کرنا' ورنہ میری روح تم سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے گی میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور آئندہ ہمارے بیچ کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی سمجھیں تم''۔ وہ محبت سے ہاتھ تھام کر مسکرا دیا تھا۔

''چلو گھر چلتے ہیں سب تمہیں دیکھ کر سرپرائز ہو جائیں گے''۔ معصب نے کہا تھا اور وہ اثبات میں سر ہلا گئی تھی اور زندگی جیسے واپس اپنی ڈگر پر آ گئی تھی اب واقعی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ بلاشبہ محبت ایک بہت مضبوط دیوار ہے پر جب دیوار پر شک کی دیمک لگ جائے تو یہ دیوار کمزور پڑ جاتی ہے اس لئے ہمیں کسی پر بھی شک کرنے سے پہلے اس غلط فہمی کو دور کر لینا چاہئے جس سے یہ شک پیدا ہوا ہو کیونکہ شک انسان کے لئے زندگی بھر کے پچھتاوے چھوڑ جاتا ہے۔

☆

www.pdfbooksfree.pk

عائشہ ذوالفقار

ناولٹ

# وہی تو ہے میری زندگی

وہ دونوں جیسے ہی اندر داخل ہوئے' سب سے پہلے عدی کی نظر دونوں آستینیں چڑھائے دوپٹہ کمر سے باندھے دیواریں ناپتی روحہ پر پڑی' اس نے گردن موڑ کر اپنے پیچھے آتے فیری کو دیکھا' وہ ایکدم بوکھلا گیا

تھا' دونوں اکٹھے آگے بڑھے' روحہ نے بھی دونوں کو دیکھ لیا تھا تبھی رک گئی تھی اور اب خونخوار نظروں سے فیزی کو گھور رہی تھی۔

''فیزی! اب خود لڑ اپنا مقدمہ''۔ عدی اس کے کان میں گھس کر بولا۔

''کوئی مشورہ ہی دے دے''۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

''مشورہ...... وہ تیری جان بخشی کردے یہ ہی بڑی بات ہے''۔ عدی کہتا ہوا روحہ کے پاس سے گزر کے اندر چلا گیا' روحہ نے دوبارہ فیزی کو دیکھا۔

''آ...... کیا ہوا روحہ! یہاں کیوں کھڑی ہو......؟''

وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔

''فیزی! تمہیں آخر مجھ سے دشمنی کیا ہے......؟ تمہیں اگر میرا اس گھر میں رہنا گوارہ نہیں ہے تو مجھے صاف صاف بتادو' میں چلی جاتی ہوں یہاں سے''۔ وہ تنک کے بولی۔

''مم...... میں نے ایسا کب کہا''۔ وہ بوکھلا کر بولا۔

''فیزی! میں ماسٹرز کئے بغیر شادی نہیں کروں گی سمجھے''۔ وہ انگلی اٹھا کر تیزی سے بولی۔

''روحہ جان! تم ماسٹرز شادی کے بعد کر لینا میں تمہیں کونسا منع کروں گا''۔ وہ اس کے پاس آ کر بولا۔

''تمہیں آخر اتنی جلدی کیا ہے''۔ وہ جھلا گئی۔

''دیکھو روحہ ڈیئر......'' وہ روحہ کو کندھوں سے تھام

www.pdfbooksfree.pk

کے کرسیوں تک لایا اور اپنے سامنے بٹھا کر بولا۔

''میری طرف دیکھو روحہ......'' روحہ نے اس کی طرف دیکھا۔ بس یہیں وہ ہار جاتی تھی۔

''اب اور انتظار نہیں ہوتا مجھ سے''۔ وہ اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''فیزی! مجھ سے چیٹنگ نہیں کرو''۔ روحہ اس کے لہجے سے گھبرا گئی' فیزی اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا' روحہ کے ماتھے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے' پلکیں لرز رہی تھیں' فیزی کے اس ہتھیار کے سامنے وہ بے بس ہو جاتی تھی' وہ ایکدم کھڑی ہو گئی۔

''تم کبھی دھیان سے میری بات نہ سننا''۔ کہتی ہوئی مڑی تو اس کی کلائی فیزی کے ہاتھ میں آ گئی' روحہ کا دل اچھل کے حلق میں آ گیا''۔

''روحہ! اس انتظار کو اور طول مت دو ورنہ......''

اور روحہ اس سے ہاتھ چھڑا کے اندر کو بھاگ گئی فیزی مسکرا کر رہ گیا۔

☆

''روحہ بیٹا! تمہارے والدین کے بعد تمہاری ذمہ داری اب ہم پر ہے' ہم نے کبھی تم میں اور باقی بچوں میں فرق نہیں کیا' اب تم اپنے گھر کی ہو جاؤ تو ہم اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے''۔ صبح ناشتے کی میز پر بڑے ابا نے بات شروع کی تو وہ چونک گئی اس نے اپنے سامنے بیٹھے فیزی کو دیکھا وہ ہر چیز سے بے نیاز ناشتہ کرنے میں مگن تھا۔

''بیٹا! تم پر کوئی بوجھ نہیں ہے اپنی مرضی سے فیصلہ کرنا' میں نے اور صائمہ نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری اور فرازین کی شادی کر دی جائے تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے......؟'' اب کے بڑے ابا نے ڈائریکٹ پوچھا تو وہ بوکھلا گئی' فیزی کا منہ انڈے کی پلیٹ میں ہی دھنس گیا' عدی پانی پیتے پیتے رک گیا' روبا بڑے ابا کے لئے چائے لے کر آ رہی تھی وہ بھی چونک گئی۔

''وہ بڑے ابا میں...... وہ دراصل......'' روحہ کی بوکھلاہٹ عروج پر تھی۔

''ہاں بیٹا بولو......''

''وہ بڑے ابا! مجھے فیزی میرا مطلب ہے فرازین سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے''۔ ایک جملے میں بات مکمل کر کے وہ اٹھی اور اوپر بھاگ گئی' فیزی انڈے کی پلیٹ سے نکلا اور بمشکل ہنسی روکتا باہر نکل گیا' عدی جگ کو منہ لگائے لگائے کچن میں بھاگ گیا' روبا بھی مسکرا دی۔

''پاگل......'' بڑے ابا' بڑی امی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''روحہ اور فیزی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے' روحہ ماسٹرز کے بعد شادی کرنا چاہ رہی تھی لیکن ادھر فیزی کا ایم بی اے مکمل ہوا' ادھر اسے جاب ملی اور اس نے بڑے ابا سے بات کر لی' روحہ انکار نہ کر سکی' وہ چھوٹی امی کی بھانجی تھی' فیزی سے چھوٹی اور عدی سے بڑی تھی' فیزی اور عدی چھوٹی امی کے فرزند تھے' چھوٹے ابا کی دو سال پہلے وفات ہو گئی تھی' فیزی اور عدی کی ایک پھپھو بھی شوہر کے انتقال کے بعد سے ان کے ساتھ رہ رہی تھیں' روبا ان کی بیٹی تھی' ان تینوں سے بڑی تھی' روبا کے ساتھ بھی ایک بہت بڑا دکھ جڑا ہوا تھا' بڑی امی اور بڑے ابا کا اکلوتا سپوت زبرقان اپنی کلاس فیلو ندا کو پسند کرتا تھا' بڑے ابا نے اسکا رشتہ روبا سے کر دیا' وہ نہ مانا' بڑے ابا نے عاق کر دینے کی دھمکی دے دی' اپنی مرضی کے خلاف وہ روبا سے نکاح کر کے اور اپنا حصہ لے کر اسی رات گھر سے چلا گیا' کچھ عرصے بعد انہیں پتہ چلا کہ اس نے ندا سے شادی کر لی ہے اور وہ دونوں آج کل دبئی میں ہیں' تین سال ہو گئے تھے روبا کو اس کے نام پر بیٹھے ہوئے' اب نہ اسے اپنانے کی بات کرتا تھا نہ چھوڑنے پر آمادہ ہوتا تھا' بڑے ابا بہن سے منہ چھپاتے اور روبا' بڑی امی کی سسکیوں پر پشیمان ہو جاتی تھی' یہ گھر ان سب کے لئے جنت تھا جہاں عدی کے قہقہے فیزی اور روحہ کی نوک جھونک سب کو جینے کی امید دیے رکھتی تھی اب روحہ کے ہاں کرتے ہی گھر میں شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے۔

☆



وہ چاروں لان میں بیٹھے چائے اور پکوڑوں سے انصاف کر رہے تھے۔

''تمہارا کیوں منہ لٹکا ہوا ہے''۔ فیزی گھونٹ بھر کے عدی سے بولا وہ گم صم پکوڑے پہ پکوڑہ نگل رہا تھا۔

''بڑے ابا سے جھاڑ پڑی ہے''۔ روبا نے مسکراتے ہوئے اس کے آگے سے پلیٹ ہٹا لی' عدی مزید غمزدہ ہو گیا۔

''کیوں...... جھاڑ کیوں پڑی ہے......؟'' فیزی حیران ہوا۔

''کالج سے شکایت آئی تھی بڑے ابا کو کہ استادوں کے ساتھ بدتمیزی کرتا ہے''۔ عدی تڑپ گیا۔

''جھوٹ...... میں نے کوئی بدتمیزی نہیں کی وہ کمپیوٹر کے پروفیسر استاد ہونے کے فائدے گنوا رہے تھے کہنے لگے ڈاکٹرز کو دیکھا ہے کیسے کیسے ہوتے ہیں' انجینئرز کو دیکھا ہے کیسے کیسے ہوتے ہیں لیکن پروفیسرز کو دیکھو...... میں نے کہہ دیا کہ کیسے کیسے ہوتے ہیں''۔ فیزی اور روحہ کا مشترکہ قہقہہ گونجا۔

''کوئی بات نہیں میرے بھائی! کبھی کبھی سچ بولنے پر ایسے ہی ڈانٹ پڑتی ہے''۔ فیزی بولا۔

تبھی ساتھ والوں کے گھر سے ایک سفید گیند ان کے لان میں آ کر گری اور ٹھیک چند سیکنڈ بعد گیٹ کھول کر ایک لڑکی اندر آئی' کیپری پاجامے اور انتہائی فٹنگ کی شرٹ پر بغیر دوپٹے کے ادھر ادھر دیکھ کر وہ سیدھی ان کی طرف آئی۔

''سنیں یہاں ہماری بال آئی ہے''۔

''جی آئی تو ہے''۔ فیزی مسکراتے ہوئے بولا روحہ کی تیوری چڑھ گئی۔

''کہاں ہے......؟'' لڑکی کی نظریں فیزی کے چہرے سے چپک ہی گئیں۔

''وہاں کیاری میں جائیں اٹھا لیں''۔ روحہ چبا چبا کر بولی۔

''فیزی! لڑکی دیکھ کر تمہاری رال کیوں ٹپک پڑتی ہے''۔ روحہ نے اسے لتاڑا۔

''دیکھو روحہ ڈیئر! اب اگر اتنی قیامت لڑکی مجھ سے ہنس کر بات کرے گی تو میں کوئی پاگل تو نہیں ہوں ایویں اکڑ دکھاؤں''۔ وہ کہتے ہوئے کھڑا بھی ہو گیا۔

''ہوں میں بتاتی ہوں تمہیں''۔ وہ پکوڑوں کی خالی پلیٹ اٹھا کر اس کے پیچھے بھاگی' عدی اور روبا دونوں ہنس دیئے۔

''کزن! آپ نے کیا سوچا ہے......؟''

''کس بارے میں''۔ روبا اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''زبرقان بھائی کے بارے میں''۔ عدی بولا تو روبا چپ کر گئی۔

''دیکھو روبا! صبر اچھی چیز ہے مگر میری ایک بات یاد رکھنا ہمیشہ دکھ ہی خوشیوں کے راستے بند نہیں کرتے' کبھی کبھی صبر بھی سکھ کی راہ کی دھول بن جاتا ہے''۔ وہ کہتا ہوا اٹھ گیا اور روبا ایک بار پھر پریشان ہو گئی' ایسے معنی خیز جملے وہ اکثر کہتا رہتا تھا' تب بھی جب اس کا نکاح نہیں ہوا تھا' بعض اوقات تو وہ الجھ جاتی تھی اب بھی گہری سانس لے کر اٹھ گئی۔

☆

روحہ مائیوں بیٹھ گئی تھی' شام کو جب روبا چائے لے کر بڑے ابا کے کمرے میں آئی تو وہ بڑی اور چھوٹی امی کے ساتھ شادی کا کھانا ڈسکس کر رہے تھے' وہ وہیں بیٹھ گئی' فیزی سو رہا تھا' عدی کہیں باہر گیا ہوا تھا' باتوں کا رخ زبرقان کی طرف مڑا تو وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔

''زبرقان کو تو اطلاع کر دیں''۔ بڑی امی بولیں۔

''اس نے کون سا آنا ہے''۔ بڑے ابا لاپروائی سے بولے۔

''پر اطلاع تو ضروری ہے نا بھائی جان''۔ چھوٹی امی بھی بولیں۔

''دوں گا مگر وہ نہیں آئے گا بڑی اکڑ ہے اس میں' ابھی تک اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہا ہے۔ ماں باپ اگر اولاد کے لئے ہمیشہ برا نہیں سوچتے تو اولاد بھی ہمیشہ اپنے لئے اچھا نہیں سوچتی''۔ بڑے ابا اس سے سخت نالاں تھے۔



www.pdfbooksfree.pk

"وہ نہیں جھکتا تو آپ ہی جھک جائیں خوامخواہ روبا کی زندگی برباد ہو رہی ہے"۔ بڑی امی بولیں۔

"جھک تو گیا ہوں کہا تو ہے اسے کہ بچی کو طلاق دے دے مگر نہیں......" بڑی امی چپ کر گئیں یہ موضوع جب چھڑتا تھا تلخ کلامی پر ہی ختم ہوتا تھا۔

آخر مہندی کا دن آ پہنچا' روبا دوسرے کاموں میں الجھی ہوئی تھی اس لئے بیوٹیشن گھر پر ہی بلوائی تھی' فیزی خود ہی ڈھول لے کر بیٹھ گیا۔

"غضب خدا کا جس کی شادی ہے وہ خود ہی ڈھول بجا رہا ہے"۔ ایک رشتہ دار خاتون دیکھ کر بولیں۔

"ہاں تو آنٹی! جب کوئی اور یہ کام نہیں کرے گا تو میں ہی کروں گا نا بعد میں حسرت نہیں رہے گی"۔ وہ بولا پھر کافی دیر تک ڈھول بجا بجا کر بے تکے گانے گاتا رہا' عدی آیا تو دونوں اور شیر ہو گئے' اندر بیٹھی روحہ ہنس ہنس کر بے حال ہو گئی اسے پتہ تھا سب اسے سنانے کو ہو رہا ہے۔

"بہت پیار کرتے ہیں آپ کے ہسبینڈ تو آپ سے"۔ بیوٹیشن بھی ہنس دی۔

"مہندی والے دن روحہ تو اچھی لگ ہی رہی تھی وہ بھی معقول سے حلیئے میں بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔

"قدسیہ کے دونوں بیٹے ہیں بہت خوبصورت"۔ کسی عورت کی بات سن کر عدی باغ باغ ہو گیا' سب نے زبرقان کا پوچھا بڑی امی نے سب کو اس کی مصروفیات کا کہہ کر چپ کروایا' عدی اور فیزی دونوں نے اسے اطلاع کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں آیا تھا' بڑی امی کی آہیں سن سن کر روبا خود کو قصوروار سمجھ رہی تھی بڑی امی کا بھی کوئی قصور نہیں تھا' وہ بھی آخر اکلوتے بیٹے کی خوشیاں دیکھنے کی آرزومند تھیں۔

آخر شادی کا دن آ پہنچا' اس دن روحہ پارلر سے تیار ہو کر آئی تھی ایک تو وہ رہتی سادہ تھی دوسرے اس کے چہرے پر معصومیت بہت تھی' اس دن اس پر ٹوٹ کے روپ آیا وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ فیزی کو عدی باہر سے ڈھونڈ کر لایا۔

"خدا کو مان فیزی! آج تو ڈھنگ کے کپڑے پہن لے"۔ روبا اس کا سوٹ لے کر آئی۔

"رہنے دیں وہ مجھے ایسے ہی قبول کر لے گی"۔ وہ کسی صورت بھاری بھرکم شیروانی پہننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"فیزی! تم کیا وہ بدرنگ جینز اور گلابی شرٹ پہنو گے"۔ روبا ویسے ہی بہت تھکی ہوئی تھی ایکدم چیخ پڑی' آخر فیزی نے وہ شیروانی پہن ہی لی اور جس لمحے اس کے برابر روحہ کو لا کر بٹھایا گیا تو وہ سیدھا نہ رہ سکا۔

"ارے بھئی دولہے کی ڈائریکشن تو ٹھیک کرو"۔ کسی نے آواز لگائی۔

"دلہن تو نظروں سے ہی پگھل جائے گی"۔ کوئی دوسری آواز آئی تھی مگر فیزی کے پاس سب کی باتوں کا جواب ایک خوبصورت سی مسکراہٹ تھی۔ جس لمحے بڑے ابا نے روحہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ بے تحاشا رو دی۔

"فیزی! یہ تو بہت ہی رو رہی ہے"۔ عدی بولا۔

"تو اس کی فکر میں نہ گھل میں خود ہی چپ کروا لوں گا"۔ فیزی مسکرا کر بولا پھر روبا اور چھوٹی امی اسے اوپر فیزی کے کمرے میں چھوڑ گئے' کمرہ روبا اور عدی نے مل کر سجایا تھا' پہلے اس نے اپنا میک اپ ٹھیک کیا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ فیزی کمرے میں داخل ہوا جیسے ہی اس کی نظر روحہ پر پڑی یہ وہ روحہ تو نہیں تھی جسے وہ بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا' یہ تو کوئی اور تھی' پرستان کی ملکہ کسی ملک کی شہزادی۔

"روحہ......" کہتے ہوئے وہ اس کے قریب ہوا وہ روحہ کے چہرے سے نگاہیں ہٹانا ہی بھول گیا' روحہ سٹپٹا گئی۔

"روحہ! تم میری ہو نا صرف میری......" وہ اسے کندھوں سے تھام کے اپنی طرف موڑتے ہوئے بولا روحہ کی پلکیں جھک گئیں۔ فیزی نے اس کی کلائی میں بریسلیٹ پہنائی۔

"روحہ! زندگی بھر میرا ساتھ دینا' دو گی نا......؟"

وہ اس کا چہرہ تھامے پوچھ رہا تھا' اثبات میں سر ہلاتے وہ اس کے کندھے سے لگ گئی اور فیزی اسے خود میں



سمیٹتا چلا گیا۔

☆

روبا اپنے لئے چائے بنا رہی تھی جب عدی کچن میں آیا۔

"کیا کر رہی ہو......؟"

"چائے بنا رہی ہوں سر میں بہت درد ہو رہا ہے"۔

"ایک کپ میرے لئے بھی پلیز......" وہ کرسی گھسیٹ کے وہیں بیٹھ گیا خود سے چار سال بڑی روبا کو اس نے کبھی تمیز سے بلانے کی زحمت نہیں کی تھی اسے کپ پکڑا کر وہ خود بھی وہیں بیٹھ کے پینے لگی۔

"روبا! ایک بات پوچھوں......؟" وہ بولا تو روبا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہیں آج روحہ پر رشک نہیں آیا"۔ روبا حیران ہوئی۔

"کیوں......؟"

"آج اسے جو کچھ ملا ہے وہ تمہارا بھی حق تھا"۔ عدی بولا۔

"حق تھا مگر نصیب نہیں تھا"۔ روبا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی۔

"نصیب نہیں تھا مگر بن تو سکتا ہے نا"۔ وہ الجھ گئی۔

"نصیب ایک بار لکھے جاتے ہیں عدی"۔ تو عدی مسکرا دیا۔

"لیکن دعائیں نصیب بدل بھی دیتی ہیں"۔ وہ اب بھی نہیں لڑکھڑایا تھا۔

"اچھا...... میرا نصیب کس کی دعائیں بدلیں گی میری......؟ میری دعاؤں نے میرا نصیب بدلنا ہوتا تو اب تک بدل چکی ہوتیں"۔ وہ تلخ ہو گئی عدی نے کپ خالی کر دیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے تمہاری ذات کے لئے صرف تم ہی دعائیں کرتی ہو......؟"

"ہاں اور بالکل ٹھیک لگتا ہے"۔ وہ بولی۔

"نہیں روبا! تمہارے لئے اور بہت لوگ دعائیں کرتے ہیں"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

"مثلاً کون......؟" اس نے پوچھا۔

"مثلاً میں......" بڑے مضبوط لہجے میں کہتا وہ باہر نکل گیا' روبا سن رہ گئی وہ در پردہ جو کہہ کر گیا تھا وہ سمجھ گئی تھی۔

اگلے دن فیزی اور روحہ کا ولیمہ تھا دونوں کے چہروں سے لگ رہا تھا کہ دونوں خوش ہیں' آج چونکہ اتنا کام نہیں تھا سو روبا خود بھی تیار ہو گئی وہ خوبصورت تھی مگر خوبصورتی ہی سب کچھ نہیں ہوا کرتی' نصیب اچھے ہونے چاہئیں' اسے پتہ ہی نہ چلا عدی کب اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ زبرقان بھائی ہوتے تو تمہاری تعریف ضرور کرتے' کیونکہ وہ اگر ہوتے بھی تو انہوں نے تمہاری تعریف نہیں کرنی تھی"۔ وہ چپ رہی۔

"کیا سوچ رہی ہو......؟" وہ بولا۔

"روحہ اور فیزی کے بارے میں"۔

"کزن! کبھی اپنے بارے میں بھی سوچ لیا کرو"۔ وہ چونک گئی۔

"میرے لئے سوچنے کو کچھ نہیں ہے"۔ وہ بولی۔

"چلو کسی اور کے بارے میں سوچ لو"۔

"کس کے بارے میں......؟" وہ اس کی ذومعنی باتوں سے جھلا گئی۔

"میرے بارے میں......" اس کی ناک کو انگلی سے چھوتا وہ اسٹیج کی طرف بڑھ گیا' روبا اس کا لمس ہی محسوس کرتی رہ گئی آنے والا وقت اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

☆

فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی روبا نے ہاتھ بڑھا کے ریسیور اٹھایا۔

"اسلام علیکم کون......؟" اس نے پوچھا پھر ایکدم ساکت ہو گئی۔

"ٹھہریں میں بلاتی ہوں"۔ وہ ریسیور رکھ کر اٹھ گئی اور بڑے ابا کو بلا لائی' زبرقان کا فون تھا' بڑے ابا نے چند منٹ بعد ریسیور رکھ دیا پھر روبا کی طرف دیکھا۔



www.pdfbooksfree.pk

"زبرقان کے بیٹا ہوا ہے"۔ روبا مسکرا بھی نہ سکی۔

"اب تو وہ اور مگن ہو جائے گا' اب تو بالکل نہیں آئے گا"۔ وہ آنسو چھپاتی اپنے کمرے میں چلی گئی سب کو پتہ چل گیا تھا' بڑی امی پوتے کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہی تھیں۔

وہ ٹیرس پر کھڑی تھی جب عدی کسی کام سے اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"روبا ڈیئر! یوں اداس مت رہا کرو"۔ روبا چونک گئی۔ عدی نے دونوں ہاتھ ریلنگ پر رکھ دیئے۔ روبا ٹھٹک گئی' وہ اب بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے چار سال بڑی ہوں عدی! مجھے آپی کہا کرو"۔ وہ اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔

"چار سال بڑی...... میری طرف دیکھو روبا! میں بڑا لگتا ہوں تم سے' یہ چار سال والا خناس نکال دو دماغ سے"۔

"عدی! تمیز سے بات کرو' منکوحہ ہوں میں اس کی"۔ اسے غصہ آ گیا۔

"کس کی وہ جو تمہیں اپنی منکوحہ مانتا ہی نہیں ہے اس کی"۔ روبا کی بس ہو گئی۔

"شٹ اپ عدی......" بھاگتے ہوئے نیچے اتر گئی عدی مسکرا کر رہ گیا۔

☆

آہستہ آہستہ دن گزرنے لگے پھپھو کی طبیعت خراب رہنے لگی روبا بہت پریشان تھی۔

"امی! آپ کس چیز کی ٹینشن لیتی ہیں......؟" اس دن وہ ان کا سر دباتے ہوئے بولی۔

"روبا! مجھے تیری فکر ہے کیا بنے گا تیرا"۔ روبا چپ رہی۔

"نہ وہ تجھے اپناتا ہے نہ چھوڑتا ہے پتہ نہیں کیا کرے گا"۔ یہ پریشانی تو اس گھر میں سب کو تھی' بڑی امی اور بڑے ابا کی بھی آئے دن جھڑپ ہونے لگی' وہ بیٹے سے ملنا چاہتی تھیں مگر بڑے ابا انہیں بلانے پر راضی نہیں تھے' اس دن بھی یہ بحث سن کر وہ باہر آ گئی۔

فیزی اور عدی کے مشترکہ دوست کی شادی تھی اس نے سارے گھر والوں کو بلایا تھا بڑی مشکلوں سے روحہ نے روبا کو تیار کیا۔ روحہ اور فیزی پہلے چلے گئے اسے عدی کے ساتھ جانا تھا' اور اسی بات سے وہ گھبرا رہی تھی' اس کے فقروں سے اسے اب خوف آنے لگا تھا' کچھ ہو جانے کا احساس اسے ہر دم رہتا۔

اس نے بلیک کلر کا سوٹ پہنا' بال گیلے تھے سوکھے رہنے دیئے' گولڈن ایئر رنگز پہنے اور آئی لائنر لگایا' وہ خود پر پرفیوم چھڑک رہی تھی جب اس نے دستک کی آواز سنی۔

"آ جاؤ......" وہ دوپٹہ سیٹ کرتے ہوئے بولی۔

"روبا! تم تو تیاری میں فیزی سے بھی زیادہ دیر......" وہ بولتا ہوا آیا۔ روبا مڑی اور عدی جہاں تھا وہیں تھم گیا' بلیک سوٹ میں وہ کوئی شہزادی لگ رہی تھی عدی خود سے بیگانہ ہو گیا' ٹرانس کی کیفیت میں آگے بڑھا روبا ٹھٹک گئی' عدی نے اس کے دائیں بائیں ڈریسنگ ٹیبل پر ہاتھ رکھے اور اس پر جھک گیا۔ وہ سٹپٹا گئی۔

"فار گاڈ سیک عدی......" اس نے ایکدم اسے ہٹایا۔

"جاؤ چلے جاؤ اکیلے' میں نہیں جا رہی"۔ اسے سخت غصہ آیا۔

"سوری روبا! سوسوری پلیز چلو ورنہ روحہ مجھے قتل کر دے گی"۔ وہ نادم تھا اس نے ایک گہری سانس لی۔

"چلو"۔ پرس اٹھا کر باہر نکل گئی۔

"اچھا اب بتا دو کیسا لگ رہا ہوں......؟" وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

"جوکر لگ رہے ہو"۔

"اور تم چڑیل لگ رہی ہو"۔ وہ بولا تھا اور روبا نے اس کے کندھے پر پرس دے مارا اور پر کھڑی چھوٹی امی نے یہ سارا منظر دیکھا۔

☆

پھر کئی دن گزر گئے زبرقان نے نہ آنا تھا نہ آیا' وہ کہتے ہیں نا کہ نکاح کے دو بول فریقین کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتے ہیں' یہ ہی روبا کے ساتھ ہوا تھا' وہ جیسا بھی تھا مگر اس کا شوہر تھا اور اسے اپنے شوہر سے محبت تھی' اس دن وہ لان میں کیاریاں صاف کر رہی تھی' فیزی آفس گیا ہوا تھا' روحہ سو رہی تھی' عدی یونیورسٹی سے آیا تو سیدھا اس کی طرف ہی آ گیا۔

"کیا کر رہی ہو کزن......؟" وہ بولا۔

"میرے خیال میں کیاریاں صاف کر رہی ہوں"۔ وہ تڑک کے بولی اس کی اکثر باتوں کا جواب وہ اب تڑخ کے ہی دیا کرتی تھی۔

"اچھا میں سمجھا انہیں پیار کر رہی ہو"۔ روبا چپ رہی۔

"ویسے کزن! ان کا انتظار کرنا چھوڑ دو' وہ اب نہیں آئیں گے"۔

"کیوں......؟" وہ بے اختیار بول پڑی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو اولاد کی محبت' بیوی سے زیادہ عزیز اور مضبوط ہوتی ہے"۔

"بکواس نہیں کیا کرو ہر وقت"۔ وہ دوبارہ کام میں لگ گئی' عدی چلتا ہوا اس کے پاس آ بیٹھا۔

"انتظار اچھی چیز ہے روبا! لیکن اس کا انتظار جس کے لوٹ آنے کی کوئی امید بھی ہو"۔ وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔

☆

اس دن اچانک روحہ کی طبیعت خراب ہو گئی اور گھر میں ایک بار پھر خوشیاں آ گئیں' روبا نے اسے اسی دن بستر پر بٹھا دیا' روحہ پریشان تھی' اسے فیزی کے ردعمل سے خوف تھا۔

"فیزی! مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے"۔ وہ اس کے پاس آ کر بولی۔

"ہاں بولو......؟" وہ ٹائی کھولتا ہوا بولا۔

"وہ فیزی دراصل......" روحہ کو شرم آ گئی۔

"بولو روحہ! کیا بات ہے......؟" فیزی اس کی طرف مڑا۔

"فیزی وہ......" روحہ سے بولا نہ گیا۔

"روحہ! کوئی خاص بات ہے"۔ وہ بولا تو روحہ نے بمشکل نظریں اٹھائیں پھر اس کی آنکھوں میں شرارت دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"بولو روحہ......" روحہ بھڑک پڑی۔

"اللہ فیزی......"

"تم تو یوں شرما رہی ہو جیسے پتہ نہیں کیا بات ہو"۔ وہ اسے گھماتے ہوئے بولا۔

"میرے اور تمہارے آنگن میں ایک پھول کھلنے والا ہے' ہے نا......؟" وہ اسے بیڈ پر بٹھا کر بولا تو روحہ بول نہ سکی۔

"میں خوش ہوں روحہ! بہت خوش"۔ فیزی نے اس کا خوف اس کی آنکھوں میں پڑھ لیا۔

"روحہ! بلکہ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہارا اور میرا رشتہ اور مضبوط ہو جائے گا"۔ وہ اس کے سر پر چپت لگا کر بولا۔ فیزی اس کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنے لگا۔

☆

بڑے ابا نے زبرقان کو فون کیا تھا اور اسے آنے کو کہا۔

"آپ کی بہو ہے رکھیں اپنے پاس"۔ اس نے صاف جواب دیا۔

"تو پھر طلاق دے دے اسے"۔ بڑے ابا گرجے۔

"دے دوں گا جب میری مرضی ہو گی"۔ اس نے فون بند کر دیا۔

"میں نے کہا تھا بھائی جی! کہ اس کی مرضی پوچھ لیں مگر آپ نہیں مانے"۔ پھپھو کو بیٹی کی فکر تھی۔

"خلع مانگ لیں"۔ چھوٹی امی بولیں۔

"میرے بیٹے کے آنے کی ایک ہی آس ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گی"۔ بڑی امی رو پڑیں۔

"بس مجھے نہیں پتہ' آپ نے ہمیشہ اپنی مرضی کی ہے پتہ بھی تھا بیٹا کہیں اور شادی کرنا چاہ رہا ہے مگر اس کی ایک نہ سنی اس کو بھی دور کر دیا اور روبا کی بھی زندگی برباد کر دی' اب وہ ضد پہ اتر آیا ہے' آپ کا بیٹا ہے ضد تو کرے گا نا مجھے کچھ نہیں پتہ مجھے اپنا بیٹا چاہئے مجھے زبرقان سے ملنا ہے"۔ بڑی امی انہیں مورد الزام ٹھہرائے جا رہی تھیں'


www.pdfbooksfree.pk

بڑے ابا چپ چاپ اپنے کمرے میں چلے گئے اور پھر سو گئے کبھی نہ اٹھنے کے لئے۔

☆

بڑے ابا کو گئے تین ماہ ہو گئے تھے' اس گھر پر وہ چھتری کی طرح تھے' کسی شفیق سائے کی مانند' زبرقان نہیں آ سکا تھا' عجیب بے کیف سے دن ہو گئے' گرمیاں آ گئیں تھیں' فیزی آفس میں مصروف رہتا' روحہ بیزار بیزار سی رہنے لگی' عدی کا آخری سال تھا وہ بہت مصروف ہو گیا تھا' روبا بہت پریشان رہنے لگی۔

''نہ جانے زبرقان کب آئیں گے......؟'' ایک تو یہ خوف لاحق تھا دوسری عدی کی حرکتیں ......وہ حد سے بڑھنے لگا تھا' پھر شرمندہ بھی نہیں ہوتا تھا' بڑی امی ہر وقت روتی رہتیں' بڑے ابا کی موت کا قصوروار وہ خود کو سمجھتی تھیں۔

پھر ایک سہ پہر روحہ' امی کے ساتھ چیک اپ کے لئے گئی تھی' بڑی امی کمرے میں تھیں' عدی یونیورسٹی گیا ہوا تھا' وہ کچن صاف کر رہی تھی جب دروازے کی گھنٹی بجی' وہ دونوں ہاتھ خشک کر کے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی باہر آ گئی' کوریئر والا ایک لفافہ پکڑا گیا' وہ حیران ہوتی ہوئی واپس پلٹی' وہیں کھڑے کھڑے لفافہ کھولا اور پھر جیسے پہاڑ آ گرا' وہ اس کی طلاق کے کاغذات تھے' زبرقان کی ضد صرف بڑے ابا کے ساتھ تھی' وہ نہ رہے تو اس نے اپنی ضد بھی ختم کر دی' اپنا اور روبا کا بنا زبردستی کا رشتہ ختم کر دیا' وہ پتھرائی آنکھوں سے کاغذ تھامے کھڑی رہ گئی' پھر یکدم چکر آیا اور وہ گرتی چلی گئی' اس کے پیچھے کھلے دروازے سے اندر آتے عدی نے اسے تھاما' اسے نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا مگر بچ گئی۔

اس کا دکھ کم تو نہیں تھا' وہ رخصت ہوئے بغیر مطلقہ ہو گئی تھی چار دن اسپتال رہنے کے بعد وہ گھر آ گئی' چپ چپ رہنے لگی تھی' بڑی امی تو اور گوشہ نشین ہو گئیں' وہ شاید روبا کا سامنا ہی نہیں کرنا چاہتی تھیں' پھپھو جیسے اور بوڑھی ہو گئیں۔

☆

وہ چائے بنانے آئی تو عدی پیچھے ہی آ گیا' روبا کو لگا جیسے اس کی طلاق کی سب سے زیادہ خوشی اسے ہوئی ہے۔

''روبا ڈیئر! اب کیا ارادے ہیں......؟''

''کوئی ارادہ نہیں ہے''۔ وہ چائے بناتے ہوئے بولی۔

''یونہی رہو گی کیا......؟'' وہ سلیب پر چڑھ گیا۔

''ہاں یونہی رہوں گی''۔ اس نے چائے کپ میں انڈیلی۔

''میں بات کروں امی سے......؟''

''کس بارے میں......؟'' وہ بولی۔

''اپنے اور تمہارے بارے میں''۔

''عدی! مجھے تم سے شادی نہیں کرنی''۔ وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

''کیوں نہیں کرنی......؟ کیا کمی ہے مجھ میں''۔ وہ بولا۔

''کمی تم میں نہیں ہے عدی! مجھ میں ہے''۔

''کیا کمی ہے......؟'' عدی اس سے نہ جانے کیا اگلوانا چاہ رہا تھا۔

''بڑی ہوں میں تم سے اور طلاق یافتہ بھی''۔ وہ پھٹ پڑی۔

''تو کیا ہوا میں تمہیں چاہتا ہوں''۔ عدی ہار نہیں مان رہا تھا وہ جھلا کر مڑی تو اس کی کلائی عدی کے ہاتھ میں آ گئی۔

''روبا ڈیئر! ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ ہمیشہ غلط ہو اور دوسرے ہمارے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ ہمیشہ ٹھیک ہو' بڑے ابا کا فیصلہ تم نے دیکھ لیا اب اپنا فیصلہ بھی کر کے دیکھو''۔ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

☆

کچھ دنوں بعد زبرقان کا فون آیا اتفاقاً روبا نے اٹھا لیا۔

''میں بڑی امی کو بلاتی ہوں''۔ وہ بولی تھی کہ زبرقان نے اسے روکا۔

''روبا! مجھے غلط مت سمجھنا' میں نے جو کیا گھر والوں کی مرضی سے کیا''۔

''بڑے ابا بھی غلط نہیں تھے' آپ بھی نہیں ہیں' پھر شاید میں غلط ہوں''۔ وہ تلخ ہو گئی۔ پھر بڑی امی بیٹے سے بات کر کے مطمئن ہو گئیں۔

روحہ کی ڈیلیوری نزدیک تھی وہ بہت کمزور ہو گئی تھی فیزی کسی کام سے اسلام آباد گیا ہوا تھا' بہت بور دن ہو گئے تھے۔ اس دن اچانک روحہ کی طبیعت خراب ہو گئی' فیزی اسی دن آیا تھا' بوکھلاتے ہوئے وہ روحہ کو بازوؤں میں اٹھا کر بھاگا' روبا اور چھوٹی امی ساتھ گئیں۔

''بس دعا کریں بے بی اور مدر دونوں بہت ویک ہیں''۔ فیزی بہت پریشان ہو گیا' سب دعاؤں میں لگے ہوئے تھے روحہ کو خون کی ضرورت تھی' عدی نے خون دیا' شام تک روحہ کی حالت مزید خراب ہو گئی' فیزی حد سے زیادہ بوکھلا گیا' روبا پریشان ہو گئی پوری رات روحہ کو ہوش نہیں آیا' کمزوری بہت زیادہ تھی روبا کو فیزی کو دیکھ دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا۔

صبح عدی کا پیپر تھا وہ چلا گیا' چھوٹی امی گھر چلی گئیں' روبا نے بہت کوشش کر لی مگر فیزی نے پانی کا گھونٹ تک نہ پیا وہ اپنے ہوش میں ہی نہیں تھا' ہر منٹ بعد روبا سے پوچھ لیتا۔

''روبا! میری روحہ ٹھیک ہو جائے گی نا......؟'' روبا اسے تسلیاں دیتی مگر ساری تسلیاں سارے دلاسے رائیگاں چلے گئے' ایک اور مصیبت ٹوٹ پڑی۔

''سوری ہم آپ کی مسز کو نہیں بچا سکے''۔ فیزی دم بخود کھڑا رہ گیا' اسے لگا وہ خالی ہاتھ ہو گیا ہے' اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا وہ بے یقینی کی آخری منزل پر کھڑا تھا' پھر وہ اندر کو بھاگا' روبا اس کے پیچھے اندر آئی وہ روحہ کو جھنجھوڑ رہا تھا۔

''روحہ......روحہ......'' بس اس کے علاوہ ایک لفظ نہیں بول رہا تھا' پھر روحہ کے مردہ وجود کو خود میں سمیٹ کے پھوٹ پھوٹ کے رو دیا' روبا ساکت کھڑی رہ گئی۔

☆

وہ روحہ کو یاد کر کے رو پڑتا' آفس سے چھٹیاں لے لیں تھیں' ہر وقت کمرے میں پڑا رہتا' بچے کو گھر لے آئے تھے۔ ہر وقت اسے وہ خود سے لگائے روتا رہتا' روبا کا دل کٹ جاتا' کئی دنوں بعد اس نے آفس جانا شروع کیا' بچے کو روبا ہی سنبھالتی' روبا نے اس کا نام روحان رکھا تھا' کئی دن گزر گئے' ہر فرد نارمل ہو گیا مگر فیزی نارمل نہ ہوا' صبر کر لینا بڑی بات ہوتی ہے' وہ فیزی کے بس میں نہ تھا' صبر آ جانا بڑی عام بات ہے' مگر فیزی کے بس میں وہ بھی نہیں تھا اسے صبر آ ہی نہیں رہا تھا' اسے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ روحہ اسے چھوڑ کر چلی گئی وہ راتوں کو سو نا پاتا' ہر وقت روحہ کا لمس محسوس ہوتا۔

عدی اسلام آباد گیا ہوا تھا اس کا ریسرچ ورک چل رہا تھا' آہستہ آہستہ سب سیٹ ہو گیا' اس دن چھوٹی امی نے اسے اپنے کمرے میں بلایا' بڑی امی بھی وہیں تھیں' اس نے روحان کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔

''روبا! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے' بیٹا سوچ سمجھ کر جواب دینا''۔ روبا نے اپنی امی کی طرف دیکھا وہ خاموش تھیں۔

''زندگی تمہاری ہے......اعتراض ہو تو منع کر دینا''۔ وہ ٹھٹک گئی۔

''کیا بات ہے چھوٹی امی......؟''

''بیٹا! ہم چاہ رہے ہیں کہ تمہارا اور فیزی کا نکاح کر دیں''۔ روبا سن رہ گئی۔

''میرا دل کٹتا ہے فیزی کو دیکھ دیکھ کر''۔ چھوٹی امی رو پڑیں' روبا بول نہ سکی۔

''آپ جانتی ہیں اس کی اور روحہ کی ایک دوسرے کے لئے دیوانگی کو اور پھر وہ مجھ سے چھوٹا ہے''۔ روبا کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

''کوئی بات نہیں بیٹا! تین سال ہی تو ہیں''۔ چھوٹی امی کی آنکھوں میں عدی کی چمکدار آنکھیں گھوم گئیں۔ وہ اس وقت ماں بن کے سوچ رہی تھیں' لیکن فیزی کی ماں نہیں' عدی کی ماں' انہیں اپنے شادی شدہ بیٹے کی فکر نہیں بیٹے کا احساس تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

”مگر چھوٹی امی! فیزی نہیں مانے گا“۔ وہ چپ نہ رہ سکی۔

”میں منالوں گی‘ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا‘ سنبھل جائے گا آہستہ آہستہ“۔ روبا نے اپنی امی کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں میں بیٹی کے دوبارہ آباد ہوجانے کے خواب سجے تھے‘ وہ اٹھ کر باہر آ گئی‘ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ فیزی نہیں مانے گا اور عدی...... وہ سوچ کر رہ گئی۔

”خدا کے لئے امی......!“

”فیزی! اسے گئے تین ماہ ہونے کو آئے ہیں“۔ پھر اسے بڑی امی نے بھی سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔

⋯⋯☆⋯⋯

چند دنوں بعد ایسا واقعہ ہوگیا کہ اسے ماننا ہی پڑا‘ روبا کی بہت طبیعت خراب ہوگئی‘ دونوں بوڑھی خواتین کے لئے روحان سنبھالنا مشکل ہوگیا اس کے بعد امی نے پھر سمجھایا۔

”فیزی! میں تیری دشمن نہیں ہوں‘ وہ دو دن بیمار ہوئی ہے تو روحان کی یہ حالت ہے ساری عمر کے لئے رخصت ہوکر چلی گئی تو کیا ہوگا‘ تو آفس کو دیکھے گا یا روحان کو سنبھالے گا‘ کبھی تو دوسری شادی کرے گا نا‘ دوسری بیوی آ کر نہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی‘ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر فیزی“۔ بڑی دقتوں کے بعد وہ راضی ہوا۔

عدی ان دنوں جاب کے چکر میں الجھا ہوا تھا‘ جس دن فیزی نے رضامندی دی اس دن اسے جاب بھی مل گئی‘ وہ مٹھائی کا ڈبہ اٹھائے گھر آیا‘ مگر یہاں ایک اور ہی خبر اس کی منتظر تھی۔

”پرسوں روبا اور فیزی کا نکاح ہے“۔ وہ دم بخود رہ گیا‘ پھر غصے میں بھناتا اس کے سر پر جا چڑھا۔

”قربانی کا جذبہ ابھرا ہے یا پھر کوئی اور بات ہے“۔ وہ زہر خند لہجے میں بولا روبا اس کی آنکھوں میں اپنے لئے والہانہ جذبات دیکھ چکی تھی۔

”فیزی بھی تم سے چھوٹا ہے پھر کیسے مان

”یہ بڑی اور چھوٹی امی کا فیصلہ ہے......“ وہ آرام سے بولی۔

”اور تم نے چپ کر کے ان کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا اتنی بچی ہونا......؟“ وہ تڑخ کر بولا۔

”پلیز عدی! میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں“۔ وہ جان چھڑانے والے لہجے میں بولی۔

”لیکن میں ہوں...... روبا! تم مجھے اتنا دکھ کیوں دے رہی ہو جتنا میں ڈیزرو نہیں کرتا“۔ وہ اب بھی چپ تھی۔

”ہمیشہ دوسروں کے بارے میں سوچتی ہو‘ میں بھی دوسروں میں ہی شامل ہوں‘ میں پوچھ سکتا ہوں پھر میرے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں“۔ روبا باہر کی طرف بڑھی۔

”ٹھیک ہے روبا! تم دو مجھے دکھ مگر میری ایک بات یاد رکھنا‘ میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں“۔ روبا باہر نکل گئی آج عدی نے پہلی بار کھل کر اسے کہا تھا‘ لیکن عدی کچھ نہ کرسکا اور روبا اور فیزی کا نکاح ہوگیا۔

⋯⋯☆⋯⋯

فیزی صبح اسے اٹھائے بغیر آفس چلا جاتا‘ اس کے بعد وہ اٹھتی‘ سب کے لئے ناشتہ بناتی‘ گھر کی صفائی کرتی اور پھر روحان میں گم ہوجاتی‘ فیزی نے اپنی کوئی ذمہ داری اس پر نہیں ڈالی تھی‘ دو بجے کے بعد فیزی گھر آتا اور روحان کو اس سے لے لیتا‘ صرف اس سے باتیں کرتا‘ وہ جانتی تھی فیزی اب بھی روحہ کو یاد کرتا ہے‘ روبا نے اسے اکثر راتوں کو روتے بھی دیکھا تھا‘ عدی سرگودھا گیا ہوا تھا‘ فیزی نے نکاح سے لے کر اب تک اسے مخاطب بھی نہیں کیا تھا‘ روبا کو اس کی نگاہیں بے تاثر لگتیں‘ وہ جانتی تھی فیزی اس سے زیادہ مجبور تھا۔

کچھ دن بعد عدی واپس آ گیا‘ وہ کچن میں تھی عدی پانی پینے آیا تھا۔

”بہت خوش ہو“۔ روبا ٹھٹک گئی۔ پھر مڑی‘ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

”واقعی وہ تو چہرے سے نظر آ رہا ہے“۔ عدی طنز سے بولا وہ خاموش ہی رہی۔

”پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوگئی ہو“۔ وہ اب بھی چپ تھی۔

”فیزی بھی بہت خوش ہوگا تمہارے ساتھ“۔

”شاید......“

”کیا مطلب شاید‘ تم خوش ہو اور فیزی شاید خوش ہے“۔ تو روبا جھنجھلا گئی۔

”تم جو مطلب نکالنا چاہتے ہو نکال لو“۔ وہ کہہ کر باہر نکل گئی‘ عدی کٹ کر رہ گیا۔

چند دنوں میں ہی عدی کو اس کے اور فیزی کے ازدواجی تعلقات کا علم ہوگیا‘ اب ہر دم اسے زچ کئے رکھتا‘ وہ بھی چپ رہتی‘ کبھی بھڑک اٹھتی‘ بعض اوقات رو پڑتی۔

”یا خدا! کیا یہ ہے میری زندگی‘ کسی کی زندگی میں ان چاہی بن کر رہنا“۔ وہ شکوہ کرتی۔

”تم کسی کی زندگی میں من چاہی بن کر بھی رہ سکتی تھی“۔ آواز آئی‘ واقعی یہ فیصلہ اس نے کیا تھا‘ تو پھر مسئلہ کیا تھا......؟ مسئلہ عدی تھا۔

⋯⋯☆⋯⋯

وہ روحان کو کپڑے پہنانے کے ساتھ ساتھ اس سے باتیں بھی کر رہی تھی‘ عدی نہ جانے کب دروازے میں آ کر کھڑا ہوگیا۔

”بہت پیار ہے تمہیں اس سے......؟“ کچھ پہر بعد بولا۔

”ہاں......“

”اس کے باپ سے بھی......؟“ وہ پھر بولا۔

”پتہ نہیں......“ وہ آہستہ سے بولی۔

”کیوں......؟“ عدی نے آنکھیں گھمائیں۔

”میں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی“۔

”ہوں تو یہ قربانی اس کی وجہ سے دی ہے تم نے“۔ اس نے پوچھا۔

”ہاں تو پھر قربانی ہوئی نا پیار تو نہ ہوا“۔ روبا کی بس ہوگئی کئی دنوں کا لاوا باہر آ گیا‘ وہ روحان کو لٹا کر اس کی طرف آئی۔

”صاف صاف کہو عدی! کہنا کیا چاہتے ہو“۔

”جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ تم سن نہیں سکو گی“۔ عدی آرام سے بولا۔

”کیوں کر رہے ہو تم میرے ساتھ یوں‘ کیوں مجھے جینے نہیں دیتے“۔ وہ تڑخ اٹھی۔

”تم نے بھی تو میرے ساتھ یہ ہی کیا ہے‘ تم نے بھی تو مجھے جیتے جی مار دیا“۔ وہ بھی پھٹ پڑا۔

”کوئی اعتماد‘ کوئی مان‘ کچھ رہنے دیا میرے پاس......؟ سب کچھ توڑ دیا‘ ذرا سی بھی لاج نہ رکھی میری محبت کی‘ تم نے کیوں توہین کی میرے جذبوں کی“۔ تو روبا نے اس کی طرف دیکھا۔

”فار گاڈ سیک عدی! میری زندگی بہت سکون سے گزر رہی ہے‘ مجھے گزار لینے دو“۔ عدی ایکدم بھڑک اٹھا۔

”جھوٹ بولتی ہو تم‘ تم خوش نہیں ہو‘ صرف ڈرامہ کرتی ہو“۔

”کر لینے دو مجھے ڈرامہ مت بچھاؤ کانٹے میری راہوں میں“۔ روبا نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے عدی نے چند لمحوں بعد اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے روبا سن ہوگئی۔

”تمہاری راہوں کے کانٹے اگر میری محبت ہے نا تو وہ میں ضرور بچھاؤں گا۔ فیزی ابھی تک روحہ کو نہیں بھول سکا تو میں کیسے بھول جاؤں تمہیں“۔ وہ کہہ کر مڑا اور چونک گیا چوکھٹ پر فیزی کھڑا تھا۔

⋯⋯☆⋯⋯

دن بہت اداس گزر رہے تھے‘ بڑی امی کمرے میں گھسی رہتیں‘ پھپھو جائے نماز سے ہی نہ اٹھتیں‘ چھوٹی امی اپنے کاموں میں مشغول رہتیں‘ [illegible]

کہاں چلا جاتا تھا‘ فیزی کی اپنی ہی دنیا تھی‘ فیزی نے اس

www.pdfbooksfree.pk

کے اور فیزی کے نکاح کو تین ماہ ہو گئے اس کے خیال میں سب سیٹ تھا مگر فیزی سیٹ نہیں تھا' اس دن اسے اندازہ ہوا کہ فیزی نے شاید ان دونوں کی باتیں سن لی تھیں' وہ چائے لے کر آئی تو فیزی گم صم بیٹھا تھا' وہ سونے کے لئے لیٹی تو اس نے پکارا۔

''روبا.....'' وہ حیران ہوتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ فیزی اٹھا اور ٹیرس کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پاس آ گیا یوں جیسے خود کو بولنے کے لئے تیار کر رہا ہو پھر بولا۔

''روبا! میری پوری زندگی تمہارے سامنے کھلی کتاب ہے' اسی گھر کے آنگن میں کھیل کود کر بڑے ہوئے ہیں ہم' انہی آنگن میں میری اور روحہ کی چاہت کی کونپل پھوٹی تھی' تمہیں یاد ہے نا سب' تم بھی تو ہنستی تھیں نہ میری اور اس کی والہانہ محبت پر' روبا! میں نے روحہ کے ساتھ بھی منافقت نہیں کی اور میرا خیال ہے میں تمہارے ساتھ بھی منافقت نہیں کر سکتا' میں ایسی لائف نہیں جی سکتا' اور یہ شاید میری سب سے بڑی خامی ہے میں جانتا ہوں میں جو کرنے جا رہا ہوں اس سے تمہیں دکھ ہوگا' تمہاری زندگی پہلے ہی خوشیوں کی بجائے دکھوں سے بھری ہوئی ہے ان میں اور اضافہ ہو جائے گا مگر میں بہت مجبور ہوں روبا! میں نے بہت کوشش کی ہے روحہ کو بھلانے کی مگر میں نہیں بھلا سکا اسے' وہ جیسے میرے اندر اتر گئی ہے روبا' میرا یہ عمل شاید میرے' تمہارے اور کسی اور کے لئے بھی بہتر ہوگا' میں نے محبت کی ہے اس لئے جانتا ہوں اسے' محبت میں زخم کھایا ہے اس لئے اس کے درد کو بھی جانتا ہوں' میں نہیں چاہتا کوئی اور بھی صرف میری وجہ سے اس کا درد سہے''۔ کہہ کر اس نے چند پیپرز روبا کی گود میں ڈال دیئے۔

''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں''۔ کہتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔

☆

فیزی امریکا جا رہا تھا' جن دنوں اسے طلاق ہوئی تھی عدی کسی کام سے سرگودھا گیا ہوا تھا' بڑی اور چھوٹی امی تو ساکت رہ گئیں تھیں' پھپھو تو مردہ ہو گئیں تھیں بالکل۔ بٹی دوسری دفعہ اجڑ گئی تھی' اب بھی اس سے سب نے پوچھا مگر وہ چپ رہا' دو دن بعد اس کی فلائٹ تھی' چھ مہینے کے لئے جا رہا تھا' چھوٹی امی سسک پڑیں۔

''امی! میں یہاں رہا تو مر جاؤں گا' میرا دل پھٹ جائے گا' وہ مجھے جینے نہیں دیتی' ہر جگہ' ہر وقت وہ میرے حواسوں پر سوار رہتی ہے' وہ میرے دل سے نہیں نکلتی' میں اس ماحول سے نکلوں گا تو شاید اس کی یادوں کی شدتیں کم ہو جائیں' میرے بیٹے کو صرف چھ ماہ کے لئے رکھ لیں پھر لے جاؤں گا یا شاید واپس آ جاؤں' روبا سے کہئے گا مجھے معاف کر دے''۔ وہ بول رہا تھا اور رو رہا تھا' چھوٹی امی کٹ کر رہ گئیں' پھر اسے کسی نے نہ روکا اور عدی کے واپس آنے سے پہلے وہ چلا گیا۔

دو دن بعد عدی آیا تو چھوٹی امی نے اسے بتایا' چند لمحوں کے لئے وہ سن رہ گیا' روبا اس سے مزید متنفر ہو گئی تھی' اس دن شام کو وہ اس کے کمرے میں آیا۔

''سب کے لئے قربانی دے کر دیکھ لی تم نے' میرے لئے بھی دے لو' مجھ پر بھی رحم کر دو''۔ وہ چڑ گئی۔

''عدی! میں کوئی کھلونا ہوں جسے کبھی زبرقان کی جھولی میں ڈال دیا جائے' کبھی فیزی کی اور کبھی تمہاری' جتنی دیر دل چاہا کھیل لیا اور پھر توڑ دیا' تم اپنی امی کو منا بھی لو نا تو میں تب بھی تم سے شادی نہیں کروں گی''۔ وہ کہہ کر باہر نکل گئی' وہ عدی کے جذبوں کو ابھی تک صرف ڈھونگ سمجھ رہی تھی۔

☆

چند دن گزر گئے تو ایک قیامت اور آ گئی' زبرقان واپس آ گیا تھا' بڑی امی جیسے پھر سے جی اٹھیں' روبا کا دل عجیب سا ہو گیا' وہ اس کے لئے کھانا لے کر آئی تو بڑی امی اس سے آنے کی وجہ پوچھ رہی تھیں۔

''بس امی! یہیں آنا تھا میں تے سو آ گیا''۔ وہ بولا روبا کو اس کی بات کا یقین نہ آیا۔

''میرا پوتا کہاں ہے.....؟''

''وہ ماں کے پاس ہے''۔ بڑی امی کے لئے اتنا ہی بہت تھا کہ وہ آ گیا تھا' شام کو عدی آیا تو اسے دیکھ کر چونک گیا' اس کے تیوروں سے لگ رہا تھا کہ اس کا آنا عدی کو اچھا نہیں لگا' روبا کو پتہ چل گیا کہ وہ اس کے اور فیزی کے نکاح اور طلاق والے واقعے سے بھی باخبر ہے' زبرقان کے واپس جانے کے کوئی امکان نہیں تھے' بڑی امی نے اس کا کمرہ سیٹ کروا دیا' روبا اس کے سامنے کم ہی جاتی تھی وہ چاہے خاموش تھی مگر اس کا آنا روبا کو بھی پسند نہیں آیا تھا۔

لان میں وہ اکیلی بیٹھی تھی جب عدی چلا آیا۔

''یہ زبرقان بھائی کیا ہمیشہ کے لئے یہاں آ گئے ہیں؟'' وہ طنز سے کہتا اس کے پاس سے گزر گیا۔

''پتہ نہیں''۔ روبا خود عاجز تھی۔

''خدا جانے اب کیا لینے آئے ہیں''۔ وہ دونوں بھائی ہی صاف گو تھے' محبت میں بھی شدت پسند اور نفرت میں بھی۔

''مجھے لگتا ہے کچھ ہوگا' سنو روبا! میں امی سے بات کر لوں''۔ وہ بھی ڈھیٹ تھا۔

''تمہیں آخر مجھ پر یقین کیوں نہیں آتا' کیوں شک ہے تمہیں میری صداقتوں پر''۔ وہ بولا۔

''عدی! تم کنوارے ہو اور مجھ سے چھوٹے' میں تم سے بڑی ہوں اور دو طلاقیں ہو چکی ہیں میری' بھول جاؤ مجھے''۔ وہ اٹھنے لگی تو عدی نے اس کا بازو تھام لیا۔ چھوٹی امی نے کچن سے سارا منظر دیکھا اور ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئیں۔ روبا ہاتھ چھڑاتی ہوئی اندر چلی گئی۔

☆

ایک سہ پہر تھی اسے بڑی امی نے بلایا تھا' وہ گئی تو عدی بھی وہیں لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا' وہ ایک طرف بیٹھ گئی' زبرقان شاید اپنے کمرے میں تھا' بڑی امی نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر بولنا شروع ہوئیں۔

''روبا بیٹے! ہمیں پتہ ہے تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں ہوئی ہیں' تمہیں خوشیاں دیتے دیتے ہم نے تمہارا دامن دکھوں سے بھر دیا''۔ روبا نے عدی کی طرف دیکھا وہ سمجھی عدی نے بات کر لی ہے اور عدی سوچ رہا تھا ابھی تو میں نے بات کی ہی نہیں پھر بڑی امی کیا کہنا چاہ رہی ہیں''۔

''روبا بیٹے! میں ایک بار پھر تجھ سے اپنے بیٹے کی خوشیاں مانگتی ہوں''۔ روبا کو لگا اس کمرے کی ہر چیز اس کے اوپر گر رہی ہے عدی اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

''کیا میں تیسری دفعہ بھی ہار جاؤں گا''۔

''قدسیہ کی بھی یہ ہی خواہش ہے''۔

''کیا میں ایک بار پھر خالی ہاتھ رہ جاؤں گا''۔ پچھلے کئی سالوں کی محبت' شدت' صبر' برداشت ہر چیز اس لمحے ختم ہو گئی' وہ ایکدم پھٹ پڑا' یہ سوچے بغیر کے سامنے کون ہے؟

''امی' بڑی امی...... بھانجی تو آپ نے پال لی مگر خامیاں ہی رہیں نا ماں تو نہ بن سکیں' زبرقان بھائی کے ساتھ زبردستی نکاح کروا کر اسے بہو بنا لیا مگر وہ بیوی نہ بن سکی' آپ لوگوں نے کبھی نہیں سوچا کہ وہ ایک لڑکی ہے جس کے دل میں خواہشات ہیں امنگیں ہیں' بڑے ابا غلطی کر گئے اور خمیازہ بھگتنے کو وہ رہ گئی' آپ لوگوں کا کیا قصور اس کی اپنی ماں نے اس کے بارے میں نہیں سوچا' بڑی امی کو چھوڑیں' امی آپ اسے بہو بنا سکتیں تھیں مگر آپ کیسے ایک مطلقہ اور بڑی عمر کی لڑکی کو اپنی بہو بنا لیتیں' فیزی کی دنیا اندھیر ہوئی تو آپ کو روبا نظر آ گئی' اب اس کی عمر بھی مسئلہ نہیں تھی' اب وہ مطلقہ بھی نہیں تھی اب آپ پھر اسے اس کے پلے باندھ رہی ہیں جو ایک نظر تک ڈالنا گوارہ نہیں کرتا' کس طرح چھوڑ گیا تھا وہ اسے' آپ معاف کر سکتی ہیں بڑی امی! روبا نہیں۔ امی! مائیں بیٹوں کے چہرے پڑھ لیتی ہیں پھر آپ میرا کیوں نہ پڑھ سکیں یا شاید پڑھ لیا تھا مگر جان بوجھ کر خاموش رہیں کہ بیٹے کے لئے ایک بڑی عمر کی اور دو دو دفعہ طلاق شدہ لڑکی کیوں لاؤں......؟ امی! میں آج یہاں آپ سب کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے روبا سے محبت ہے تب سے جب مجھے اس کے مطلب کا بھی نہیں پتہ تھا۔ آپ کو خدا کا واسطہ بڑی امی! بے شک اس کی شادی مجھ سے نہ کریں اس کی مرضی سے نہ کریں مگر زبرقان سے بھی نہیں [illegible]

www.pdfbooksfree.pk

میں فیزی جی رہا ہے نا روحہ کے بغیر میں بھی جی لوں گا مگر پلیز اس کی شادی زبرقان سے نہیں کریں"۔ وہ کہتا چلا گیا اور روبا چکرا کر بے ہوش ہو گئی۔

☆

وہ ایک بار پھر مرتے مرتے بچی' روحان کو عدی نے سنبھالا بڑی امی اور چھوٹی امی جیسے خاموش ہو گئیں' چند دن بعد روبا کی والدہ کی ڈیتھ ہو گئی اس دن وہ بہت روئی عدی نے اس دن کے بعد سے اس سے کچھ نہیں کہا تھا' زبرقان ابھی تک یہیں تھا۔ مہینہ گزر گیا عدی صرف ایک بار اس کے کمرے میں آیا تھا۔

"سوری روبا! اس دن جو میں نے کہا اس پر بھی اور جو اس سے پہلے کہتا رہا ہوں اس پر بھی' تمہاری زندگی ہے تم جیسے مرضی گزارو' آئندہ کچھ نہیں کہوں گا' فیزی بھی جی رہا ہے نا میں بھی جی لوں گا"۔ روبا چپ کر گئی' لیکن عدی دن بدن بد اخلاق ہوتا چلا گیا کوئی بات کرتا تو چیخ کر جواب دیتا' خاص طور پر زبرقان کو۔

عجیب سے حلئے میں پھرتا رہتا' چھوٹی امی ہول جاتیں' بڑی امی نے پھر اس سے کوئی بات نہیں کی۔

ایک دن چھوٹی امی آئیں روبا ڈر گئی' اسے اب ڈر لگنے لگا تھا انہوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے معاف کر دے روبا! تجھے کسی سے شادی نہیں کرنی نہ کر' جیسے مرضی جی مگر مجھے معاف کر دے"۔ اس سے آگے ان سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا' روبا نے بمشکل انہیں سنبھالا۔

☆

فیزی کو گئے چھ ماہ گزر گئے اور ایک دن وہ آ گیا سب حیران رہ گئے وہ نارمل تھا مگر مکمل نہیں۔

"تو سنا چھ مہینے بہت ہوتے ہیں امی سے بات نہیں کی"۔

"امی سے کیا بات کروں' روبا نہیں مانتی اور ایک یہ زبرقان آ گیا ہے"۔ عدی جھلا یا۔

"ارے ہاں یہ کیوں آیا ہے......؟"

"روبا سے شادی کرنے"۔ فیزی حیران رہ گیا۔

"فیزی! میں کیا کروں......؟" وہ بولا۔

"انتظار...... جب وہ اپنا فیصلہ خود کر کے تیری طرف آئے"۔ پھر فیزی واپس نہیں گیا۔ روحان اب اس کی ذمہ داری تھا' روبا نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں جانے کے لئے اوپر چڑھنے لگی تو اچانک ٹھٹک گئی' سیڑھیوں سے نیچے زبرقان کھڑا فون پر بات کر رہا تھا وہ رک گئی۔

"اب تم تھوڑا صبر تو کرو ندا! یہ کام ایسے ہی تھوڑی ہو جائے گا"۔ روبا کی آنکھیں کھل گئیں۔

"اب وہ مجھ سے نکاح پر رضامند ہو اس کے بعد میں جائیداد کی بات کروں' یہاں سب لوگ میرے آنے سے ویسے ہی بڑے مشکوک ہیں"۔ روبا کی ٹانگیں لرز اٹھیں۔

"ہاں امی نے بات کی تو ہے اس سے' ویسے میں نے پتہ کروالیا ہے پورے چار کروڑ کی پراپرٹی ہے اس کی"۔ روبا کو کھڑا ہونا محال ہو گیا' وہ اسے سیڑھی بنا رہا تھا وہ تھکے قدموں سے اوپر آ گئی۔

"کبھی کوئی فیصلہ خود بھی کر کے دیکھو"۔ اس کے ذہن میں عدی کی آواز آئی۔ ایک فیصلہ بڑے ابا نے کیا تھا' وہ غلط تھا' ایک بڑی امی اور چھوٹی امی نے کیا وہ بھی غلط تھا' اب شاید اسے خود کرنا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا' اسے اب کے کھلونا نہیں بننا تھا' وہ کمرے سے باہر نکل گئی' ابھی اسے عدی کو بھی منانا تھا۔

بزرگ زیادہ عقلمند ہوتے ہیں ان کی زندگی تجربوں سے گزری ہوتی ہے وہ عموماً ہمارے بارے میں جو فیصلے کرتے ہیں وہ ٹھیک ہوتے ہیں مگر اکثر غلط بھی ہوتے ہیں روبا کے لئے دونوں فیصلے غلط تھے' فیزی کے اپنے لئے کئے گئے دونوں فیصلے ٹھیک تھے۔ ضروری نہیں کہ دوسرے ہمارے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ ہمیشہ ٹھیک ہو اور ہم اپنے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ ہمیشہ غلط ہو۔

☆



www.pdfbooksfree.pk

ریما نور رضوان

افسانہ

# میرے ساتھی.....!

مرے ساتھی
مری یہ روح میرے جسم سے پرواز کر جائے
تو لوٹ آنا
مری بے خواب راتوں کے عذابوں پر

سسکتے شہر میں تم بھی
ذرا سی دیر کو رُکنا
میرے بے نور ہونٹوں کی دعاؤں پر
تم اپنی سرد پیشانی کا پتھر رکھ کر رو دینا
بس اتنی سی بات کہہ دینا
مجھے تم سے محبت ہے......!

"حزیمہ تمہیں کینیڈا گئے دو سال ہو گئے ہیں، تم تو دن میں میری دس بار صورت نہ دیکھ لیتے تو تمہارے پیار بھرے بے چین دل کو قرار نہ ملتا تھا۔ وہ دن بھی کتنے حسین دن تھے جب ہم انہی گرمیوں میں ہاتھوں میں ایک دوجے کے ہاتھ تھامے سی ویو کے کنارے لہروں کو اپنے قدموں تلے روندتے، محبت بھری باتیں کرتے، نٹ کھٹ شرارتیں کرتے تھے۔"

"نوشی! کہاں ہو تم؟" حزیمہ آج روٹین سے ہٹ کر جلدی آفس سے لوٹ آیا تھا اور نوشین کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

"بیٹا! وہ اپنی دوست امیمہ کے ساتھ شاپنگ پر گئی ہے"۔ حزیمہ کی امی نے کچن سے آواز لگا کر اسے آگاہ کر دیا تھا۔

"مما! ایسی کیا آفت، مصیبت آ گئی تھی جو مجھے بھی آنے کا کہہ دیا اور خود چل دی دوست کے ساتھ، اونہہ"۔ حزیمہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے جھنجھلاہٹ سے بولا تھا۔

"حزیمہ بیٹا! کچھ نہیں ہوتا۔ خیر سے گئی ہے آ جائے گی، تو کھانا کھا لے گرم گرم مصالحے والا مٹر پلاؤ تیار ہے، کھائے

www.pdfbooksfree.pk

گا''۔ لائبہ بیگم کو پتہ تھا وہ نوشی کے بغیر ہرگز کھانا نہیں کھائے گا مگر پھر بھی یونہی اس کا دھیان ہٹانے کیلئے بولی تھیں۔

''مما! مجھے نہیں کھانا کچھ بھی...... مٹر پلاؤ ہو یا مرغی''۔ حزیمہ غصے میں بولتا اپنے کمرے میں جا بند ہوا تھا۔

☆

''ڈیئر کزن' فرینڈ اینڈ منگیتر جی! میں یہاں بہت انجوائے کر رہی ہوں' تم بھی آ جاؤ ناں......'' نوشی نے بہت پیار سے میسج لکھ کر send کیا تھا۔ حزیمہ اوندھے منہ لیٹا تھا۔ sms کی ٹون بجی تو سیل اٹھایا۔

''اونہہ...... مزے آ رہے ہیں میرے بغیر' رہو خود ہی مزوں کی دنیا میں''۔ نوشی کے میسج نے اسے مزید تپا دیا تھا۔

نوشی نے 15 منٹ wait کیا مگر حزیمہ کا کوئی reply نہ پا کر نوشی کو تشویش نے آ گھیرا تھا' فوراً حزیمہ کا نمبر ڈائل کیا۔

حزیمہ کے نمبر پر اس کی فیورٹ ٹون بج رہی تھی مگر وہ بری طرح اگنور کر رہا تھا۔ سیل اٹھا کر دوسری طرف ڈال دیا تھا۔ نوشی کی آتی مسلسل کالز پر اسے بالآخر کال اٹینڈ کرنی پڑ گئی تھی۔

''ہاں! بولو......'' حزیمہ نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا' نوشی چونکی۔

''حزیمہ! کیا بات ہے' ناراض ہو گیا؟'' نوشی فکرمندی سے بولی تھی۔

''نہیں تمہارے کارنامے پر بہت خوش ہوں''۔ حزیمہ جل کر بولا تھا۔

''ڈیئر سوری...... بٹ آج اس فیسٹیول کا لاسٹ ڈے تھا اور تم ٹائم پر نہ آ سکے تو میں امیمہ کے ساتھ آ گئی' سوری حزیمہ رئیلی سوری''۔ نوشی شرمندہ ہو کر اداسی سے بولی تو حزیمہ تھوڑی دیر میں مان گیا تھا اور پھر نوشی اور اس کی دوست کو لینے ایکسپو سینٹر پہنچ گیا تھا۔

☆

''حزیمہ! تمہیں کیوں کینیڈا جانے کی لگ گئی ہے؟'' حزیمہ نے کافی دن سے اپنے بزنس کی دوسری برانچ

سے کہا تو سب تو راضی تھے لیکن نوشی اس کی جان کھا رہی تھی کہ وہ نہ جائے۔ وہ اس کے بن کیسے رہ پائے گی' لیکن حزیمہ نے بھی اپنی کر کے ہی دم لیا اور نوشی کے دامن میں وعدوں کے ڈھیروں موتی ڈال کر یہاں سے فلائی کر گیا۔

نوشی سارا سارا دن بولائی بولائی پھرتی اور روز جب حزیمہ کی کال آتی تو سب ذرا ذرا سی بات کرتے اور ذرا سی بات نوشی کرتی۔ حزیمہ کے لہجے میں پہلے والی کوئی بات نہ ہوتی۔ نوشی کو حزیمہ بدلا بدلا لگنے لگا تھا اور از خود ہی نجانے کیا کیا سوچتی رہتی' درحقیقت تو سچ کچھ اور ہی تھا۔

☆

''حزیمہ! بیٹا میری جان تو آ گیا......'' حزیمہ آج ڈھائی سال بعد بن بتائے واپس چلا آیا تھا۔ ماں دیکھ کر بے ساختہ کھل اٹھی تھی' گھر میں ہر فرد کا یہی حال تھا لیکن نوشی اس کے سامنے نہ گئی تھی۔ دل میں سوچ رہی تھی۔

''اگر حزیمہ بدلا نہیں ہو گا اور میری محبت اس کے دل میں روز اول کی طرح ہو گی تو وہ خود آئے گا مجھ سے ملنے''۔

حزیمہ سب سے ملا لیکن نوشی کو نہ پا کر اس کا دل اداس ہو گیا تھا۔ شاید وہ گھر پر نہیں ہے ورنہ ضرور ملتی۔ جھجک کے مارے کسی سے پوچھا بھی نہیں۔

''بیٹا! نوشی اوپر ہے اسے نہیں پتہ تیرے آنے کا''۔ وقار صاحب مسکرا کر بولے تھے اور وہ جی ابو کہتا زینہ چڑھ گیا تھا۔

''میری جان' میری زندگی' میرا پیار' میری نوشی! کیسے رہی ہو میرے بغیر......'' حزیمہ کے لہجے میں وہی محبتیں' وہی شدتیں پنہاں تھیں اور نوشی دل ہی دل میں شرمندہ ہوئی کہ اس نے بیکار ہی اپنی محبت اور چاہت پر شک کیا۔ پروردگار نے اسے سچے پیار سے نوازا اور اس نے اپنے سچے پیار کو شک و شبہات میں ڈال دیا تھا۔ نمناک نگاہوں سے حزیمہ کو دیکھ کر مسکرائی تھی اور حزیمہ کی بانہوں میں سما گئی تھی۔ اس کا ساتھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹ آیا تھا۔

دل بارگاہِ اقدس میں سجدہ ریز ہو گیا تھا۔


عنقریب ماہ نامہ ایم ریلڈ آرہا ہے

ایم ریلڈ میں پر اسرار سچی کہانیاں اور ایک ایسا سلسلہ جس میں ہر قاری شامل ہو سکتا ہے یعنی ایک سچا، چھوٹا سا پر اسرار واقعہ آپ بھی لکھئے

اور بہت کچھ

ڈینٹل نیوز، ہیلتھ نیوز، بیوٹی ٹپس، نیو باورچی خانہ

روحانی آیات سے علاج

اور وہ کچھ جو اس سے پہلے آپ نے نہیں پڑھا

تمام ایجنٹس اپنی کاپی بک کروائیں پہلا آرڈر آنے پر 5 کاپی فری

صرف ایک بار پھر بار بار

ماہ نامہ ایم ریلڈ کی خط و کتابت کا پتہ

129D.Block II Pechs Karachi Phone: 02134535726


www.pdfbooksfree.pk

شازیہ مصطفیٰ عمران

قسط نمبر 11

سلسلے وار ناول

# کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

www.pdfbooksfree.pk

میسج کر کے اسے بلایا تھا' کب سے مین روڈ پر اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی' اتنے میں وہ تیزی سے بھاگتا ہوا اپنے آئی گلاسز ناک پر سنبھالتا ہوا ہاتھ ہلانے لگا۔

اریشماء نے فرنٹ ڈور کھول دیا وہ بیٹھ گیا' سلام فوراً کیا۔

''کب سے میسج کیا ہوا ہے اتنی دیر لگائی ہے''۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

''گھر میں بھائی تھے پوچھنے لگے اس ٹائم کہاں جا رہے ہو؟''

''تم نے کیا کہا؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''میں نے کہا دوست کے پاس جا رہا ہوں' آدھے ایک گھنٹے میں آ جاؤں گا''۔ اس نے بتایا۔ اریشماء نے گاڑی ریسٹورنٹ کے باہر روکی اور اسے لے کر اندر چلی آئی۔ عدین جھجک بھی رہا تھا مگر اریشماء نے اسے کونے کی ٹیبل پر لا کر بٹھایا۔

''ہاں اب بتاؤ حمدان کی شادی تم لوگ کہاں کر رہے ہو؟'' وہ اس کو یہی سب پوچھنے کیلئے یہاں لائی تھی۔

''ابھی تو امی نے نیچے والی فائزہ باجی کو کسی لڑکی کا بتانے کو کہا ہے' ابھی کہیں ہوئی نہیں ہے''۔ عدین سمجھ گیا تھا اس نے یہی سب پوچھنے کیلئے اسے یہاں بلایا ہے۔

''آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں؟'' اس نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''میں پریشان...... نہیں تو میں اس لئے پوچھ رہی تھی کہ جس طرح مصباح کی تم لوگوں نے چھپ چھپا کے رشتہ پکا کر لیا یہ بھی تم لوگ مجھے نہیں بتاؤ گے''۔ وہ گڑبڑا گئی تھی۔

''خیر یہ تو چھپانے کی بات ہے ہی نہیں''۔ وہ مسکرایا۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا کھاؤ گے؟'' مینو کارڈ پر نگاہ ڈالنے لگی۔

''نہیں باجی! میں کھانا وغیرہ کھا کے آیا ہوں''۔ عدین اتنے مہنگے ترین ریسٹورنٹ کو دیکھ کر کافی مرعوب ہو گیا تھا۔

''میرے ساتھ کھاؤ آج میرا دل چاہ رہا ہے تم اور میں ایک ساتھ ڈنر کریں گے''۔ اس نے اشارے سے ویٹر کو بلایا اور دو تین چیزوں کا آرڈر دیا' عدین نہ نہ ہی کرتا رہ گیا۔

واپسی میں اسے گھر تک چھوڑنے آئی۔ دل کے ہاتھوں مجبور تھی مگر اوپر نہیں گئی۔ عدین نے بہت کہا بھی مگر اس نے ٹال دیا۔ آج گاڑی بھی وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی ورنہ جب سے اس کی گاڑی چوری ہوئی تھی ڈرائیور کے ساتھ ہی آتی جاتی تھی۔

کچھ تو ایسا کرنا ہے حمدان کی شادی کہیں اور نہ ہو جائے۔ زویا سے بھی رابطہ منقطع تھا' اسے پتہ تھا زویا کی ڈلیوری کے دن بھی قریب ہیں۔

گھر آئی تو چچی جان اور چچا جان کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ چچی جان تو فوراً اسے دیکھ کر پیار کا سمندر بن جاتی تھیں۔

''ارے اریشماء! زویا کا فون آیا تھا''۔ فوزیہ روحیل نے اسے بتایا۔

''زویا کا فون''۔ سن کے خوش ہو گئی۔

''ارے اریشماء بیٹی! ہمارے پاس تو بیٹھو' آؤ ادھر''۔ چچا جان نے بھی اسے پکار لیا۔

روحیل سکندر کے پاس ہی وہ آ کر بیٹھ گئی۔ نگاہ تیمور کی تلاش میں دوڑائی' آج وہ نہیں آیا تھا اس نے تشکر بھرا



سانس لیا ورنہ وہ اس سے زچ ہی ہو جاتی تھی۔

''بھائی صاحب! امید ہے آپ ہماری بات کو رد نہیں کریں گے''۔ چچی جان نے جانے کس بات کا ذکر روحیل سکندر سے کیا۔ اریشماء تو چونک گئی' ضرور کوئی ایسی بات ہے جو چچی جان اور چچا جان اتنے مسرور بھی دکھائی دے رہے تھے۔

''کیوں نہیں مگر ہم اپنی بیٹی کی رضامندی کو پہلے اہمیت دیں گے''۔ روحیل سکندر کی وہ اکلوتی اولاد تھی۔ وہ بھی چاہتے تھے ان کی بیٹی جاننے والوں میں ہی جائے تاکہ وہ ان کی نظروں کے سامنے تو رہے گی۔

اریشماء کی پیشانی پر لکیریں پڑ گئیں اور اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگی' دانت پیسنے لگی' جھٹکے سے اٹھ کر چلی گئی۔ فوزیہ روحیل اس کی ناگواری سمجھ گئی تھیں۔

تیمور کو وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ جب سے حمدان کا اس کی سوچوں سے گزر ہوا تھا اس کی ہر سوچ میں حمدان تھا اور حمدان' اس نے تو اسے اہمیت نہ دینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ دل اتنا اداس ہو رہا تھا' آنکھوں میں آنسو آ گئے جانے کیوں وہ اتنی ضد کرتا ہے' اگنور کیے جا رہا ہے۔

☆

بخار اس کا کم ہو گیا تھا مگر کمزوری بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ عجیب گری پڑی رہتی تھی۔ ذیشان نے کروٹ لی تو اس نے بھی سوتے میں کروٹ لی اور اس کا دایاں ہاتھ ذیشان کے کشادہ سینے پر پڑا' وہ تو جاگ رہا تھا' مگر وہ بے خبر سو رہی تھی۔ حرما کا صبیح چہرہ اتنا کملا گیا تھا اس کے رخساروں کی سرخی بھی ماند پڑ گئی تھی۔ پندرہ بیس دنوں میں اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ جتنا وہ اس کا خیال رکھ رہا تھا مگر پھر بھی وہ افسردہ اور اداس رہتی تھی۔ ذیشان نے کبھی تصور تک نہیں کیا تھا وہ دونوں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں۔ ہاتھ بڑھا کے اس کے رخسار پر آہستگی سے شہادت کی انگلی رکھی۔ حرما نے اس سے نفرت بھی نہیں کی بلکہ نگاہوں میں بھی حجاب رکھ کر اس سے مخاطب ہوتی تھی۔

''کاش یہ فاصلے تمام ہو جائیں اور تم اور میں ایک ہو جائیں''۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں' دل کی گہرائیوں سے دعا کی۔ جب سے حرما اس کی زندگی میں آئی تھی اسے اتنی تو تسلی ہو ہی گئی تھی وہ اس سے دور نہیں جا سکتی۔

حرما نے اسی وقت کروٹ دوبارہ لی اور آنکھیں پٹ سے کھولیں۔ کسی کے لمس کا شدت سے احساس ہوا' ذیشان کی نگاہوں سے تصادم ہوا وہ اٹھ کر بیٹھنے لگی۔ ذیشان نے گھسیٹ کے پہلو میں گرا لیا' وہ حواس باختہ شرمائی گھبرائی ٹپٹائی نگاہوں کو اِدھر اُدھر کرنے لگی۔

''اتنی رات کو اٹھ کر کہاں جانا ہے''۔

''ج...... جی...... مجھے پانی پینا ہے''۔ دوبارہ اٹھنے کیلئے اپنے حواس قابو میں کرنے لگی۔ اس لمحے ذیشان کی نگاہوں میں معنی خیزی' شرارت اور وارفتگی نظر آ رہی تھی۔ اتنے دن ہو گئے تھے وہ کبھی یوں اتنے قریب نہیں ہوا تھا۔

''ہوں''۔ وہ سیدھا ہو گیا' حرما کا بازو چھوڑ دیا۔

وہ پانی پینے کیلئے اٹھی' سامنے ٹیبل پر بوتل اور گلاس رکھا تھا مگر بوتل خالی تھی۔ کمرے میں نیلی نیلی بلب کی مدھم روشنی میں سبک خرامی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کے باہر چلی گئی۔

سیڑھیوں پر دیکھا کوئی چڑھ رہا تھا' زوردار چیخ ماری' شہران تو گھبرا گیا اور رک گیا' ذیشان کمرے سے نکل آیا تھا'

www.pdfbooksfree.pk

حرما کا تیز تیز سانس چلنے لگا۔

''یار! تم اتنی رات کو کیا کر رہے ہو؟'' ذیشان اسے دیکھ کر حیران ہوا۔

''وہ......وہ......میں اوپر جا رہا تھا''۔ وہ بھی شرمندہ ہو گیا۔

''تمہیں رات میں بھی سکون نہیں ہے' سوتے بھی ہو یا نہیں''۔ حرما نے ہی اس کی ڈپٹ کے کلاس لینی شروع کر دی۔

''وہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی''۔ شہران اس دن سے حرما سے دب کے اور لحاظ سے بات کرنے لگا تھا' ورنہ وہ کب کسی کے قابو آتا تھا یا پھر وہ اسے احترام کے درجے پر رکھے ہوئے تھا یا پھر رشتہ کا خیال کر رہا تھا' ورنہ شہران جیسی شخصیت جو کبھی اپنے باپ تک سے ڈری نہیں اور بھاوج سے اتنا ڈر کے اور رک رک کے بات کر رہا تھا۔

ذیشان نے اتنی رات کو بھی دلچسپ نظروں سے حرما کا اتنا پراعتماد انداز دیکھا جو شہران پر برہم ہو رہی تھی۔

''تم نے تہیہ کر لیا ہے سکون سے نہیں رہو گے' چلو کمرے میں' وقت پر سوتے نہیں ہو تو رات کو تو آرام کر لیا کرو''۔

وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالنے لگی' پیاس اتنی لگ رہی تھی وہ ڈانٹنے کے چکر میں پانی پینا ہی بھول گئی تھی۔

''وہ اوپر میری کچھ چیزیں پڑی ہیں وہ لینے جا رہا ہوں''۔ وہ منمنایا۔ ذیشان کو شہران کی حالت پر ہنسی بھی آنے لگی کیونکہ حرما کے سامنے کیسے بھیگی بلی بن گیا تھا۔

''اتنی رات کو تین بجے تمہیں سوتے میں چیزیں نظر آ رہی ہیں' ڈرا کے رکھ دیا ہے مجھے''۔ وہ کچن کی لائٹ آف کر کے نکلی۔ شہران زچ ہو گیا۔ کرارہ سا جواب چاہتے ہوئے بھی اسے نہیں دے سکا۔

''چلو کمرے میں' صبح جا کر لینا چیزیں''۔ حرما اسے ڈپٹ کے بات کر رہی تھی جیسے وہ چھوٹا بچہ ہو۔ ذیشان نے شہران کے کان میں جانے کیا سرگوشی کی اور وہ اندر چلی گئی۔

''تم نے تو اچھا خاصا شہران کو رعب میں لے لیا ہے''۔

''چیخ و پکار کر کے سب کو ڈرا کے رکھا ہوا ہے''۔

''ہمارے گھر کے حالات تم سے مخفی نہیں ہیں' کس وجہ سے شہران ایسا ہے تم جانتی ہو''۔ ذیشان نے اسے دیکھا جو لیٹنے جا رہی تھی۔

''حالات اتنے بھی خراب نہیں تھے کہ سر پر سوار کر لیا جائے''۔ اس نے طنز کیا۔ ذیشان لاجواب ہو کر رہ گیا۔ کچھ لمحوں پہلے جو جذبات اس پر غالب تھے اب وہ بھی ایسی ناگوار گفتگو کی وجہ سے سرد پڑ گئے۔

''شہران سے آپ سب لوگ صرف ڈرتے رہے ہیں' کبھی اسے صحیح غلط بتایا ہی نہیں''۔

''تم آ تو گئی ہو تو بتاتی رہنا''۔ ذیشان کے لہجے میں تلخی اور خفگی آ گئی۔ ایک نگاہ اٹھائی وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔

''آپ کو برا لگا؟'' وہ فکرمند ہو گئی۔

''نہیں''۔ بس اتنا کہا اور کروٹ لے لی۔

حرما لب بھینچ کے رہ گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا اسے برا لگا ہے جب ہی پشت پھیر کے لیٹ گیا ہے' جبکہ حرما کے کہنے کا مطلب اس پر طنز کرنا نہیں تھا بلکہ وہ تو خود جب اس گھر میں آ گئی ہے تو اس گھر کے سب لوگوں کو اپنا سمجھنے لگی تھی۔ پھر اس کے ابو جو اس گھرانے کو برا سمجھتے تھے وہ یہ چھاپ مٹانا چاہتی تھی کیونکہ اس نے ان بیس دنوں میں اندازہ کر لیا تھا کوئی بھی اتنا برا تو نہیں ہے جو ہر وقت ذیشان کے گھر



والوں کو برا کہتے رہتے تھے۔

لیلٰی ماہ نے اسے اتنا سمجھایا تھا' اس گھر میں آ گئی ہو تو اب گزارہ کر کے ہی رہنا' کیونکہ امی کو دن رات حرما کی ہی فکر تھی۔

سوچ لیا تھا اپنی امی کی اس بات کو پورا کر کے ہی رہے گی چاہے اس کا دل یہاں لگے یا نہ لگے دکھاوے کا تبسم رکھنا ہے۔

☆

پورا دن اس نے اریشماء کو نوٹ کیا تھا وہ چپ چپ سی ہے' اس سے آج تو زیادہ بات چیت بھی نہیں کی تھی' کئی گھنٹوں سے اپنے روم میں ہی تھی' حمدان کو تشویش بھی تھی۔

''مس اریشماء! آپ ای میلز کب چیک کریں گی؟'' وہ اندر آیا۔

''آج میرا موڈ نہیں ہے''۔ خفگی دکھائی۔ اسکائی بلیو کاٹن کے سوٹ میں وہ اداس سی بھی لگی' وہ معمول کی طرح پورے اسٹاف سے ملی بھی نہیں تھی۔

''اوکے''۔ وہ جانے لگا۔

''حمدان''۔ اس نے پکارا۔ اس کے قدم رُکے اور گھوم گیا۔ سمجھ گیا کچھ تو ایسی بات ضرور ہے جب ہی اس نے پکارا بھی ہے۔

اسی وقت اریشماء کا سیل بیپ دینے لگا' کال زویا کی تھی۔ آج بہت دنوں بعد اس نے خود سے آخر کال کر ہی لی۔

''تو کہاں دفع رہتی ہے؟'' وہ عادت کے مطابق تڑخ کے گویا تھی۔ اریشماء' حمدان کو دیکھنے لگی جو اس کا منتظر کھڑا تھا۔

''زویا! میں ابھی کچھ دیر میں کال کرتی ہوں''۔

''زیادہ میرے سامنے بھرم مت مارا کر' کچھ دیر میں اگر تو نے کال نہیں کی تو میں پھر بات نہیں کروں گی''۔ اس نے ہمیشہ کی طرح دھمکی دی۔

''میں آفس میں ہوں''۔

''مجھے پتہ ہے تو آفس میں ہے' اتنے دن میں نے کال نہیں کی' تو میرے گھر بھی نہیں آ سکتی تھی' کسی وقت بھی میری ڈلیوری ہونے والی ہے''۔ ساتھ ہی اسے سنانے کے ساتھ یہ خبر بھی دی۔

حمدان خود ہی روم سے چلا گیا۔ اریشماء ایزی ہو گئی۔

''سن میں بہت پریشان ہوں''۔ اریشماء نے سرد سی آواز میں کہا۔

''کیوں کیا ہوا' حمدان کی وجہ سے''۔

''گھر آ کر بتاؤں گی ساری بات''۔ وہ بولی۔ اتنے میں پھر حمدان اندر آیا تو وہ سیل بند کر چکی تھی' حمدان اس کی ٹیبل سے کوئی ڈاکومینٹس تلاش کر رہا تھا۔

''کیا ڈھونڈ رہے ہیں؟'' اس نے حیرانگی سے استفسار کیا۔

''لیٹرز کی فائل''۔

''اوہ......وہ میں گھر لے گئی تھی''۔ اس نے بتایا۔



www.pdfbooksfree.pk

واٹ...... آپ گھر کے ہی ہیں کل سے ڈھونڈ رہا ہوں اسلام آباد کا لیٹر تھا"۔ وہ غصہ ہونے لگا۔

"پتہ ہے مجھے بھی' آپ سے زیادہ مجھے فکر ہے کیا کچھ کرنا ہوتا ہے"۔ وہ بھی تنک گئی۔

"سوری...... میں تو اس خیال سے بول رہا تھا......"

"بس رہنے دیں آپ' سب کا خیال کر سکتے ہیں جو آپ کا خیال کرتے ہیں ان کا خیال کبھی نہیں کیجیے گا"۔ لہجے میں تلخی' طنز اور خفگی سب عیاں تھا۔

"میں آپ کی اس بات پر کچھ نہیں کہہ سکتا"۔ نیوی بلیو ڈریس میں پینٹ پر وائٹ ہاف سلیو شرٹ میں وہ ڈیسنٹ اور معتبر لگ رہا تھا۔

"کیوں نہیں کہہ سکتے"۔ وہ جرح کرنے لگی۔

"اس لئے کہ بے موقع آپ ہر بات کرتی ہیں"۔ وہ اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"آپ کبھی موقع جو نہیں دیتے ہیں"۔ پھر طنز کیا۔

"پلیز اریشماء! آپ فضول بحث میں الجھ رہی ہیں"۔ وہ زچ ہو گیا۔

"فضول بحث اور ضد آپ کر رہے ہیں' میری طرف آپ کو دیکھنا تک گوارا نہیں ہے"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"کیوں آپ خود کو اتنا گرا رہی ہیں' مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا' اتنے معتبر شخص کی اتنی سمجھدار بیٹی ایسی بچوں والی ضد کر رہی ہے"۔ وہ اریشماء کو جتنا ہرٹ کرتا تھا لگتا تھا وہ اس کے اتنے ہی قریب آتی جا رہی ہے۔ اس نے اول روز سے اسے سوبر اور سمجھدار سمجھا تھا مگر وہ سوبر تو ضرور تھی لیکن لگتا تھا سمجھدار بالکل نہیں تھی جو اس معمولی سے شخص کے لئے خود کو اتنا گرا رہی تھی۔

"آپ بھی تو سوبر اور سمجھدار ہیں' آپ کون سا سمجھداری کا ثبوت دے رہے ہیں"۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی بولی۔

"میں چلتا ہوں"۔ وہ بے زار ہو گیا۔

"آپ مجھ سے بھاگتے ہیں اور جتنا بھاگیں گے حمدان! میں اتنا آپ کے نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی ہوں' مجھے آپ کی ضد نے ضدی بنا دیا ہے"۔ وہ بھی ایک ایک لفظ جتا کے بول رہی تھی۔

"لڑکیوں کو اپنے جذبات چھپا کے رکھنے چاہئیں"۔ اس نے طنز کیا۔

"لڑکیاں جذبات اسی پر عیاں کرتی ہیں جنہیں وہ دل میں بساتی ہیں' جنہیں دل سے چاہتی ہیں"۔

"ضروری نہیں جو دل میں رہنے والے ہوں وہ مل بھی جائیں"۔ حمدان آہستگی سے گویا ہوا۔

"جذبات سچے ہوں اور لگن سچی ہو دل میں رہنے والے ایک دن اپنے دل میں بھی بسا لیتے ہیں"۔

"اریشماء! ابھی آپ نے زندگی کی تلخیوں کو دیکھا نہیں ہے جب ہی آپ عشق میں اندھی ہو رہی ہیں"۔

"میں صرف ایک شخص سے عشق کر رہی ہوں اور میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں' رہا تلخیوں کو دیکھا نہیں مگر ناپسندیدہ لوگوں کو دیکھا ہے جو ہم پر زبردستی مسلط ہو رہے ہیں"۔ اس کا ذہن تیمور کی طرف چلا گیا۔

"ٹھیک کہا میرے لئے بھی آپ ناپسندیدہ ہی ہیں"۔ حمدان نے جھٹ کہا مگر دل تو اریشماء کو پکار رہا تھا' وہ بھی تو اسے چاہنے لگا تھا مگر اپنی حیثیت سمجھتا تھا۔



"جھوٹ بولتے ہیں"۔ وہ اس کے سامنے آ گئی۔

"میں سچ بولتا ہوں جھوٹ نہیں بولتا"۔

"حمدان! آپ آنکھیں چرا کر کیوں بات کر رہے ہیں"۔ اریشماء نے اسے بغور جانچا تھا۔

"آپ مجھے الجھانے کی کوشش کر رہی ہیں' مجھے بہت کام ہے"۔ وہ تیزی سے نکل گیا۔

اریشماء اس کی آنکھیں کبھی تو نہیں پڑھ پاتی تھی' وہ نگاہیں ہی اتنی چراتا تھا' وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی' وہ خود حیران تھی وہ اتنی شدت پسند اور لاابالی کیوں ہو گئی ہے۔

"حمدان! میں تمہارا راز جان کے ہی رہوں گی آخر تم اتنے رُوڈ اور سخت دل کیوں ہو"۔ وہ نڈھال سی چیئر پر بیٹھ گئی۔

چچی جان جواب لینے کے لئے روز ہی فون کر رہی تھیں مگر مسز روحیل انہیں ٹال ہی رہی تھیں صرف اریشماء کی وجہ سے' جبکہ روحیل سکندر کی تو پوری رضامندی تھی مگر وہ بھی اریشماء کی رضامندی چاہ رہے تھے پھر ہی معاملات آگے بڑھائے جاتے۔

☆

آج لائبہ نہیں آئی تھی تو اسے اکیلے ہی یونیورسٹی جانا پڑا تھا' واپسی پر وہ بس کے انتظار کے لئے کھڑی تھی جب وہ بالکل قریب ٹیکسی لے کے آیا' وہ تو اچھل ہی گئی۔ صبح سے ہلکی ہلکی پھوار بھی پڑ رہی تھی موسم ابر آلود اور ٹھنڈا ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"جاہل انسان نظر نہیں آ رہا تھا"۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ ناگواری سے ڈرائیونگ سیٹ پر شہران کو بیٹھے دیکھا۔ بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی ٹی شرٹ میں ہمیشہ کی طرح لاپرواہ سا لگا۔

"آ جاؤ گھر تک چھوڑ دوں گا"۔ وہ سر نکال کے بولا۔ لیل ماہ نے نخوت سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ شہران سے تو اسے اتنی نفرت ہو گئی تھی اس کی طرف نگاہ تک ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔

"آپ کے ساتھ گھر کبھی بھی نہیں"۔ لیل ماہ کے لب و لہجہ میں حقارت تھی۔ شہران نے اس پر کٹیلی اور خونخوار نگاہ ڈالی جو اپنے آپ کو جانے کیا سمجھتی تھی' اگر کچھ لحاظ کر رہا تھا تو صرف حرما کی وجہ سے۔

"تمہیں بھابی نے بلایا تھا مجھ سے کہا تھا لیل ماہ نظر آئے تو ساتھ لے آنا"۔

"آپی کا دماغ تو درست ہے' تم جیسے لفنگے کے ساتھ جاؤں' کبھی نہیں"۔ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔

"دیکھو زیادہ میرے سامنے ہیروئن بننے کی ایکٹنگ نہیں کرو' اگر میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں تو صرف بھابی کی وجہ سے"۔ بھنا کے آگے بڑھا' بازو پکڑ کے گھسیٹ لیا۔ لیل ماہ کے تو آگ لگ گئی۔ ایک زوردار طمانچہ شہران کے بائیں رخسار پر پڑا' وہ تو وحشت زدہ سا آنکھیں پھاڑ کے دانت پیس کے رہ گیا۔

"آئندہ یہ حرکت کی تو منہ توڑ دوں گی"۔ شہادت کی انگلی اٹھا کر آنکھوں میں آگ' ناگواری لئے اسے وارن کر رہی تھی۔ آس پاس کے لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا تو رک کر حیرانگی سے دیکھنے لگے۔ شہران اپنی کھلی تضحیک اور توہین پر جوابی بدلہ لے سکتا تھا مگر وہ اسے گھورتا ہوا ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گیا۔

لیل ماہ کا پورا جسم لرز رہا تھا' ہونٹوں پر لگ رہا تھا چیونٹیاں رینگ گئی ہوں' ڈر بھی لگنے لگا' وہ شہران کے مزاج سے کچھ تو واقف تھی' حرما کو پتہ چلے گا تو وہ کیا سوچے گی۔ چادر لپیٹ کے لوگوں کے ہجوم سے نکلی۔ بس آ گئی تھی وہ اس میں سوار ہو گئی۔ پورے راستے ذہن منتشر سوچوں کے حوالے تھا۔ اسٹاپ آیا تو



www.pdfbooksfree.pk

وہ اتر گئی۔ رضویہ چورنگی کے سامنے والے ایریا میں سرسید کالج کی گلی میں آتے ہی اس نے رفتار تیز کر دی۔ 3 بجے عموماً گلیاں سنسان ہی ہوتی تھیں' ابھی اس نے گلی کا موڑ کاٹا ہی تھا وہ اپنے خطرناک تیوروں کے ساتھ ٹیکسی اس کے آگے روک کر کھڑا ہوگیا۔ لیل ماہ کا خوف سے چہرے کا رنگ اڑ گیا مگر خود میں پھر بھی اعتماد سموئے رکھا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ کا ڈور زور سے بند کیا' اس کی آنکھوں میں غصہ سے لال ڈورے واضح نظر آرہے تھے۔

''تمہاری اتنی ہمت مجھ پر ہاتھ اٹھایا' کیا کہا تھا میں نے ایسا جو تم نے میری بے عزتی کی ہے''۔ وہ تن کے اس کے دوبدو کھڑا تھا۔

''تمہاری کیسے ہمت ہوئی کہ میرا بازو پکڑا''۔ وہ بھی تن فن کرنے لگی۔

''میں تم سے سیدھے انداز میں بات کررہا تھا' بھابی نے بلایا ہے آگے سے تم بکواس کرنے لگیں''۔

''پلیز ہٹ جاؤ میرے راستے سے''۔ لیل ماہ کو اس کے اتنے قریب آنے پر گھبراہٹ بھی ہورہی تھی۔ گلی سے گھر تک کا فاصلہ بہت کم تھا۔ کوئی بھی نکل سکتا تھا' پھر فضول کی الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع ہوجائیں گے' ویسے ہی خاندان والوں کی اب تک باتیں سن رہے تھے' حرما کی شادی اس طرح جو ہوئی تھی۔

''مجھے تمہارے ساتھ جانا ہی نہیں ہے''۔ وہ آگے بڑھی۔ شہران کو تو غصہ ہر وقت ہی سوار رہتا تھا۔ اس نے کلائی پکڑ کے خود سے قریب کرلیا۔ لیل ماہ کی بار بار کی حقارت' نفرت' تذلیل اس کے تن بدن میں آگ لگا رہی تھی۔

''کیوں مجھ میں ایسا کیا ہے جو نہیں جانا تمہیں میرے ساتھ''۔ مکمل اپنے حصار میں لے لیا۔ لیل ماہ تو چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔ دل دھک دھک کرنے لگا' وحشت زدہ سی حواس باختہ رہ گئی' شہران کی اتنی جرات۔

''کیا بدتمیزی ہے' چھوڑو''۔ شہران کو دھکیلنے لگی۔

''اتنی اکڑ کیوں ہے تم میں اور تمہارے باپ میں؟ عزت کا جنازہ تو نکل چکا ہے ابھی بھی اکڑ نہیں گئی تم باپ بیٹی کی''۔ اس کا تمسخر اڑا کر لیل ماہ کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر دبایا۔

''مجھے تو لگتا ہے یہ حرکت تمہاری ہی ہوگی''۔ وہ پھنکاری اور خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ شہران ویسے ہی نڈر طبیعت کا تھا اسے کبھی کسی کا خیال ہی نہیں تھا جب ہی تو اس کا راستہ روک کر یہ حرکتیں کررہا تھا۔

''چھوڑ دو پلیز...... میرا دم گھٹ رہا ہے''۔

''کیوں ساری بہادری ہوا ہوگئی''۔ اس نے طنزیہ انداز میں تمسخر اڑایا۔

''تم جنگلی' آوارہ انسان ہو' میں تم سے نہیں ڈرتی' مجھے سمجھا کیا ہے منہ توڑ دیا کرتی ہوں''۔ وہ اس پر جھپٹ پڑی۔ مگر شہران نے اسے قابو کرلیا' اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑ کے گاڑی سے اس کی پشت ٹکا دی' نگاہیں اس کی نگاہوں میں جما دیں۔ لیل ماہ کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ نازک سراپا ڈرا سہما اسے خاصا مسرور کرنے لگا۔

''اگر ابھی میں تمہارا حشر بگاڑ دوں تو کوئی نہیں یقین کرے گا کہ میں ایسا بھی کرسکتا ہوں''۔

''تم لفنگے انسان ہو تم سے سب امید ہے''۔ وہ حلق کے بل چیخی۔

''تمہارے باپ کو بہت اپنی شرافت کی پڑی رہتی ہے' دیکھنا تمہارے گھر کی بنیادیں ہلا دوں گا' ابھی تو بڑی بیٹی نکلی ہے اب دوسری کی باری ہے اور یاد رکھنا تمہیں بھی اُسی گھر میں آنا ہے رخصت ہوکر''۔ اسے لیل ماہ کی حالت پر



ترس آیا تو چھوڑ دیا۔

''جان سے ماردوں گی''۔ آنکھوں سے آنسو بھل بھل نکل رہے تھے۔

''آواز نیچی رکھو' آج کے لئے اتنا ہی سبق یاد رکھنا اور ہاں آئندہ مجھ سے الجھنے کی کوشش کی تو میں لحاظ نہیں کرتا ہوں' صرف میرے بتانے کا مقصد یہی تھا' مظاہرہ تو دیکھ لیا ہے اگر کبھی مجھ سے پھر فضول لفظ بولے یاد رکھنا تمہارے گھر کے سامنے ہی تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں دیکھ لے ناں''۔ وہ غرا کر اسے دھمکی دے رہا تھا۔ لیل ماہ تو پسینے پسینے ہوگئی تھی۔ شہران کی سوچ اور باتوں پر اسے بہت زیادہ دکھ و غم ہورہا تھا۔ اس کی بہن واقعی برے لوگوں میں پھنس گئی ہے۔ وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا اور وہ ساکت سی رہ گئی۔ آج اندازہ ہوگیا تھا شہران سب کچھ کرسکتا ہے۔

☆

مصباح کی بات پکی کرنے آنے والے تھے۔ سسرال والوں کو سنڈے کو بلایا تھا۔ حمدان کی چھٹی بھی تھی' پھر سارے کام باہر کے حمدان کو ہی کرنے تھے۔ وہ رسم کرنے کے لئے مٹھائی وغیرہ لارہے تھے۔ لڑکے کے گھر میں ماں اور لڑکا اس کی بڑی بہن تھی' والد کا دس سال پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا' لڑکے کا نام فراز تھا۔ زیادہ لوگ تو آنے نہیں تھے اس لئے گھر میں ہی انتظام رکھا تھا۔

''امی! اریشماء باجی کو تو بلائیں گی؟'' عدین نے ان سے پوچھا۔

''نہیں وہ حمدان منع کررہا ہے''۔

''یہ بھائی جان بھی اپنی ہی کرتے ہیں' وہ بہت ناراض ہوں گی''۔ اسے غصہ بھی آیا پھر اریشماء اس سے لڑے گی' بلایا بھی نہیں' ناراضی دکھاتی رہے گی۔

''امی! آپ پھر بھی اریشماء کو کہہ دیں وہ آتی ہی رہتی ہے اگر پتہ چلا تو ناراض ہوگی''۔ مصباح گویا ہوئی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے بلانے کی' کہہ دینا گھر کے لوگ تھے زیادہ لوگ نہیں تھے اس لئے نہیں بلایا''۔ حمدان اندر آیا اور درمیان میں ہی ٹوک دیا۔ مصباح جھینپ کے چپ ہوگئی۔

''حمدان! وہ بچی اتنی محبت کرتی ہے' مجھے تو اپنے گھر کی لگتی ہے' اچھا ہے آجائے گی تو مصباح کے پاس تو رہے گی' کوئی تو بہن ہو اس کی''۔ امی کو حمدان کی ضد پر بہت افسوس بھی ہوتا تھا جو اتنا اکھڑ اور روکھا ہوتا جارہا تھا' ورنہ آج سے دس سال پہلے کتنا شوخ لڑکا تھا' اپنے ابو سے اس کی کتنی دوستی تھی مگر حالات نے اس میں ضرورت سے زیادہ سنجیدگی پیدا کردی تھی۔

''میں آپ لوگوں کو جتنا کہتا ہوں اسے زیادہ اہمیت نہیں دیں جو وہ گھر کے معاملات میں بولے''۔

''حمدان! مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی ہے' اگر وہ چند گھڑی آکر بیٹھ جائے گی تو کیا برا ہے''۔

''میں بالکل نہیں چاہتا وہ یہاں آیا کرے' آپ لوگ اگنور کریں گے تو وہ خود ہی یہاں آنا چھوڑ دے گی''۔ حمدان کی نگاہ عدین پر ٹک گئی جو سنگل صوفے پر بیٹھا تسلسل سیل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ اریشماء سے ہی sms پر بات کررہا ہے۔

مصباح اٹھ کر اپنے روم میں چلی گئی' وہ بھی چاہتی تھی اریشماء کو ضرور بلایا جائے' مگر اپنے بھائی کی ضد کی وجہ سے چپ ہوگئی۔ اریشماء اسے بہت پسند تھی' اتنی امیر وکبیر تھی مگر اس کے مزاج میں غرور نام کو نہیں تھا اور وہ نوٹ بھی کرتی تھی اریشماء' حمدان میں دلچسپی لیتی ہے مگر حمدان بہت محتاط طبیعت کا تھا' اسے


www.pdfbooksfree.pk

کوئی موقع نہیں دے رہا تھا۔

''میں اکیلی کیا' کیا دیکھوں گی؟ آ جائے گی تو میرا ہاتھ بھی بٹا لے گی''۔

''فائزہ باجی ہوں گی تو''۔ حمدان نے جھٹ کہا۔

''فائزہ کے اپنے بچے ہیں وہ کہاں اتنا دیکھ سکے گی' میں کچھ نہیں سنوں گی اریشماء کو بلاؤں گی''۔ امی نے ہاتھ اٹھا کر دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ دے دیا۔ حمدان لب بھینچ کے رہ گیا۔ عدین کے لب مسکرانے لگے۔ اسی وقت ڈور بیل بجی تھی' عدین اپنا سیل سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر اٹھا۔ حمدان نے نگاہ اٹھائی گیٹ کھول کے کھڑا تھا۔

''امی! میں نیچے جا رہا ہوں عدیل آیا ہے کچھ دیر میں آ جاؤں گا''۔ وہ اندر ہانک لگا کے گیٹ بند کر کے نکل گیا۔ سیل وہ شاید بھول گیا تھا۔ مسلسل sms آ رہے تھے' سائلنٹ پر ہونے کی وجہ سے سیل تھرک رہا تھا۔ حمدان کی پر تجسس نگاہ اسی پر تھی' ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھا تھا' عدین کا سیل اٹھا لیا sms چیک کرنے لگا' سارے sms اریشماء کے تھے۔

''کہاں ہو بھائی؟ جواب تو دیا کرو''۔ اس نے sms پڑھا۔

دوسرا sms کھولا حمدان کی نگاہیں اسکرین پر جم گئیں۔

''آخر تمہارا بھائی مجھ سے اتنا الرجک کیوں ہے' کیوں کرتا ہے وہ ایسا؟'' حمدان ایک ایک کر کے سارے sms پڑھ رہا تھا۔

''تم لوگ مجھے مصباح کی منگنی پر نہیں بلاؤ گے میں خود آ جاؤں گی' حمدان بھی کچھ نہیں بول سکے گا''۔

''ہوں......'' حمدان نے لمبی سانس بھری سیل ٹیبل پر رکھ دیا۔ اسے اندازہ تو تھا عدین کی اور اس کی کافی دوستی ہو گئی ہے۔ عدین نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے اور اب منع کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا جبکہ اس نے خود آنے کا کہا تھا۔

اریشماء کی اتنی ضدی طبیعت سے اسے فکر بھی ہو رہی تھی اگر آگے جا کر حالات کچھ اور ہو گئے تو کیا ہوگا؟ وہ جلد از جلد اریشماء سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا تھا اور بہترین حل شادی جو اسے کسی سے بھی کرنی تھی۔

............☆............

''تیرے پاس میرے لئے ٹائم بھی نہیں ہے' ہر وقت حمدان کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہے''۔ زویا نے آج اسے آڑے ہاتھوں لے لیا۔

''فضول بکواس مت کرو' میں پہلے ہی پریشان ہوں''۔ لائٹ سی گرین پرنٹڈ کپڑوں میں سادہ سے سراپے میں متفکر اور پریشان سی لگ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟'' زویا نے بمشکل اپنے وجود کو سنبھالا اور اس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی۔

''وہی ہوا جس بات کا ڈر تھا' چچی جان اپنے لخت جگر کا میرے لئے رشتہ لے آئی ہیں''۔

''کیا......'' وہ تو حیران رہ گئی۔

''تیمور کو میں کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی اور حمدان کے علاوہ میں کسی اور کو سوچ بھی نہیں سکتی''۔ وہ قطعیت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

''حمدان کو بتایا؟''

''اسے نہیں بتایا وہ تو سن کے خوش ہو جائے گا اور مشوروں سے نوازنے لگے گا''۔ اسے اسی بات کا تو اور رونا تھا



حمدان کو اس کی مطلق پرواہ نہیں تھی اور تیمور کا رشتہ وہ قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''زویا! تجھے نہیں پتہ میں حمدان کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی''۔

''سوچ لے اگر حمدان سے شادی کر بھی لی تو وہ تو تجھے خوشی نہیں دے سکے گا''۔ زویا اسے سمجھانے لگی۔

''مجھے بھی حمدان سے ضد ہے کچھ بھی ہو میں حمدان سے ہی شادی کروں گی''۔ وہ اٹل ارادوں سے گویا ہوئی۔

''وہ جب راضی ہی نہیں ہے' تمہاری طرف دیکھنا تک نہیں چاہتا' ایسا شخص کیسے شادی کے لئے تیار ہو سکتا ہے''۔ وہ اریشماء کی باتوں سے فکرمند بھی ہو گئی۔

''میں حالات ہی ایسے کر دوں گی''۔ انداز پُرسوچ تھا۔

''کیا مطلب' تم ولن والا کردار ادا کرو گی''۔ وہ چھیڑنے لگی۔

''شٹ اپ''۔ اریشماء نے تکیہ اس پر اچھالا۔

''پھر ایسا کیا کرو گی؟ مجھے ''ایسا'' ذرا واضح کرو''۔ زویا معنی خیز ہو گئی۔

''بکواس مت کرو''۔ وہ جھینپ گئی۔

''چل آج میں تجھے چند لمحوں کے لئے خوش کرتی ہوں' تو ذہن سے سب کچھ نکال دے بس یہ سوچ حمدان تجھ سے محبت کرتا ہے اور تیری شادی ہو گئی ہے وہ بیڈروم میں آیا تو سب سے پہلے کیا کرے گی؟''

''زویا! سدھر جاؤ ورنہ ابھی میں تمہاری حالت خراب کر دیتی اگر مجھے اس کا خیال نہیں ہوتا''۔ اریشماء نے اشارہ کیا وہ جھینپ کر سمٹ گئی۔

''بہت بدتمیز ہو''۔

''ہاں میں بہت بدتمیز ہوں ابھی تمہاری کیا بکواس تھی''۔ وہ مسکرائی۔

''میں تو تجھے خوش کر رہی تھی' حمدان کے ساتھ تو خوش خوش دن گزار رہی ہے''۔ وہ نان اسٹاپ شروع ہو گئی تھی۔ اریشماء حیا سے اٹھ گئی کیونکہ مزید زویا کے پاس رکی تو اس کی زبان چلتی ہی رہے گی۔

''اچھا مجھے یہ بتا دے میں خالہ کب بن رہی ہوں''۔ اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

''یہی مہینہ ہے' میرا میاں تو انتظار کے دن کاٹ رہا ہے''۔ وہ بھی خوش ہو کر بتانے لگی۔

''چل میری دعا تیرے ساتھ ہے' پیارا سا منا دے اللہ تعالیٰ''۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگی۔

''منا ہو یا منی مجھے قبول ہے میرا ہی بچہ ہوگا''۔ وہ خوش ہو کر بولی۔

''ارے بیٹھ تو کہاں چلی؟'' زویا نے اسے روکا۔

''آج آفس کا چکر نہیں لگایا ہے' میں پھر آؤں گی کیونکہ تیمور والا مسئلہ ڈسکس کرنا ہے' میں یہ رشتہ کیسے روکوں؟''

''اس کا حل ہے تو اپنی پڑھائی دوبارہ اسٹارٹ کر دے''۔ زویا نے معقول وجہ دی۔

''ہوں بات تو ٹھیک ہے مگر نہیں وہ لوگ کہیں گے پڑھائی شادی کے بعد بھی ہو سکتی ہے' مجھے کچھ اور ہی سوچنا ہے''۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

عدین کے ایکدم سے sms آنے بند ہو گئے تھے۔ اسے یہ بھی بے چینی تھی مصباح کی منگنی کا اسے سب کچھ عدین بتا دے تاکہ وہ بھی پہنچ جائے گی۔ حمدان سے تو اب ڈرنا ہی چھوڑ دیا تھا' اب تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرتی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

زویا سے گلے مل کر وہ چلی آئی تھی۔ گاڑی کا رخ حمدان کے گھر کی سمت کر دیا تھا۔ وہ حمدان کو زچ کر کے رہے گی۔ عدین نیچے ہی مل گیا' عدیل کو رخصت کر کے اوپر ہی جا رہا تھا' اریشماء گاڑی لاک کرتی نظر آ گئی۔

''ارے آپ......'' وہ حیران ہوا۔

''ہاں میں' مجھے یہ بتاؤ کیا پرابلم ہے تمہارے بھائی کو؟ مجھے بلانے پر آخر اتنی اکڑ کیوں ہے اس میں''۔ وہ سارے راستے سلگتے ہوئے دماغ کے ساتھ آئی تھی عدین کو دیکھ کر تو پھٹ پڑی۔

''اور جواب کیوں نہیں دے رہے تھے' کتنے میسج کیے' کال کرتی ہوں تو تم کال میری کاٹ دیتے ہو''۔ اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔

''عدیل آیا تو میں نیچے ہی آ گیا تھا سیل اوپر ہی رہ گیا''۔ وہ اسے بتانے لگا' اریشماء خاصی بھنائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''سوری یار!'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں گویا ہوا۔

''کیا تم سوری کر رہے ہو جو کبھی اپنی غلطی نہیں مانتا ہے''۔ اسے حیرانگی کا شدید جھٹکا لگا۔

''اچھا اچھا بس دماغ نہ کھاؤ''۔ وہ جھینپ گیا۔

''تمیز سے بات کیا کرو میں تم سے بڑی ہوں''۔ وہ تیز لہجے میں اپنا رعب اور بڑے پن کا احساس دلانے لگی۔

''آئی بڑی......قد ناپ لو میں ہی بڑا ہوں''۔ وہ مذاق میں اڑانے لگا۔

''میں عمر کی بات کر رہی ہوں''۔

''کون ہے عمر؟ کب سے چکر چل رہا ہے؟''

''عدین! فضول بکواس نہیں کرو''۔ وہ چڑ گئی۔

عدین اسے اوپر سیڑھیوں پر چڑھنے کا اشارہ کرنے لگا وہ دھپ دھپ کر کے چڑھنے لگی۔

''بھائی جان ہیں گھر میں''۔

''میں نہیں ڈرتی''۔ دروازے کے آگے کھڑی ہو گئی۔

عدین نے بیل پر ہاتھ رکھا' دروازہ حمدان نے ہی کھولا' اریشماء پزل سی ہو گئی جبکہ اس کے چہرے پر کچھ ناگواری نظر آئی۔ بلیو ڈریس پینٹ پر نیوی بلیو ٹی شرٹ میں سوبر سا حمدان نگاہ پھیر کے اندر چلا گیا۔

''کیا زیادہ غصہ میں ہیں؟'' سرگوشی میں عدین کو مخاطب کیا۔ مصباح اور امی اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ اریشماء کو پھر آکورڈ فیل نہیں ہوا۔ حمدان اپنے روم میں تھا۔

''آنٹی! مصباح کی منگنی پر اگر آپ نے مجھے نہیں بلایا میں آپ سب سے ناراض ہو جاؤں گی''۔

''آہستہ بولئے اندر بھائی جان ہیں وہ سن لیں گے' مجھے پھر ڈانٹ پڑے گی میں نے آپ کو بتا دیا ہے''۔ عدین نے اشارے سے چپ کرایا۔

''بیٹا! تم فکر نہیں کرو' تمہیں ہم کیوں نہیں بلائیں گے' اگلے اتوار کو رسم ہے تم شام سے آ جانا' مصباح کی بہن بن کے سب کرنا ہے تمہیں''۔ امی نے خوش ہو کر اسے دعوت دی۔

''میری شادی پر کیا بن کے سب کریں گی؟'' عدین نے شوخی اور معنی خیزی سے لقمہ دیا۔ امی کی خشمگیں نگاہوں نے اسے لب بھینچنے پر مجبور کر دیا۔ اریشماء اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی مگر وہ حمدان کی روکھی طبیعت سے بہت پریشان تھی' پتہ نہیں کب تک وہ اگنور کرتا رہے گا۔



''مصباح کے بعد بھائی جان کی باری ہے''۔

''کیا کوئی لڑکی دیکھ لی ہے؟'' اس نے قدرے توقف کے بعد جھجک کے پوچھا۔

''ہاں دیکھ تو لی ہے مگر بات آگے نہیں بڑھائی ہے''۔ امی نے بھی جھوٹ بولا۔

اریشماء کا چہرہ اتر گیا مگر خود کو نارمل ہی رکھا' اگر ذرا بھی اپنے رویئے سے یہ ظاہر ہو گیا اسے ناگوار گزرا ہے یہ بھی ٹھیک نہیں تھا۔

''امی! کھانا کب لگائیں گی بھوک لگ رہی ہے''۔ حمدان اندر آیا۔

وہ تینوں ہی خاموش ہو گئے مگر حمدان نے پھر بھی سن لیا۔ اریشماء نے حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی' اتنا سوبر اور وجیہہ تھا وہ اس کی سحر انگیز شخصیت میں کھوسی جاتی تھی' مضبوط اور توانا مرد تھا اور خوددار بھی بہت تھا' اسے ایسے ہی شخص کی تلاش تھی۔

''جی ابھی لگاتی ہوں''۔ مصباح فوراً ہی اٹھ گئی۔ عدین اپنا سیل ڈھونڈنے لگا۔ حمدان نے ٹی وی آف کر دیا۔ وہ سنگل صوفے پر بیٹھی تھی' کن انکھیوں سے اسے بھی دیکھ رہی تھی۔ عدین ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

''آپ نے طے کر لیا خود کو تکلیف دیتی رہیں گی''۔ حمدان اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

''تکلیف آپ دے رہے ہیں مجھے میں نہیں''۔ تڑخ کے گویا ہوئی۔

''آ جاؤ بیٹا! کھانا لگ گیا ہے''۔ امی نے اسے پکارا' وہ حمدان کو آگے جواب دینا چاہتی تھی مگر پھر خاموش ہو گئی۔

☆

آنکھیں بند کیے وہ لیٹی تھی مگر بار بار دوپہر کا منظر غصہ دلا رہا تھا۔ شہران کے ہاتھوں کی گرفت ابھی تک اپنے وجود پر محسوس ہو رہی تھی' کتنی بے دردی سے اس کے نازک ہاتھوں کو جکڑا تھا' بازو کو دبوچا تھا۔

''جنگلی' جاہل' بدتمیز''۔ کتنی ہی دفعہ وہ دل ہی دل میں اسے گالیاں دے چکی تھی۔

حرما کو بتانے کا سوچا تھا مگر نہیں' اگر اسے بتایا تو وہ ویسے ہی اتنی مشکل سے گھر میں سیٹ ہوئی ہے پھر وہ سوچے گی برے لوگوں میں پھنس گئی ہے۔ شہران کو سنائے گی' الٹا اس کے گھر میں ہی ہنگامہ ہو گا اور یہ بات پورے محلے کو پتہ چل جائے گی' کتنی سبکی ہو گی' پہلے ہی وہ لوگ کسی کو منہ دکھانے کے نہیں رہے تھے۔

''شہران! تمہیں تو اللہ پوچھے بے حس انسان''۔ دانت پیس کے رہ گئی۔ پھر اس کی دھمکی یاد آئی تو وہ کانپ کے رہ گئی۔ جو شخص سر راہ روک کے بدتمیزی کر سکتا ہے اس سے ہر بات کی اور ہر حرکت کی توقع تھی۔

''اگر ابو کو خبر ہو گئی تو کیا ہو گا......؟'' اس کا دل ڈر کے مارے دھک دھک کرنے لگا۔

پتہ نہیں کیوں شہران نے ان لوگوں سے بیر باندھ لیا تھا' ہر وقت اسکے ابو کو برے برے الفاظ سے پکارتا تھا' اس کے ابو ایک اصول پسند انسان تھے اور بہت سخت گیر بھی تھے' بچپن سے گھر میں روک ٹوک اور پابندیاں ہی لیل ماہ نے اپنے گھر میں دیکھی تھیں۔

پہلے وہ شہران کو پسند کرتی تھی مگر جب سے شہران کی حرکتیں سامنے آئی تھیں لیل ماہ کا دل خراب ہو گیا تھا۔

''تم اتنے کمینے انسان ہو گے شہران احمد! یہ مجھے اندازہ نہیں تھا اجڈ' جنگلی' جاہل''۔ وہ دانت پیس کے دل ہی دل میں اسے گالیاں دے رہی تھی۔ اب تو اس کے گھر جاتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا تھا۔ آوارہ انسان سے کچھ بعید نہیں سب کے سامنے کوئی بھی حرکت کر دے۔

آنکھیں اس کی بھاری ہونے لگی تھیں' ملال' دکھ' رنگ سب ہی اسے تھا' اس کی بہن کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے' وہ

www.pdfbooksfree.pk

بیچاری بے خبری میں ماری گئی ہے۔
''ابو! کاش کچھ تو صفائی میں سنتے‘ اتنے غصے میں تھے کہ آپ نے کچھ نہیں سنا''۔
حماد کا جانے کون سا دوست تھا جس نے یہ فضول بکواس کی تھی‘ وہ تو شہران پر ہی شک کر رہی تھی جو کچھ بھی کیا ہے یہ اسی کی حرکت ہوگی‘ اسے ہی سب خبر بھی تھی‘ مگر اسے کیسے خبر تھی؟ ذیشان احمد نے کسی کو کب بتایا ہوگا اور پھر نہ اس کی کوئی ایسی بات ظاہر کر رہی تھی کہ حرما میں اور اس میں کچھ بات ہے؟ لیل ماہ سر تھام کے رہ گئی‘ الجھ کے رہ گئی تھی‘ کس نے یہ بکواس کی ہے؟
''میں بھی پتہ لگا کے رہوں گی''۔ دعا اس کے برابر میں لیٹی سو رہی تھی۔
بازو میں تکلیف ہو رہی تھی اتنی زور سے اس کا بازو جکڑا تھا لال نشان پڑ گئے تھے۔
''شہران احمد! تمہیں اللہ سمجھے''۔ آستین اوپر کر کے وہ بازو سہلانے لگی۔
''آپی پتہ نہیں کیسے رہتی ہوں گی؟ یہ بدتمیز شخص یقیناً ان سے بھی بدتمیزی کرتا ہوگا''۔ پہلے تو وہ چلی بھی جاتی تھی مگر اب تو جاتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا‘ وہ سوچے جا رہی تھی۔
''اونہہ...... میں کیوں ڈروں‘ یہ تو پھر مجھے اور ڈرائے گا‘ میں بھی اس شخص کو زچ کر کے رہوں گی‘ سمجھتا کیا ہے خود کو‘ اپنی مرضی سے سب کو اپنی مرضی پر چلائے گا یہ تو میں بتاؤں گی شہران احمد تمہیں بہت شوق ہے ہیرو بننے کا''۔ اس نے دل میں جتنا اسے برا بھلا کہنا تھا کہہ دیا مگر دوپہر کی اس کی حرکت اس کے تن بدن میں آگ لگا رہی تھی۔
اٹھ کر لائٹ آف کی‘ پردے برابر کیے اور لیٹ گئی‘ مگر یہ کیا لائٹ چلی گئی۔ وہ کوفت سے چلتے ہوئے پنکھے کو دیکھنے لگی جو رک گیا تھا۔
''اللہ سمجھے تمہیں kesc والو''۔ وہ بڑبڑائی۔ دعا بھی فوراً اٹھ کے بیٹھ گئی۔
''پھپھو! کیا لائٹ گئی؟''
''ہاں ابھی گئی ہے''۔ لیل ماہ نے اٹھ کر پھر پردے ہٹائے‘ دعا بھی اٹھ کے روم سے باہر چلی گئی کیونکہ اسے بہت ہی گرمی لگتی تھی۔

☆

وہ آ نہیں رہی تھی عدین نے اتنے میسج کیے پھر کال کی‘ امی نے بات کی جب کہیں آنے کو تیار ہوئی‘ اسے صرف حمدان کی رُکھائی اور بے مروتی پر دکھ ہو رہا تھا‘ ذرا بھی مروت نہیں برت رہا تھا۔
اسکائی بلیو آٹھ کلیوں کی فراک اور اس پر پرنٹڈ بنارسی شیفون کا ٹراؤزر‘ لائٹ لائٹ سے میک اپ میں نازک موہنی سی گڑیا لگ رہی تھی۔
اریشماء کی نگاہوں نے حمدان کو تلاشا جو کبھی کچن میں تو کبھی باہر آتا جاتا نظر آ رہا تھا۔ سی گرین جارجٹ کا ایمبرائیڈری کا قمیض دوپٹہ اور فان کلر کا ٹراؤزر میچنگ سینڈل اور جیولری‘ لائٹ میک اپ میں خاصی پرکشش اور منفرد نظر آ رہی تھی۔
مغرب کے بعد مصباح کے سسرال والے بھی آ گئے۔ فراز کی ماں اور بڑی بہن فائزہ اور دو اور خواتین بھی آئی تھیں۔ ان سب کو ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا تھا۔
''آج بہت پیاری لگ رہی ہو''۔ اریشماء نے اس کے کان میں مسکرا کے کہا۔



''آپ تو سب سے زیادہ پیاری لگ رہی ہیں''۔ مصباح نے جھینپ کے اس کی بھی کھلے دل سے تعریف کی۔
''تمہارے بھائی کو فرصت ہی نہیں ذرا بھی مجھے دیکھنے کی''۔ اریشماء نے جل کے سوچا‘ نگاہیں بار بار باہر بھٹک رہی تھیں۔
''وہ لوگ آ گئے ہیں‘ کچھ دیر میں رسم کے لئے ڈرائنگ روم میں لے آنا''۔ امی اسے ہدایت دے کر چلی گئی تھیں۔
''مجھے تو گھبراہٹ ہو رہی ہے''۔ مصباح کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ پھر سب کے سامنے جانے کا سوچ کر ڈھیروں شرم آ رہی تھی۔
''اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے وہ صرف تمہیں مٹھائی کھلائیں گے‘ کھا لینا''۔ اریشماء نے اس کی گھبراہٹ کو کم کرنے کے لئے کہا۔
''بہت آسان ہے ناں‘ آپ کا ٹائم آئے گا تو جب پتہ لگے گا''۔ مصباح نے اپنا آنچل اور آگے تک کر لیا۔ وہ مسکرانے لگی۔ چوکھٹ پر کھڑے حمدان نے سب سنا تھا‘ اریشماء کے مسکراتے چہرے کو بھی دلچسپ نگاہوں سے دیکھا‘ وہ اتنی دلکش تھی ذرا سا سج سنور جاتی تو اس کا حسن دوآتشہ ہو جاتا تھا۔
''وہ وقت آئے تو‘ مجھے بھی انتظار ہے''۔
''اوہو بڑا شوق ہے شادی کا''۔ اس نے معنی خیزی سے چھیڑا۔
''جی نہیں اب ایسی بھی بات نہیں ہے''۔ جھینپ کے برا مان گئی۔
''آپ کو برا لگا''۔
حمدان تو اریشماء کے حسن میں اتنا محو تھا اسی وقت اریشماء کی نگاہ اٹھی شاید حمدان کی نگاہوں کی تپش تھی‘ وہ سٹپٹایا اور وہاں سے گزر گیا۔ اریشماء کے لب مسکرا اٹھے‘ آج حمدان نے اسے اتنی توجہ سے دیکھا دل مسرور سا ہو گیا۔
''سوری''۔
''ارے مصباح! اب میں اتنا بھی برا نہیں مانی''۔ اس نے پہلو بدلا۔ حمدان کو وہ سوچ رہی تھی‘ کچھ لمحوں پہلے اس کی چوری پکڑی تھی۔
''اریشماء! مصباح کو لے آؤ وہ لوگ رسم کے لئے بلا رہے ہیں‘ شہر کے حالات کچھ خراب ہو رہے ہیں انہیں جلدی جانا ہے''۔ امی پریشان سی اندر آئی تھیں۔
پہلے مصباح کو رسم کے لئے ڈرائنگ روم میں چھوڑ آئی اور خود روم میں آ کر ممی کو کال کرنے لگی‘ ایک تو یہاں سگنل بھی نہیں آ رہے تھے‘ وہ پریشان سی اِدھر اُدھر گھوم کر سگنل کا تعین کرنے لگی۔
سارے مہمان ڈرائنگ روم میں جمع تھے‘ رونق لگی ہوئی تھی‘ اس نے نگاہ اٹھائی عدین اندر آیا تو اریشماء کا پریشان چہرہ نظر آیا۔
''کیا ہوا؟'' استفہامیہ انداز میں پوچھا۔
''ممی اور ڈیڈی کو کال ملا رہی تھی اِدھر سگنل ہی نہیں آ رہے ہیں''۔ سیل کو دوسرے ہاتھ میں دبایا۔
''آپ اِدھر آ کر کریں''۔ ساتھ والے روم کا دروازہ کھولا‘ حمدان کا روم تھا۔
''اِدھر گیلری بھی ہے یہاں ٹھیک سگنل آتے ہیں‘ میں بھی یہیں کھڑے ہو کر کال کرتا ہوں''۔ حمدان کے روم کے اندر ہی ساتھ گیلری تھی‘ اریشماء نے صاف ستھرے قرینے سے ڈیکوریٹ کیے [illegible] کا تفصیلی [illegible] گیا

www.pdfbooksfree.pk

تھا وہ پھر گرل کے پاس آ کر کال کرنے لگی۔

"شکر ہے ممی! آپ کا نمبر ملا تو"۔ اس نے ممی کی آواز سن کر تشکر بھرا سانس لیا۔

"میں بھی کب سے تمہیں کال کر رہی تھی تمہارا نمبر بزی جا رہا تھا"۔

"یہاں نیٹ ورک کا مسئلہ ہے آپ بتایئے اُدھر کے حالات کیسے ہیں؟" وہ پوچھنے لگی۔

"اُدھر ڈیفنس کلفٹن کے تو ٹھیک ہیں مگر ٹاور کے سائیڈ پر فائرنگ ہے اور ہاں تم آنا مت' آج وہیں رک جاؤ"۔

"ممی! میں آ جاؤں گی آپ پریشان نہیں ہوں"۔ وہ انہیں تسلی دینے لگی۔

"میں خود کہہ رہی ہوں وہیں رکو آج"۔ انہوں نے حکمیہ انداز میں ڈانٹ کے کہا۔

"جی اوکے"۔ اُسی وقت روم میں حمدان کی انٹری ہوئی' وہ گھبرا گئی' ممی کو جلدی سے اللہ حافظ کہا اور سیل بند کر دیا۔

"وہ میں کال کرنے آئی تھی یہاں سگنل نہیں آ رہے تھے عدین نے کہا یہاں پر کلیئر آتے ہیں"۔ نگاہ شرمندگی سے جھکا لی اور سائیڈ سے نکلنے گی۔

"ہاں یہاں اکثر ہو جاتا ہے نیٹ ورک پرابلم"۔ وہ اس کی شرمندگی ختم کرنے کے لئے گویا ہوا۔

"آپ کے ڈیڈی کی کال آئی تھی شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں' آج آپ یہیں رک جایئے گا"۔ وہ سپاٹ سے لہجے میں اسے بتانے لگا۔ اریشماء نے چونک کر سنا مگر وہ اس پر نگاہ ڈالے بغیر روم سے نکل گیا' اریشماء کو یہاں رکنا عجیب بھی لگ رہا تھا مگر مجبوری تھی۔

"یہ کیا آپ کی ہونے والی بہو تو نہیں ہے"۔ مصباح کی نند نے مسکرا کے معنی خیزی سے اریشماء کو دیکھ کر امی سے پوچھا' وہ تو گڑبڑا گئی مگر خود کو نارمل کیا۔

"نہیں میری بھتیجی ہے"۔ امی نے اریشماء کو ساتھ لگایا۔

"رشتے تو آسمان پر بنتے ہیں' ابھی حمدان کے بارے میں سوچا نہیں ہے کیونکہ گھر کی ذمہ داریاں بہت ہیں"۔ انہوں نے مصباح کی نند کو بتایا۔

اریشماء' مصباح کو لے کر روم میں چلی آئی۔ دل آج اس کا حمدان کے نام پر دھڑک کے جا رہا تھا' اس کا یوں دیکھنا پھر رک کر بات کرنا' جانے کیوں اتنی سی خوشی بھی اسے سرشار کرنے لگی۔

مہمان دس بجے چلے گئے تھے' پورا گھر پھیل گیا تھا' مصباح تو فوراً ہی صفائی میں لگ گئی اریشماء نے بھی ساتھ دینا چاہا۔

"آپ بیٹھئے آرام سے"۔ مصباح نے روکا۔

"امی! چائے تو بنوایئے"۔ حمدان نائٹ سوٹ میں روم سے باہر آیا۔

"چائے...... ایسا کریں اریشماء بنا لے گی' کیوں بنانی آتی ہے ناں؟" مصباح نے پوچھا۔

"آں ہاں......" گڑبڑا کے اثبات میں سر ہلایا۔

"رہنے دو میں خود بنا لوں گا"۔ وہ کچن میں چلا گیا۔

"تمہارے بھائی کو تو ہر وقت غصہ آتا رہتا ہے"۔ اریشماء سرگوشی میں بڑبڑائی' مصباح مسکرانے لگی۔

حمدان چائے بنا رہا تھا' اریشماء کو اس وقت پیاس بھی محسوس ہوئی' کولر کچن میں کاؤنٹر پر رکھا تھا وہ جھجکتی ہوئی اسکی موجودگی میں اندر آئی' حمدان نے اچٹتی نگاہ ڈالی اسی وقت لائٹ چلی گئی اریشماء جہاں تھی وہیں رک گئی۔

"اُف یہ لائٹ بھی ابھی جانی تھی' ساری صفائی پڑی ہے"۔ مصباح نے دہائی دی۔



"ارے عدین کہاں ہے؟ ایمرجنسی لائٹ بھی آن نہیں ہوئی آج تو"۔ امی بھی پریشان ہو گئیں۔

اریشماء کا سانس رکا ہوا تھا' کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ حمدان نے اندازے سے سائیڈ پر ہاتھ مارا چولہے کی لو واضح تھی' اریشماء روشنی کے ہیولے میں نکلنے لگی تو حمدان سے ٹکرا گئی' حمدان کا شانہ اس کی ناک کو سلامی دے گیا' اتنی زوردار ٹکر تھی وہ چیخی۔

"ارے کیا ہوا؟" امی بھی گھبرا گئیں۔

حمدان حواس باختہ ہو گیا' عدین اسی وقت ایمرجنسی لائٹ آن کر چکا تھا' اریشماء کی ناک کے اندر سے خون نکل رہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ یہ کیا ہو گیا؟" وہ گڑبڑایا۔

امی اسے ڈرائنگ روم میں لے گئیں' اریشماء کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔ روئی پانی سب ہی مصباح دوڑ کے لائی' حمدان اس کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔

"لیٹ جائیں"۔ صوفے پر کشن رکھا۔

"اتنی زور سے لگا کیا؟" امی کو تشویش بھی ہوئی۔

"کچھ نہیں آنٹی! حمدان کا شولڈر لگ گیا"۔ وہ روئی سے ناک صاف کرنے لگی۔

"ڈاکٹر کے لے جاؤ حمدان! مجھے تو فکر ہو رہی ہے"۔

"ارے آنٹی! ٹھیک ہو جائے گا"۔ اریشماء نے روکا۔ حمدان پُرتشویش انداز میں اٹھا۔

"اٹھئے"۔ لہجے میں فکر بھی تھی۔

"اتنی رات کو ڈاکٹر کب ملے گا؟"

"ہوسپٹل تو ہے ناں"۔ وہ کی رِنگ دیکھنے لگا۔

"آپ کی گاڑی کی چابی کہاں ہے؟"

"اس وقت میں بالکل نہیں جاؤں گی' شہر کے حالات خراب ہیں"۔ اریشماء کو ضد ہو گئی کیونکہ اس دن بھی تو اس کے پاؤں میں موچ آئی تھی وہ کب ہوسپٹل لے کر گیا تھا بلکہ اسے گھر چھوڑ کے چلا گیا تھا۔

"یہاں کے خراب نہیں ہیں"۔ وہ بھی اپنے نام کا ایک ضدی آدمی تھا اس کی سنی ہی نہیں۔

امی ساتھ ہی گئی تھیں' عدین کو گھر پر ہی رکنے کو کہا تھا۔

ایمرجنسی میں ڈاکٹر مل گئے تھے' کوئی خطرے کی بات نہیں تھی' دوائیاں لکھ کر دی تھیں۔

گھر آ کر امی نے تو اس کا اتنا خیال رکھا' اپنے روم میں ہی بیڈ پر لٹائے رکھا۔ حمدان کو بھی اس کی فکر ہو گئی تھی کیونکہ وہ یہاں مہمان تھی پھر اس کے ممی ڈیڈی اسے دیکھ کر تو پریشان ہو سکتے تھے' وہ کمرے سے باہر ٹہل رہا تھا۔

"تم سو جاؤ جا کر"۔ امی اس کی پریشانی بھانپ گئی تھیں۔

اریشماء کی شاید آنکھ لگ گئی تھی' وہ ایک نظر دیکھ کر سونے چلا گیا۔

"عدین بیٹا! دروازہ چیک کرو پتہ نہیں لاک کیا یا نہیں"۔ امی نے اسے ہدایت کی' وہ بھی سونے کی تیاری کر رہا تھا' ڈرائنگ روم میں نیچے کارپٹ پر وہ بستر بچھا کے سوتا تھا۔

(جاری ہے)

www.pdfbooksfree.pk

رابعہ خان

ناولٹ

# تم جو مل گئے ہو

''چپکے سے میرے دل میں اترنے اور پھر ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ساتھ میرے جسم و جاں کا روگ بن گئے‘ مجھے تو پتا بھی نہ چلا کہ میں کب اور کیسے تمہاری محبت میں گرفتار ہوئی‘ میرے دل میں میری سانسوں میں میری سوچوں پر کب تمہارا قبضہ ہوا‘ جدھر نظر کرتی ہوں تم ہی تم نظر آتے ہو‘ بہت بے بس کر دیا ہے مجھے تمہاری محبت نے‘ ایک غلطی کی تم اتنی بڑی سزا دو گے مجھے سنائل خان! کیا تمہیں میری یاد نہیں آتی ہو گی یا پھر بھول گئے مجھے؟ کہاں چلے گئے؟ تم کیا اپنی محبت کو اسی طرح عمر بھر تڑپنے کے لئے تنہا چھوڑ دو گے؟ مجھے معاف کر دو سنائل خان مجھے معاف کر دو...... پلیز واپس آ جاؤ صرف ایک بار آ جاؤ پھر میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گی‘ اپنی تمام تر غلطیوں کی تم سے معافی مانگ لوں گی''۔ آنسو ایک تواتر سے اس کے گلابی گالوں پر شبنم کے قطروں کی طرح پھیلتے جا رہے تھے‘

رات کے اس پہر فضا میں خنکی کسی حد تک بڑھ گئی تھی اور ہوا میں مزید روانی آ گئی تھی لیکن اس کے اندر تو جیسے آنسوؤں کا پچھتاؤں کا اور سب سے بڑھ کر کسی کی یادوں کا لاوا سا ابل رہا تھا‘ رات کی بھیانک تاریکی میں اپنے کمرے کی کھڑکی کے دونوں پٹ وا کئے اس پر سر ٹکائے ستاروں سے روشن آسمان پر نگاہیں کئے بے دریغ آنسو بہا رہی تھی‘ دل سنائل خان کے تصور سے ہمکلام تھا۔

''نجانے وہ کہاں چلا گیا......؟'' آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی تھی‘ قصور بھی تو سراسر اس کا اپنا تھا تو پھر الزام کیسے اس کو دے سکتی تھی‘ وہ تو خود سے بڑھ کر اسے

www.pdfbooksfree.pk

چاہتا تھا‘ ٹوٹ کر محبت کرتا آیا تھا‘ بس وہ ہی نہ سمجھ سکی‘ اس کی دیوانگی کو‘ یہ خیال آتے ہی اس کے نازک سے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ رینگ گئی‘ مگر اگلے ہی پل اس کے لب آپس میں بھینچ سے گئے۔

”دیکھو! ایسے مت ہنسا کرو“۔ قریب کہیں آس پاس شرارت بھری سرگوشی ابھری۔ اس نے سختی سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں تھیں اور اپنے گلاب ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”یار! رویا مت کرو مجھے اچھا نہیں لگتا“۔ یادیں چاروں طرف سے اسے اپنے شکنجے میں لینے کو بے تاب ہو رہی تھیں اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ ماضی کے گھنے جنگل میں گم ہوتی چلی گئی جبکہ دھرتی پہ قبضہ جمائے رات کی سیاہی دھیرے سے خاموشی کے ساتھ اپنا باقی ماندہ سفر طے کرنے لگی تھی۔

☆

گلشن کے پوش علاقے میں خان پیلس کے نام سے تعمیر کی گئی دو کنال کی کوٹھی جلیل صاحب کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھی‘ جلیل صاحب نے دن رات محنت کر کے اس کی بنیاد ڈالی تھی جسے عطیہ بیگم اور جلیل صاحب نے بہت محبت سے اپنے ہاتھوں سے اس کے ایک ایک حصے کو سنوارہ تھا‘ عطیہ بیگم اور جلیل صاحب کے تین بچے تھے دو بڑے بیٹے اور ایک بیٹی‘ عثمان خان نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس شروع کیا جو بعد میں خوب چل نکلا‘ عثمان خان کی شادی ان کی پھپھوزاد رضیہ سے ہوئی تھی‘ ان کے بھی تین بچے تھے‘ سب سے بڑا شامل پھر تانیہ اور سب سے چھوٹا سنائل خان جو تمام کزنز میں بے حد خوبصورت ہونے کے ساتھ بہت شرارتی بھی تھا‘ عثمان خان سے چھوٹی صفورہ تھیں ان کی شادی ان کے ماموں زاد مہران آفندی سے ہوئی تھی‘ ان کے چار بچے تھے‘ سب سے بڑی ایماء پھر آصف پھر کاشف اور سب سے چھوٹی اور گھر بھر کی لاڈلی ثانیہ آفندی‘ صفورہ اپنے چاروں بچوں اور مہران آفندی سمیت خان پیلس کے برابر میں تعمیر مہران ولا میں رہائش پذیر تھیں‘ صفورہ سے چھوٹے فیضان خان تھے‘ ان کی شادی جلیل صاحب کے دوست احمد بیگ کی بیٹی رخسانہ سے ہوئی ان کے صرف دو ہی بچے تھے‘ بڑا بیٹا احد اور بیٹی جیا‘ عطیہ بیگم اور جلیل صاحب کے تو گویا زمین پر قدم نہیں ٹکتے تھے‘ ان کو لگتا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے زمانے بھر کی خوشیاں ان کے قدموں میں ڈھیر کر دی ہوں‘ وہ تو خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتے لیکن بعض اوقات خوشیوں کی مدت بہت محدود ہوتی ہے۔ ایک رات اچانک دل کا دورہ پڑجانے کے باعث جلیل صاحب ابدی سفر پر روانہ ہو گئے۔ خان پیلس میں تو گویا قیامت آ گئی تھی۔ عطیہ بیگم برسوں کی رفاقت کے بعد اس طرح اچانک اپنے شریک سفر کے بچھڑ جانے پر جہاں نڈھال ہو کر رہ گئی تھیں وہیں باقی سب ہی ازحد دکھی اور گم صم سے ہو کر رہ گئے تھے۔

ایسے نازک وقت میں عثمان خان نے اس طرح سب کو سنبھالا کہ سب لوگ انہیں سراہے بنا نہ رہ سکے۔ عطیہ بیگم تو عثمان خان کے گلے لگ کر جیسے اپنے اندر کا تمام دکھ بہا دینے کو بے قرار تھیں‘ باقی لوگوں کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا مگر انہوں نے بہت حوصلے سے سب کچھ سنبھالا تھا‘ حالانکہ نقصان تو ان کا بھی اتنا ہی ہوا تھا کہ جتنا باقی سب کا‘ بہت محبت کرنے والے باپ کی شفقت سے وہ بھی تو محروم ہوئے تھے‘ مگر وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے‘ تو وقت کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی بھی پھر سے معمول کے مطابق سیٹ ہو گئی تھی مگر عطیہ بیگم کو جلیل صاحب ازحد یاد آتے تو ان کی آنکھیں بھیگنے لگتیں کہ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے اس چھوٹے سے آشیانے کو اس طرح خوش باش دیکھ کر پھولے نہ سماتے۔

پرپل اور وائٹ کلر کی ٹائلز سے مزین یہ کوٹھی اس میں رہنے والے مکینوں کے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی جس کو ہر ایک آنکھ رشک کی نگاہ سے دیکھتی۔

☆

”السلام علیکم!“ وہ باآواز بلند سلام کرتا گھر میں داخل ہوا تھا‘ نگاہ کچن سے باہر نکلتی لوازمات سے بھری



ٹرالی گھسیٹتی جیا کا طواف کرنے لگی جس نے اسے دیکھتے ہی ایسا منہ بنایا تھا گویا دانتوں تلے کڑوا بادام آ گیا ہو۔

”مائی ڈیئر کزن! سلام کا جواب دینا مسلمان پر واجب ہے“۔ جھک کر ٹرالی سے کباب لے کر منہ میں ڈالا تھا ساتھ میں جیا سے بھی مخاطب تھا۔

”وعلیکم السلام!“ لٹھ مار انداز میں کہہ کر گویا جان چھڑوائی گئی تھی اور قدم اندر کی سمت جانے کے لئے بڑھائے تھے مگر سنائل کے یکدم سامنے آ جانے پر اسے رکنا پڑا تھا۔

”دشمنوں کی طبیعت تو ٹھیک ہے......؟“ شاید اس کے اتنی جلدی ہار ماننے کی توقع نہ تھی اس لئے آنکھوں میں حد درجہ حیرت ہلکورے لے رہی تھی۔

”آخر تمہیں پرابلم کیا ہے......؟ کسی طرح چین نہیں ملتا تمہیں“۔ وہ بری طرح گھور کر بولی۔

”ایسے مت دیکھو مجھے“۔ وہ ہلکا سا اس کی سائیڈ جھک کر بولا تھا۔

”کیوں......؟“ وہ بھی اس کے اس طرح کہنے پر تنک ہی تو گئی تھی اس لئے تیز لہجے میں بولی۔

”کیونکہ تم ایسے دیکھتی ہو تو کسی خونی بلا سے کم نہیں لگتی ہو اور میں ابھی مرنا نہیں چاہتا اس لئے“۔ ازحد سنجیدگی سے جواب دیا تھا‘ مگر آنکھوں کے کٹوروں میں ناچتی شرارت اور لبوں کی تراش میں خوبصورت سی مسکراہٹ جیا کا خون کھول کر رہ گیا اس کی اس بے تکی بات پر۔

”مرو تم......“ وہ کہہ کر اس کو دھکیلتی ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔ پیچھے وہ بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔

”یہ تم کہاں میرے پیچھے آ رہے ہو؟“ دروازے پر رک کر وہ گھورنے لگی۔

”ڈرائنگ روم میں“۔ بڑی معصومیت سے جواب موصول ہوا۔

”تم ڈرائنگ روم میں ہرگز نہیں آنا سمجھے“۔ وہ تنبیہ کرتے ہوئے بولی۔

”مگر میرے اندر جانے پر تمہیں کیوں اعتراض ہے......؟“ وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

”کیونکہ اندر میری فرینڈ بیٹھی ہے سمجھے“۔ وہ جھلا کر خونخوار ہو کر بولی تھی۔

”تو کیا ہوا اب تو میں ضرور جاؤں گا اب اتنا ڈراؤنا بھی نہیں ہوں جو خدانخواستہ تمہاری فرینڈ کے بے ہوش ہونے کے چانسز ہوں خاصا ہینڈسم ہوں“۔ کہنے کے ساتھ ہی وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔ پیچھے وہ اسے ڈھیروں گالیوں سے نوازتی ٹرالی سمیت اندر داخل ہوئی تھی‘ پھر کیا تھا جتنی دیر وہ بیٹھا جیا کا خون ہی جلایا تھا اور جیا مارے بے بسی کے پہلو پہ پہلو بدل رہی تھی۔

”او کے یار! اب میں چلتا ہوں آپ کو اب جیا کمپنی دے گی‘ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے“۔ کافی دیر بعد اسے اپنا ضروری کام یاد آ گیا تھا‘ یقیناً جیا کا تمام تر خون جلانے کے بعد اب اس کا یہاں بیٹھنا بے کار تھا‘ ایک نظر جیا کے غصے سے گلابی ہوتے چہرے پر ڈال کر چلا گیا تھا۔

”انٹرسٹنگ یار! تمہارا کزن تو بہت کمال کی چیز ہے“۔ صائمہ جیا کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے بولی تھی۔

”کمال نہیں‘ بے کار چیز ہے صرف بکواس کرنی آتی ہے“۔ جیا‘ صائمہ کو دیکھ کر گھور کر بولی تھی‘ جانتی تھی وہ کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اسے زچ کرنے کا اور جب گھر میں بڑے نہ ہوں تو وہ ان کی غیر موجودگی سے بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا اور ابھی بھی یہی ہوا تھا وہ اسے جی جان سے جلا کر گیا تھا۔ صائمہ خاموش ہو گئی کیونکہ وہ ان دونوں کے مابین تعلقات کی کشیدگی سے اچھی طرح واقف تھی اسی لئے اس وقت جیا کی کیفیت کو سمجھ کر چپ ہو گئی تھی۔

☆

”جیا! ارے کہاں ہو بھئی“۔ وہ جیا کو آوازیں دیتا لاؤنج میں داخل ہوا اور وہیں پر پڑے صوفے پر دراز ہو گیا تھا‘ ساتھ آنکھیں بھی موند لیں تھیں۔

”کیوں مُردوں کو جگانے کی ٹھان کر آئے ہو“۔ قریب سے ہی طنز میں ڈوبی آواز اس کی سماعتوں سے



www.pdfbooksfree.pk

ٹکرائی تھی، آنکھیں کھول کر اس نے سنگل صوفے کی جانب دیکھا۔

"ارے تم تو یہیں بیٹھی ہو اور میں فضول میں ہی اپنے حلق کو تکلیف دے رہا تھا"۔ وہ اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑے میٹھے لہجے میں بولا تھا۔

"چلو اب تو نظر آ گئی"۔ وہ بھی اس کے انداز میں بولی تھی۔

"ہاں آ تو گئی ہو"۔ وہ اپنے اسی مٹھاس بھرے لہجے میں بولا تھا اور دوبارہ سر کو صوفے کی بیک سے ٹکا کر آنکھیں موند گیا۔

"اب بک بھی دو کیوں گلا پھاڑ کر مجھے آوازیں دے رہے تھے"۔ اس کے اس انداز سے تو جیا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"ڈیئر کزن! تمہارا رزلٹ آؤٹ ہو گیا ہے"۔ وہ یوں ہی لیٹے لیٹے بولا۔

"وہاٹ......؟ میرا رزلٹ اور تم اتنی دیر سے فضول کی بکواس کر رہے تھے، مگر اصل بات پھوٹتے زبان پر چھالے پڑ رہے تھے تمہاری"۔ وہ اسے کہتی ہوئی جانے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" سنی نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"پکنک پر تو جانے سے رہی، ظاہر سی بات ہے اخبار منگواؤں گی"۔ وہ دانت پیستے ہوئے گھور کر بولی تھی وہ اس کے اس طرح کلسنے پر مسکرا دیا۔

"میں اخبار لے کر آیا ہوں، تم اپنا ایڈمٹ کارڈ لے آؤ"۔ وہ جینز کی پاکٹ سے رول کیا ہوا اخبار نکال کر بولا۔

"تم اخبار لے کر آئے ہو......؟" وہ بے یقینی کے پنڈولے میں جھولتی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"تمہیں کیا یہ اخبار نظر نہیں آ رہا"۔ وہ اخبار اس کے سامنے لہراتے ہوئے ذرا غصے سے بولنے لگا۔

"اوہ سوری...... میں ابھی ایڈمٹ کارڈ لے کر آتی ہوں"۔ وہ ذرا شرمندگی سے بولی اور جھٹ ایڈمٹ کارڈ لے کر آ بھی گئی۔

"لاؤ دکھاؤ......" وہ اس کے ہاتھ سے ایڈمٹ کارڈ لے کر اخبار سے اس کا رول نمبر ملانے لگا۔

"کیا ہوا یہ تم سر پکڑ کر کیوں بیٹھ گئے......؟" اسے یکدم سر پکڑ کر بیٹھے دیکھ کر جیا نے دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ بمشکل پوچھا۔

"تمہاری انگلش میں سپلی آئی ہے جیا"۔ اس نے بالآخر اسے بتا ہی دیا، چہرے پر اس وقت اس کے سنجیدگی ہی تھی مگر وہ پھر بھی مذاق ہی سمجھی، اسی لئے اسے گھورنے لگی۔

"دیکھو سنی! اس طرح کا گھٹیا مذاق مجھے بالکل پسند نہیں ہے"۔ وہ اسے وارن کرنے لگی۔

"شٹ اپ جیا! میں کیوں مذاق کرنے لگا اگر تمہیں یقین نہیں تو خود دیکھ لو"۔ وہ غصے سے کہتا اخبار اس کی جانب اچھال کر وہیں دراز ہو گیا۔

جیا نے کچھ پل اس کی سنجیدگی کو بڑے غور سے ملاحظہ کیا پھر دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اخبار میں اپنا نمبر تلاش کرنے لگی، آنکھوں میں نمی الگ سے آ گئی، مگر اگلے پل اخبار کو منہ پر رکھ کر زور و شور سے بلند آواز کے ساتھ رونا شروع کر دیا۔ آن واحد میں سب لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے، حواس باختہ سے۔

"کیا ہوا جیا! اس طرح سے کیوں رو رہی ہو بیٹا......؟" دادو نے پیار سے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اخبار منہ سے ہٹا کر ایک نظر تمام لوگوں کے پریشان چہروں پر ڈال کر دوبارہ رونے لگی۔

"بیٹا! اس طرح سے سب کو پریشان کیوں کر رہی ہو بتاؤ نا کیا ہوا ہے......؟" رضیہ بیگم نے اسے پچکارا۔

"وہ ...... بڑی امی ...... وہ میں......" اس سے آگے تو اس سے بولا ہی نہ گیا حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکنے لگا تھا۔

"ارے بھئی اپنی جیا فیل ہو گئی ہے اس لئے بے چاری رو رہی ہے"۔ سنی نے آخر کار سب کی مشکل آسان کی اور دوبارہ سے اپنے من پسند گنگنانے کے مشغلے سے لطف اندوز ہونے لگا۔



"وہاٹ......؟" تقریباً سب ہی جھٹکے میں آ گئے یہ سن کر، کیونکہ بچپن سے لے کر آج تک اس نے ہر کلاس فرسٹ پوزیشن سے کلیئر کی، اس کا تعلیمی ریکارڈ ہمیشہ سے شاندار رہا تو پھر اب کیا ہوا......؟

"سنی بھائی! کہیں آپ مذاق تو نہیں کر رہے......؟" احد نے مشکوک انداز سے سنی کو دیکھا کیونکہ سب ہی اس کی اس عادت سے واقف تھے۔

"اف...... میری بات مذاق لگ رہی ہے تو خود جیا سے پوچھ لو ورنہ اخبار میں دیکھ لو"۔ وہ ذرا جھلا کر کہنے لگا، سنجیدگی اس کے چہرے پر حد درجہ تھی۔

"میں واقعی میں فیل ہو گئی"۔ اس سے پہلے کے احد اخبار دیکھتا اس نے گھٹنوں کے اوپر رکھا سر اٹھا کر احد سے کہا تھا اور اپنی سیاہ گھنگھور آنکھوں سے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"چلو کوئی بات نہیں کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے، اتنی سی بات پر اس طرح حوصلہ نہیں ہارا کرتے چندا"۔ دادو نے اسے گلے سے لگا کر تسلی دی۔

"میں نے بہت محنت کی تھی دادو! اور پھر بھی میں فیل ہو گئی"۔ وہ اپنی بڑی بڑی سیاہ گھنگھور آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لئے گلوگیر آواز میں سر اٹھا کر بولی تھی۔ سنی کا دل یکدم پگھلا تھا۔ وہ ایک ہی جست میں اس کے برابر کارپٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

"جیا پلیز! رونا بند کرو اور میری بات سنو"۔ وہ بڑی اپنائیت سے بولا۔ سب ہی اس کے اس قدر میٹھے لہجے پر چونک کر اسے دیکھنے لگے، مگر وہ جیا کی جانب متوجہ تھا۔

"جیا! ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اخبار غلط ہو"۔ وہ بڑی سنجیدگی سے کہنے کے ساتھ اپنی شرارت واضح کر گیا تھا اور تھوڑا سا پیچھے کو کھسک گیا۔

"وہاٹ...... یو چیٹر لائر......" کہنے کے ساتھ ہی وہ اس پر جھپٹی مگر وہ پہلے ہی وہاں سے پرے ہو گیا، پھر کیا تھا گویا پورے گھر میں بھونچال آ گیا، وہ دونوں پورے گھر میں آگے پیچھے بھاگ رہے تھے، باقی سب سر تھام کر رہ گئے، جانتے تھے دونوں ڈھیٹ ہیں تو کچھ کہنا فضول ہے۔

☆

"آپ کیا سوچ رہی ہیں بیگم صاحبہ"۔ عثمان خان نے بیڈ پر بیٹھنے کے ساتھ ساتھ نجانے کون سی سوچوں میں گم رضیہ بیگم کو مخاطب کیا جو اتنی دیر سے کسی گہری سوچ میں گم تھیں، رضیہ بیگم چونک گئیں۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ شامل آج کل چھٹیوں پر آیا ہوا ہے تو کیوں نا ایماء کی رخصتی کروا لیں پھر نجانے کب شامل کو چھٹیاں ملیں، نکاح کو بھی آٹھ ماہ سے اوپر ہو رہے ہیں اور پھر صفورہ بھی دو ایک بار ذکر کر چکی ہیں"۔ انہوں نے تفصیل سے اپنے شوہر کو جواب دیا اور انہیں دیکھنے لگیں۔

"تو اس میں اتنا سوچنے کی کیا ضرورت ہے اماں جان سے بات کر لو اور پھر جیسا وہ بہتر سمجھیں وہ کر لینا"۔ انہوں نے مشورہ دیا۔

"اماں جان تو خود یہی چاہتی ہیں"۔

"تو پھر ٹھیک ہے صفورہ سے بات کر کے رخصتی کی ڈیٹ فکس کر لیجئے اور ہاں شامل سے بھی اس بارے میں بات کر لیجئے گا"۔ وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گئے۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی"۔ وہ بھی مطمئن سی ہو کر کہنے لگیں اور نماز پڑھنے کے ارادے سے وضو بنانے واش روم کی طرف بڑھ گئیں۔

"شادی کی ڈیٹ کیا فکس ہوئی ایسا لگا خان پیلس میں بھونچال آ گیا۔ سب سے زیادہ حواس باختہ ینگ پارٹی ہوئی تھی، ساتھ میں بے پناہ خوشی بھی کیونکہ ینگ پارٹی میں فرسٹ ٹائم شادی ہونے جا رہی تھی۔

"صرف پندرہ دن ہیں شادی میں اور میری تیاری ایکدم صفر ہے"۔ جیا نے چلغوزے چھیلتے ہوئے اپنی مظلومیت کا رونا رویا۔

"ارے بہنا! تمہاری کیا ہم سب ہی اسی لسٹ میں شامل ہیں"۔ کاشف نے ٹھنڈی سانس لے کر گویا جیا کے دکھ میں برابر شریک ہونے کا یقین دلایا۔



www.pdfbooksfree.pk

"کونسی لسٹ میں کاشف بھائی......؟" احد نے نا سمجھی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا۔

"ارے یار! جیا کی طرح مظلوم عوام کی لسٹ میں ہم سب ہی شرنیک ہے ناں"۔ کاشف نے احد کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

تقریباً سب ہی کی تیاری مکمل تھی علاوہ جیا کے' کیونکہ ایک ہفتے سے اسے فلو تھا اور اس حال میں بقول جیا...."در بدر کی ٹھوکریں کھانے کا کوئی شوق نہیں ہے مجھے......" ہر بار یہی کہہ کر ٹال جاتی تھی اور اب فکر میں گھلی جا رہی تھی۔

"کم جھوٹ بولا کرو کاشف! ورنہ کسی دن ضائع ہو جاؤ گے میرے ہاتھوں سے"۔ جیا نے اسے آنکھ مارتے دیکھ لیا تھا اسی لئے دانت کچکچاتے ہوئے بولی تھی' تو سب ہی ہنسنے لگے۔

"شامل بھائی تو بڑے ہونے کے ناطے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں"۔ سنی نے ٹکڑا لگایا۔

"وہ کیسے......؟" ثانیہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سنی کی جانب دیکھا۔

"ارے یار! دیکھو نا چٹ نکاح پٹ رخصتی"۔ اس نے مثال کو تھوڑا بدل کر سب کے آگے پیش کیا۔

"اور ایک ہم بے چارے......" سنائل نے کہہ کر سر صوفے کی بیک سے ٹکا دیا۔

"ہمیشہ بے پر کی ہانکنا"۔ جیا نے سنائل کو گھورا۔

"ڈیئر کزن! کیوں جلتی ہو میری ذہانت سے"۔ وہ کشن گود میں رکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"جلتی ہیں میری جوتی"۔ وہ چلغوزوں کی پلیٹ میز پر رکھتے ہوئے بولی۔

"لیکن تمہاری جوتی سے تو میری کوئی ذاتی یا پیدائشی دشمنی نہیں ہے پھر تمہاری جوتی بھی مجھ سے کیوں جلتی ہے"۔ وہ بے حد معصومیت سے اس کی جانب دیکھ کر سوال کرنے لگا' اس کی اس حد درجہ معصومیت پر جیا کو غصہ آیا۔

"مروتم......" دانت پیستے ہوئے کہہ کر وہ لاؤنج سے واک آؤٹ کر گئی' لیکن باقی سب کا پیچھے سے قہقہہ اس نے بخوبی سنا تھا جس میں سب سے واضح ہنسی سنائل خان کی تھی۔

☆

صبح سے ہی گھر میں بے حد ہنگامہ مچا ہوا تھا اور کیوں نہ ہوتا آخر کو آج شامل عثمان کی مہندی کا فنکشن تھا اور شادی بھی خاندان میں ہی ہو رہی تھی' اس لئے ڈبل ہنگامہ تھا۔ سارا ارینجمنٹ گھر کے وسیع و عریض خوبصورت سے لان میں کیا گیا تھا' سارے لان کو بے حد نفاست سے رنگ برنگی برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا' اسٹیج کو موتیا اور گیندے کے پیلے پھولوں سے بے حد خوبصورتی کے ساتھ سجایا تھا' سائیڈ پر لمبی لمبی موتیے کی پھولوں کی لڑیاں لٹکائی گئی تھیں' یہ سارا کمال سنی کے ہاتھوں کا تھا' اس نے سارا دن لگا کر اپنے ہاتھوں سے اسٹیج کو سجایا تھا اور سب سے خوب داد وصول کی تھی۔ سرخ دوپٹے کے سائے تلے شامل کو لا کر اسٹیج پر بٹھایا گیا پھر اس طرح سرخ جھلملاتے آنچل کے سائے تلے ایماء کو لا کر شامل کے برابر بٹھایا گیا' دونوں کی رسم حنا ساتھ ہی ادا کی جا رہی تھی۔

عطیہ بیگم نے رسم کی اور پھر تمام خواتین ایک ایک کر کے رسم ادا کرنے لگیں۔ رسم ادا کرتے ہی بچوں نے بڑوں کو بڑی چالاکی سے اسٹیج سے نیچے اتار دیا تھا اور اب اسٹیج پر ایک الگ ہی طوفان بدتمیزی جاری تھا۔

"مس ثانیہ صاحبہ! انگلی پر مہندی لگانے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ آپ ساری عمر بے چارے شامل بھیا کو پکڑ کر بیٹھ جائیں"۔ احد نے ثانیہ کو دیکھ کر بے حد معصومیت سے پوچھا اور شامل کی انگلی ثانیہ کے ہاتھ سے چھڑانے لگا۔

"اے خبردار! پہلے دس ہزار نکالو پھر انگلی چھڑوانا"۔ ثانیہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

"دس ہزار......" لڑکے تو مارے صدمے کے گلا پھاڑ کر چلائے۔

"اتنی ذرا سی مہندی لگانے کے دس ہزار"۔ کاشف



نے "ذرا سی" کو کچھ زیادہ کھینچ کر ادا کیا۔

"ارے اتنے پیسوں سے تو شامل بھیا دودھ کی ہزاروں نہریں کھدوا کر نہالیں پھر بھی اتنا خرچ نہیں ہوگا"۔ سنی نے آنکھیں نکالیں۔

"زیادہ بے تکی ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے' جلدی سے نیگ دیں یہ ہمارا حق ہے"۔ جیا نے سنی کو گھورا۔

"کیا زمانہ آ گیا ہے حق کے نام پر خواتین اپنے ہی لوگوں کو دن دھاڑے لوٹنے لگی ہیں"۔

"مائنڈ یو یہ خواتین کس کو کہہ رہے ہیں آپ لوگ؟" ثانیہ نے لڑکوں کو دانت پیس کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اجی آپ کو بالکل نہیں کہا"۔ آصف نے بڑے شوخی بھرے انداز میں جواب دیا وہ جز بزسی ہو کر رہ گئی سب کے ہنسنے پر۔

"آپ کے کہنے کا مطلب کیا ہے......؟" جیا کے کان فوراً کھڑے ہوئے تھے۔

"مم......میرا مطلب تو آپ سب کی طرف ہی ہے کہ آپ گرلز تو ابھی خواتین کیسے ہو سکتی ہیں"۔ آصف گڑبڑا کر جو منہ میں آیا بول گیا۔ اس کی بوکھلاہٹ پر سب کا مشترکہ قہقہہ ابھرا تھا۔

"شامل بھیا! یہ آپ کیوں چپ شاہ کا روزہ رکھ کر بیٹھ گئے ہیں"۔ ثانیہ نے دانت نکالتے شامل کو گھورا جو کب سے خاموش تماشائی بنا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"یار تنگ مت کرو میری سالیوں کو جلدی سے پیسے دو"۔ شامل نے کب سے رکھا چپ شاہ کا روزہ توڑا۔

"ارے شامل بھیا! ان لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں"۔

"تم چپ رہو"۔ ثانیہ نے احد کو گھورا۔

"یار! جلدی سے ایک ایک کے دس سکے نکال کر دے دو بے چاریاں کب سے مانگ رہی ہیں"۔ اس کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ لڑکیوں کا منہ لٹک گیا' جبکہ شامل کے برابر زرد گھونگھٹ میں چھپی ایماء کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"دس ازناٹ فیئر شامل بھائی!" ثانیہ کہہ کر آنکھوں میں ڈھیر سارا پانی لئے اس کا ہاتھ چھوڑ کر کھڑی ہو گئی سب ہی اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"گڑیا! میں تو مذاق کر رہا تھا"۔ اس سے پہلے کہ وہ اسٹیج سے اترتی شامل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے برابر بٹھا لیا اور جیب سے پورے دس ہزار نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"میں بھی مذاق کر رہی تھی شامل بھیا"۔ ایک ہاتھ میں پیسے پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے وہ اپنے آنسو صاف کرتے کھلکھلا کر ہنس پڑی' لڑکیاں اس کی چالاکی پر بے پناہ خوش ہوئی تھیں' جبکہ لڑکے اس طرح بے وقوف بن جانے پر زخمی شیر کی طرح شامل پر جھپٹ پڑے' وہ بے چارہ "ارے ارے" کرتا رہ گیا' مگر اس کی سن کون رہا تھا' خوب درگت بنائی تھی یہ خیال کئے بغیر کہ وہ آج کے فنکشن کا مہمان خصوصی ہے۔

☆

ساری ینگ پارٹی ہال کمرے میں جمع تھی اور سب باتوں میں مصروف تھے۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں......؟" کافی شائستہ لہجے میں باآواز بلند دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے اسفند نے خوش دلی سے پوچھا۔ تمام حاضرین کی نظریں بے ساختہ دروازے کی جانب پلٹی تھیں۔

"ارے اسفند بھائی!" سب لوگ ہی اس کو اچانک دیکھ کر خوش ہوئے۔ وہ آ کر شامل کے برابر بیٹھ گیا۔

"کب آئے تم کینیڈا سے......؟" آصف نے اس کے فریش چہرے کو بغور دیکھا۔

"تقریباً آدھا گھنٹے پہلے آیا ہوں اور تمام لوگوں سے مل کر سیدھا ادھر آ رہا ہوں"۔ وہ مسکرا کر بتانے لگا' نظریں اپنے ہاتھوں سے کھیلتی جیا پر ٹھہر سی گئیں۔

اسفند' فیضان صاحب کے بچپن کے دوست مرزا بیگ کا اکلوتا بیٹا تھا' ایک حادثے میں اسفند کے والدین کی ڈیتھ ہو گئی' رشتے دار کوئی اسفند کی ذمے داری لینے کو تیار نہ تھے' فیضان صاحب نے قانونی کارروائی کر کے



www.pdfbooksfree.pk

اسفند کو اپنی کسٹڈی میں لے لیا تھا' وہ اپنے جگری دوست کی اکلوتی اولاد کو کس طرح بے آسرا چھوڑ سکتے تھے' سو اسفند چار سال کی عمر سے فیضان صاحب کی کسٹڈی میں آ گیا اور دو سال' پہلے اسفند کی خواہش پر اس کی منگنی جیا سے کر دی گئی تھی' شادی اسفند کے مکمل طور سے بزنس میں سیٹل ہونے کے بعد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

☆

صبح سے سارے گھر میں ہڑبونگ مچی ہوئی تھی' تب کہیں جا کر اب سب کی تیاری آخری مراحل میں تھی خصوصاً لڑکیوں کی۔

شامل وائٹ شیروانی پر وائٹ اور میرون امتزاج کا کلاہ پہنے واقعی کسی ریاست کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا اس کی سرخ و سفید رنگت پر اندرونی خوشی کے باعث مزید گلابیاں بکھری نظر آ رہی تھیں اور آنکھوں میں محبت کی چمک بہت خوبصورت تھی۔

بڑے سے ہال کمرے میں سہرہ بندھائی کی رسم ادا کی جا رہی تھی سبھی ہال کمرے میں موجود تھے اور خوب فقرے کس رہے تھے' جانتے تھے دولہا بنا شامل اس وقت کس قدر بے بس ہے' تبھی خوب تاک تاک کر نشانہ لگا رہے تھے۔

''تانی! کیمرہ تمہارے پاس ہے ناں''۔ جیا نے ہار پکڑے کھڑی تانیہ سے پوچھا۔

''سوری یار! وہ تو میں ڈریسنگ پر رکھ کر بھول گئی' تم یہ پکڑو میں لے کر آتی ہوں''۔ ہاروں کے ساتھ الجھتی تانیہ نے جیا کی طرف دیکھا اور ہار کا ٹوکرا اس کی جانب بڑھا کر کہنے لگی۔

''اٹس او کے یار! میں جا کر لے آتی ہوں''۔ وہ جانے لگی۔ وہ اپنا لہنگا سنبھالتی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ سامنے سے آتے سنائل سے ٹکرا گئی۔

''لڑکی! سنبھل کر''۔ سنائل نے اسے بازو سے پکڑ کر گرنے سے بچایا۔

''تم دیکھ کر کیوں نہیں چلتے ہر وقت چھلانگیں لگاتے پھرتے ہو''۔ غصے کے باعث وہ جو منہ میں آیا الٹا سیدھا بول گئی حالانکہ غلطی اس کی اپنی تھی۔

''اس وقت میں تمہارے ساتھ بحث نہیں کروں گا' کیونکہ مابدولت کا موڈ آج بہت خوشگوار ہے''۔ وہ شوخی سے کہتا اس کے چہرے پر ایک نگاہ ڈال کر سائیڈ سے جانے لگا وہ بھی سر جھٹک کر اوپر جانے کو مڑی کہ آواز پر رکنا پڑا۔

''اب کیا مصیبت ہے......؟'' وہ دانت پیستی پلٹ کر پوچھنے لگی' جھنجلاہٹ اس کے لہجے میں واضح تھی۔

''وہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ تمہاری تیاری ابھی نامکمل ہے''۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''وہ کیسے......؟'' اس کی زبان پھسل گئی۔

''وہ ایسے کہ تم جھاڑو لینا جو بھول گئی ہو''۔ اس نے مسکراہٹ روک کر سنجیدگی سے کہا۔

''وہاٹ! یو چیٹر لائر''۔ وہ غصے میں کہتی اسے مارنے بڑھی لیکن پیر لہنگے میں بری طرح الجھا' نتیجتاً وہ لڑکھڑا کر گرنے لگی' اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی سنائل کے مضبوط بازوؤں نے اسے اپنے حلقے میں لے کر گرنے سے بچایا۔ وہ خوف کی شدت سے آنکھیں موندے اس کے بازوؤں میں مقید تھی۔

پرپل لہنگے میں اس کا نازک سراپا مقید تھا' ساتھ میچنگ جیولری پہنے' کلائیوں میں ہمرنگ ڈھیروں چوڑیاں ڈالے اپنے ریشمی بالوں کو پشت پر کھلا چھوڑے' ماتھے پر چمکتی بندیا اور اس پر خوف کی شدت سے سرخ ہوتا چہرہ سنی تو اسے دم بخود سا دیکھتا رہ گیا۔ ایک پل لگا کہ بس اس کی دل کی دنیا میں طوفان اٹھے جس نے سب کچھ تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا' دل اچانک ہی بڑے انوکھے انداز میں دھڑکا تھا' لہو کی گردش بھی دوچند ہوئی تھی' اس کے ہاتھوں کا لمس اب بھی اسے اپنے دل پر محسوس ہو رہا تھا۔

''اب کیا زندگی بھر اسی طرح کھڑے رہو گے؟'' جھنجلاتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو سنائل کی محویت بھی ٹوٹی تھی وہ یکدم حواسوں میں لوٹا تھا۔



''کوئی شوق نہیں ہے مجھے تمہیں اس طرح پکڑ کر کھڑے ہونے کا''۔ اس نے اسے چھوڑ کر ہاتھ جھاڑے' اسے تو بیماری تھی بنا سوچے سمجھے بولنے کی' اب اپنے کہے الفاظوں پر بری طرح جھینپ گئی۔

''شٹ اپ......'' وہ سر جھٹکتی آگے کو بڑھ گئی' سنائل کی نظریں اس کی پشت پر بل کھاتی زلفوں پر اٹک کر رہ گئیں۔

''بری بات ہے سنائل بیٹا''۔ خفت سے اپنے سر پر ہلکے سے چپت رسید کرتے وہ بھی آگے بڑھ گیا۔ میرج ہال میں ان کا زبردست استقبال کیا گیا تھا' نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا' اس لئے شامل کو ایماء کے برابر لے جا کر بٹھا دیا گیا' اسٹیج پر ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ ایماء بلڈ ریڈ کلر کے بھاری کام والے لہنگے اور کلائی زیورات کے ساتھ ڈارک میک اپ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی' شامل کی نظریں بے اختیار اس کی جانب ٹکی رہ گئیں۔

''بعد میں دیکھ لینا بھائی! ابھی ذرا کنٹرول رکھو''۔ اس کی چوری سنائل نے پکڑی تھی اور زبان کی کھجلی بھی مٹائی تھی' اس کے اس طرح کہنے پر شامل تو کھلکھلا کر ہنس پڑا جبکہ ایماء کا سر مزید جھک گیا تھا سب ہی محظوظ ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں رخصتی کا شور مچ اٹھا' ایماء نے تو رو رو کر برا حشر کر لیا' ساتھ میں ثانیہ نے بھی بھرپور طریقے سے بہن کا ساتھ دیا تھا۔

''سیلاب لانے کا ارادہ تو نہیں ہے تمہارا......؟'' احد نے ثانیہ کے قریب آ کر سنجیدگی سے پوچھا' جو ایماء کے برابر میں کھڑی رو رہی تھی۔

''مطلب......'' وہ ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''مطلب یہ کہ ہم آپ کی بہن کو کڈنیپ نہیں کر کے لے جا رہے برابر میں گھر ہے جب دل چاہے دیوار پھلانگ کر آ جانا اتنا رونے کی کیا ضرورت ہے''۔

''رہنے دیں بس آپ کو کیا پتہ مجھے آپی کے بغیر نیند نہیں آتی اور ویسے بھی آج تک آپی کبھی ایک دن کے لئے بھی مجھ سے دور نہیں رہی ہیں تو رونا تو آئے گا نا''۔ اس کے آنسو میں مزید روانی آ گئی۔

''بیٹا! ایماء کہیں غیر جگہ تو نہیں جا رہی آپ کا جب دل چاہے آپ اپنی آپی کے پاس آ جانا''۔ عطیہ بیگم نے ثانیہ کے آنسو صاف کیے۔

''جب دل چاہے یعنی اگر مجھے رات میں نیند نہ آئے تو میں آپی کے پاس آ جایا کروں......؟'' ثانیہ نے بہت معصومیت سے کہا' اندازہ کہاں تھا کہ کیا کہہ رہی ہے۔

''اب اس کی پرمیشن تو شامل بھائی سے تمہیں لینا پڑے گی''۔ سنائل نے شامل کی طرف مسکراتی نظروں سے دیکھا تو وہ جھینپ گیا باقی سب کا قہقہہ بے ساختہ تھا وہ اپنی کہی بات پر شرمندہ ہو گئی' ایماء کو مزید ہزاروں دعاؤں کے سائے تلے رخصت کیا گیا۔

☆

دونوں کا ولیمہ بھی ایک شاندار ہوٹل میں ہوا تھا' ایش گرے کلر کے ڈنر سوٹ میں شامل بہت خوبصورت لگ رہا تھا تو ایماء بھی براؤن اور گولڈن رنگ کے لہنگے میں غضب ڈھا رہی تھی سب ہی خوش تھے' اسٹیج پر فوٹو سیشن ہو رہا تھا سب وہیں جمع تھے۔ سنائل پانی کا گلاس لئے ایک خالی ٹیبل پر بیٹھ کر پانی پینے لگا کہ اچانک اس کی نگاہ سامنے کے منظر پر جم کر رہ گئی۔ سامنے مرجنڈا کلر کے ستارے موتیوں کے کام سے مزین سوٹ زیب تن کیے گجروں سے گتھی چوٹی کو آگے ڈالے چہرے پر جھولتی شرارتی موٹی سی لٹ کو ہاتھ سے کان کے پیچھے کرتے وہ ثانیہ کے ساتھ کھڑی بھرپور طریقے سے ہنس رہی تھی' اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

''یہ مجھے کیا ہو رہا ہے......؟'' وہ اچانک ہی گلاس ٹیبل پر پٹخ کر اپنے آپ سے جھنجلا پڑا۔

''ارے یہ بچارے گلاس کی شامت کیوں آئی ہوئی ہے''۔ اسفند نے اس کے برابر والی کرسی سنبھالی۔

''تمہیں کیوں گلاس سے اتنی ہمدردی ہے''۔ وہ سنبھل کر اسی کے انداز میں کہنے لگا تو دونوں ایک



www.pdfbooksfree.pk

دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔ اسفند کی نظر سامنے اسٹیج کی جانب اٹھ گئی اور اسی پل جیا نے بھی ان کی ٹیبل کی طرف دیکھا تھا۔ اسفند نے اسے دیکھ کر نگاہوں کا زاویہ بدل لیا تھا اور یہی بات جیا کے دل میں طوفان لے آئی تھی' وہ اسکا یہ بے رخی بھرا انداز کافی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی' کاشف کے آواز دینے پر وہ سر جھٹک کر اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

☆

شادی کے ہنگامے سرد پڑتے ہی واپس وہی روٹین لائف شروع ہو چکی تھی' شامل اور ایماء ولیمے کے بعد شمالی علاقہ جات کی طرف گھومنے کے ارادے سے کل ہی روانہ ہوئے تھے' باقی سب کی بھی اپنی مصروفیات تھیں یوں بھی شادی کے چکر میں بہت سے کام کالوڈ ہو گیا تھا۔ وہ لان میں اکیلی بیٹھی گھاس نوچ رہی تھی' ہوا بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی' گھٹنوں پر سر دھرے نجانے وہ کن سوچوں میں ڈوبی تھی کہ اچانک چونک پڑی۔ ثانیہ نے دھم سے اس کے سامنے بیٹھ کر پیر پھیلائے تھے۔

''کہاں گم تھیں......؟'' وہ اس طرح اس کے چونکنے پر ہنس کر پوچھنے لگی۔

''مجھے کہاں گم ہونا ہے''۔ جیا نے چہرے پر آئے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا۔

''کیا مطلب یہ اسفند بھائی کس مرض کی دوا ہیں''۔ وہ شرارت سے اسے دیکھ کر مسکرائی' جیا نے خاموش رہنا بہتر سمجھا' وہ کہتی بھی تو کیا کہتی۔

''جیا! پریشان ہو''۔ ثانیہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں...... پریشان کیوں ہونے لگی''۔ وہ سامنے لگے ہار سنگھار کے پھولوں کو دیکھنے لگی۔

''زیادہ بننے کی ضرورت نہیں ہے' جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے ورنہ میں ناراض بھی ہو سکتی ہوں''۔

''ثانیہ! جب سے اسفند اس بار کینیڈا سے آئے ہیں بہت بدلے بدلے سے ہیں''۔ وہ ثانیہ سے آخر کہہ گئی تھی۔

''وہم ہوا ہوگا''۔ ثانیہ نے یہی اندازہ لگایا۔

''نہیں ثانیہ! یہ میرا وہم ہر گز نہیں ہے' میں صحیح کہہ رہی ہوں حالانکہ ہمارے درمیان اور لوگوں کی طرح ہر گز ڈائیلاگز بازی نہیں ہوتی بلکہ منگنی کے بعد سے تو میں زیادہ سامنے بھی نہیں آتی' مگر پھر بھی اسفند ایسا ہر گز نہیں کرتے تھے جس طرح آج کل ری ایکٹ کر رہے ہیں''۔

''مثلاً کس طرح کا ری ایکٹ کر رہے ہیں''۔ ثانیہ نے الجھن زدہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''جہاں میری شکل دیکھی وہاں سے واک آؤٹ کر جاتے ہیں' اگر بھولے بھٹکے میری جانب نظر بھی پڑ جائے تو اس طرح ری ایکٹ کرتے ہیں جیسے خدانخواستہ گناہ کر رہے ہوں' اکثر فون پر گھنٹوں باتیں کرتے ہیں لیکن جوں ہی کسی کو دیکھتے ہیں تو لائن کاٹ دیتے ہیں میں نے ہزار دفعہ یہ بات محسوس کی ہے جیسے وہ کچھ چھپا رہے ہوں''۔ جیا نے من وعن ساری بات ثانیہ کے گوش گزار کر دی' تھوڑی دیر کے لئے ایک دم خاموشی چھا گئی۔

''جیا! یہ سب تم نے محسوس کیا ہے تو یقیناً ایسا ہوگا' لیکن یہ ضروری نہیں جیسا تم سوچ رہی ہو اللہ نہ کرے ویسا کچھ ہو' اور وقت سب سے بڑا استاد ہے' وقت آنے پر سب معلوم ہو جائے گا' تو فی الحال سب کچھ وقت کے اوپر چھوڑ دو' ٹینشن مت پالو فضول کی جو ہوگا بہتر ہوگا' اور اب مجھے جلدی سے اپنے ہاتھوں سے بنا کر چائے پلاؤ ساتھ میں کھانے کو بھی چاہئے''۔ وہ دونوں ہنستے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئیں مگر ہار سنگھار کے درخت کی آڑ میں کھڑا اسنائل وہیں رک گیا' وہ آج آفس سے تھوڑا جلدی آ گیا تھا مگر گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی جیا کی آواز نے اس کے قدم وہیں روک لئے اس نے اس کی ساری باتیں سنی تھیں' وہ دونوں تو چلی گئیں مگر اس کے دل کی بے چینی ہوا ہونے لگی' کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ بھی سر جھٹکتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

☆

''ڈیڈی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے''۔



بڑے سے ہال کمرے میں اس وقت تقریباً سب ہی موجود تھے' تب اسفند نے فیضان صاحب سے بڑی ہمت کر کے بات کرنے کا سوچا' یوں بھی بات تو کرنی تھی کیونکہ وہ اس طرح سب کو دھوکا ہر گز نہیں دے سکتا تھا۔

''جی بیٹا! بولو کیا بات ہے''۔ فیضان صاحب جو بڑے مگن انداز میں حالات حاضرہ کا لائیو پروگرام دیکھ رہے تھے اسفند کی جانب متوجہ ہوئے تھے جیا کی طرح وہ بھی انہیں ڈیڈی کہتا تھا۔

''وہ مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے''۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کس طرح بات شروع کرے۔

''تو کہو بیٹا جی! میں سن رہا ہوں''۔ اس کی گھبراہٹ پر انہیں بھی حیرت ہوئی' سب ہی ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

''وہ میں جیا سے شادی نہیں کر سکتا''۔ بہت ہمت کر کے اس نے آخر کہہ ہی دیا' لمحے میں پورے کمرے میں سناٹا پھیل گیا تھا' سب ہی اس کی بات پر حق دق رہ گئے تھے۔

''کیا میں وجہ جاننے کی جسارت کر سکتا ہوں''۔ کافی دیر کے جامد سناٹے کے بعد فیضان صاحب کی کسی بھی احساس سے عاری آواز گونجی تھی۔

''وہ ڈیڈی! میں نے کینیڈا میں شادی کر لی ہے''۔ ان کی جانب دیکھے بغیر وہ بولا تھا۔

سب کے سب ساکت و جامد مٹی کے بت کی طرح خاموش بیٹھے رہ گئے' شاید کہنے سننے کے لئے کچھ بچا ہی نہ تھا' دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی جیا کو آسمان گھومتا محسوس ہوا تھا' چائے کی ٹرے ہاتھوں سے پھسل کر زمین بوس ہو گئی تھی آواز پر سب نے دروازے کی سمت دیکھا تھا' وہ کسی کو بھی دیکھے بغیر تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی۔

''ڈیڈی! آپ کوئی فیصلہ سنائیں اس سے پہلے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں بے شک آپ مجھ سے لاکھ خفا سہی لیکن پلیز آپ کو ایک دفعہ میری بات سننا ہوگی اس کے بعد میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گا''۔ وہ فیضان خان کے گھٹنوں کے پاس ہی بیٹھ کر بڑی آس سے کہہ رہا تھا جسے فیضان خان چاہ کر بھی نہ روک سکے۔

''صرف کام کی بات ہو تو کرنا ورنہ میرا وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ وہ سرد لہجے میں بولے۔ کیونکہ اگر اسفند انہیں عزیز تھا تو بیٹی بھی دل کا ٹکڑا تھی' اس کا غم بھی ان کا دل چھلنی کر رہا تھا۔

''ڈیڈی! میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں آپ کو اس طرح کبھی غم سے دوچار کروں گا میں نے خود کو ہمیشہ آپ کا بیٹا مانا ہے' آپ سب لوگ مجھے بہت عزیز ہیں' اور جیا سے شادی کرنا بھی میرے دل کی خواہش تھی' بہت خاص مقام تھا جیا کے لئے میرے دل میں' میں بہت خوش تھا کہ اب جیا صرف اور صرف میری ہے' ہم دونوں کو کوئی جدا نہیں کر سکتا مگر قسمت کا لکھا مجھے کہاں معلوم تھا۔ جب میں یہاں سے کینیڈا گیا تو بہت خوش تھا کہ واپس جاؤں گا تو ڈیڈی اور باقی سب لوگ بہت خوش ہوں گے' ڈیل فائنل ہونے کا سن کر اور میری پہلی کامیابی دیکھ کر بس اسی خوشی میں' میں سرشار سا ہوٹل سے نکل کر سیدھا شاپنگ مال کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں میرے بچپن کے دوست راشد کا فون آیا جو چند سال پہلے کینیڈا میں سیٹل ہو گیا تھا' میں نے جیسے ہی فون ریسیو کیا میرے حواس بے قابو ہو گئے' ہاسپٹل سے کال تھی راشد کا بری طرح ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا' دماغ میں شدید چوٹیں آئی تھیں سارا جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا مصنوعی مشینوں کے ذریعے وہ سانس لے رہا تھا اس کی حالت دیکھ کر میرا دل دہل گیا تھا' دو دن بعد اسے ہوش آیا تھا فقط چند گھنٹوں کے لئے اور وہی وقت تھا جب اس نے میرے آگے ہاتھ جوڑ کر اپنی بہن سے نکاح کرنے کی التجا کی تھی' راشد کے علاوہ اس کی بہن کا کوئی سہارا نہ تھا' راشد کی آنسوؤں میں ڈوبی آواز اس کی التجائیں مجھے فیصلہ کرنے میں صرف ایک پل لگا



www.pdfbooksfree.pk

تھا‘ میں نے اپنی خوشی سے زیادہ ایک مرتے ہوئے انسان کی خواہش پوری کر کے اسے اس کے آخری وقت میں خوشی دے دی اور سبرینہ سے نکاح کرلیا‘ نکاح کے فقط پانچ منٹ بعد راشد یہ دنیا چھوڑ گیا‘ شاید اس نے اپنی بہن کو بسا دیا تو سانسوں نے بھی ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ بتائیں ڈیڈی! کیا میں نے غلط کیا......؟ آپ نے ہی تو مجھے سکھایا ہے کہ اپنی خوشی سے زیادہ دوسروں کی خواہش کا احترام کرو‘ تو بس میں ایک مرتے ہوئے شخص کی خواہش پر سر تسلیم خم کر گیا‘ اس میں میرا کیا قصور ہے ڈیڈی؟ کیا آپ اگر وہاں ہوتے تو آپ بھی یہی کچھ کرتے یا نہیں کرتے......؟“ آنسو اس کے گالوں پر لاکھ ضبط کے باوجود بہہ نکلے۔

”ڈیڈی! میں نے ایک فیصلہ کیا ہے‘ میں آپ کو پہلے ہی بہت دکھ دے چکا ہوں لیکن اب اور نہیں...... میں ہمیشہ کے لئے کینیڈا جا رہا ہوں‘ کبھی واپس نہ آنے کے لئے‘ ہاں رابطہ ضرور رہے گا آپ سے کہ آپ تو میرے لئے ساری دنیا سے بڑھ کر ہیں‘ میں آپ کو بہت مس کروں گا بلکہ آپ سب لوگ ہی مجھے بہت یاد آئیں گے‘ جیا کا سامنا کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے‘ اسے کہئے گا وہ مجھے معاف کردے‘ یہ اس کا بڑا پن ہوگا۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے واپس جا رہا ہوں‘ آپ سب لوگ بھی مجھے معاف کر دیجئے گا“۔ وہ فیضان خان کے پیروں پر سر جھکا گیا۔

”گاڈ بلیس یو مائی سن“۔ اچانک فیضان خان نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے برابر بٹھا لیا۔

”تم نے جو کیا شاید ٹھیک کیا‘ اللہ جو جس کی قسمت میں لکھتا ہے اسے وہی ملتا ہے‘ میں تمہیں جانے سے ہرگز نہیں روکوں گا کہ نہ میں تمہیں جیا کے سامنے شرمندگی سے منہ چھپاتے دیکھ سکتا ہوں اور نہ جیا کو آنسو بہاتے دیکھ سکتا ہوں‘ ہاں مگر کبھی کبھار ملنے ضرور آ جایا کرنا‘ تمہاری کمی بہت محسوس ہوگی اور ہماری بہو کو بھی ہماری طرف سے ڈھیر سارا پیار دینا اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے“۔ انہوں نے اسفند کو گلے سے لگا لیا تو وہ ان کی محبت‘ ان کے ظرف کو دیکھ کر شرمندہ ہوگیا۔ سب سے ہی معافی مانگ کر ملنے کے بعد وہ صبح کی فلائٹ سے کینیڈا کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس سارے معاملے سے جیا بے خبر ہی تھی‘ وہ تو اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔

☆

رونے کے بعد بھی جب اس کے دل کا بوجھ ہلکا نہ ہوا تو بے اختیار ہی وہ وضو کرنے واش روم میں جا گھسی اور جائے نماز پر کھڑے ہو کر عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے تو بے اختیار ہی اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ نماز پڑھنے کے دوران بھی وہ خاصی ڈسٹرب رہی تھی۔

”یا اللہ! میں نے کبھی اپنے ماں باپ کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچائی‘ ان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی اپنا فرض جان کر ان کی ہر بات مانی ہے۔ اسفند بھی میرے ماں باپ کی پسند تھے‘ میں نے تو صرف ماں باپ کے فیصلے پر سر جھکایا تھا‘ ان کی خوشی کی خاطر ان کی بات مانی تھی‘ تو پھر یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں ہوا......؟ یا اللہ! میرا کیا قصور تھا جو بیچ منجھدار میں مجھے اس طرح لا کر تنہا چھوڑ دیا ابھی تو میرے دل میں اس شخص کی محبت کا ایک دیا بھی روشن نہیں ہوا تھا‘ آنکھوں میں کوئی خوبصورت سپنا نہیں تھا اس شخص کے نام کا‘ ابھی تو میرے دل نے ٹھیک سے دھڑکنا بھی نہیں سیکھا تھا کہ میرے دل کو ہی برباد کر ڈالا اس ایک شخص نے۔ میں کیا اس قابل نہیں تھی کہ وہ مجھے وہ مقام دیتا جو آج کسی اور کا ہے اگر میرے ساتھ ایسا کرنا تھا تو پھر منگنی کا ناٹک کیوں رچایا تھا......؟ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی اسفند کبھی نہیں“۔ اس نے اپنے دل کی تمام باتیں اپنے اللہ سے کی تھیں‘ اس میں بھلے سے گلے شکوے ہی کیوں نہ تھے دل کی بھڑاس نکلی تو دل کا بوجھ بھی کچھ ہلکا ہوا تھا۔ جائے نماز تہہ کر کے رکھی اور بیڈ پر لیٹ کر سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ پورے دو دن سے وہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلی تھی۔ سب سے بے نیاز لاتعلق سی ہو کر رہ گئی تھی بس آنسو تھے جو ہمہ وقت اس کے غم میں اس کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے اسے اس بات سے کوئی مطلب نہیں تھا۔

☆

آج پورے 5 دن کے بعد وہ کمرے سے باہر نکلی تھی خود کو کافی حد تک اس نے سنبھال لیا تھا وہ سیدھی لاؤنج میں چلی آئی جہاں تقریباً سب ہی موجود تھے۔

”ارے آج تو میری بیٹی خود چل کر آئی ہے یہاں تک“۔ عطیہ بیگم نے جان نثار نظروں سے پوتی کو دیکھ کر کہا۔ وہ مسکرا کر ان کے برابر میں ہی ان کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔

ان گزرے چند دنوں میں وہ کس قدر مرجھا سی گئی تھی‘ چہرے پر زردیاں گھل گئی تھیں‘ بیمار بھی تو بہت ہوگئی تھی‘ جو لب ہمیشہ مسکراتے تھے اب وہاں خاموشی کا پہرہ تھا۔ سنائل یک ٹک اس کی جانب دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا‘ دل عجب سی اداسی کا شکار ہوگیا تھا‘ انجانہ اضطراب اسے اپنے گھیرے میں لینے لگا۔

”مجھے اس لڑکی کے دل سے غم کے کالے بادلوں کو نکال کر وہاں خوشیوں کے رنگ بکھیرنے ہیں‘ میں تمہیں ویسا ہی دیکھنا چاہتا ہوں لڑتی جھگڑتی غصہ کرتی“۔ ایک پل لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں اور اس کے لب آپ ہی آپ مسکرا اٹھے تھے۔ وہ مطمئن سا ہو کر ٹی وی کی جانب متوجہ ہوگیا‘ جبکہ باقی سب لوگ اپنی اپنی باتوں میں مگن تھے‘ جیا بھی خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

☆

”نو...... نیور مما! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا“۔ وہ تو جتے سے اکھڑ گئی۔

”لیکن کیوں بیٹا......؟ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا“۔ رخسانہ بیگم نے بیٹی کو وزدیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”پلیز مما! ایک تماشا ہی کافی ہے میں اب مزید تماشا بننا نہیں چاہتی‘ اس لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں“۔ آخر میں اس کی آواز بھیگ سی گئی۔

”تماشا کیسا بیٹا......؟ سنائل سے تمہاری شادی کوئی تماشا نہیں ہے‘ تمہیں انکار کس بنیاد پر کرنے کی جلدی ہے‘ کیا خرابی ہے سنائل میں......؟“

”مما پلیز! میں سنائل سے شادی نہیں کروں گی بلکہ اب میں کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتی اور اگر آپ لوگوں نے مجھے پریشان کیا تو میں کچھ کر بیٹھوں گی“۔ وہ منہ ڈھانپ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

”جیا بیٹا! خاموش ہو جاؤ مجھے تکلیف ہو رہی ہے تمہیں اس طرح دیکھ کر‘ چلو ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی اب خوش“۔ وہ اسے پیار سے پچکارتے ہوئے مسکرا کر بولی تھیں۔

”مما......“ وہ ان کے گلے لگ گئی تو وہ دھیرے دھیرے اس کا سر سہلانے لگیں۔

☆

”کیا میں انکار کی وجہ پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں“۔ وہ گلاب کے کنج کے پاس کھڑی نجانے کہاں گم تھی کہ سماعتوں میں سنائل کی غصہ سے بھرپور آواز گونجی تھی‘ وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

”میری مرضی“۔ وہ کندھے اچکا کر بولی اور سائیڈ سے ہو کر جانے لگی کہ کلائی سنائل کی آہنی گرفت میں قید ہو کر رہ گئی۔

”یہ تو کوئی جواب نہ ہوا میرے سوال کا......؟“ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھنے لگا۔

”ہاتھ چھوڑو میرا“۔ وہ اس کا سوال نظر انداز کر کے ہاتھ چھڑانے لگی۔

”پہلے میرے سوال کا جواب دو“۔ وہ بھی جیسے ضد پر اڑ گیا تھا۔

”یہ اچانک تم کیوں مجھ سے اتنی ہمدردی کرنے لگے......؟“ وہ الٹا اس سے سوال کر بیٹھی۔

”ہمدردی نہیں ڈیئر کزن! محبت کہو...... محبت کرنے لگا ہوں میں تم سے“۔ وہ جذب سے بولا تھا۔

”جسٹ شٹ اپ سنائل خان! بہت ہوگیا‘ میں تو پہلے ہی سب کی نظروں میں تماشا بن چکی ہوں اب مزید تم کیوں میرا تماشا لگوانا چاہتے ہو‘ کیا ثابت کرنا چاہتے


www.pdfbooksfree.pk

ہو تم سب کے سامنے کہ تم بہت اعلیٰ ظرف ہو جس نے ایک ٹھکرائی ہوئی لڑکی کو قبول کر لیا' مجھ پر احسان کرنا چاہتے ہو......؟ جاؤ سنائل خان! مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں' ہے تمہاری اس نام نہاد ہمدردی کی سمجھے"۔ وہ ایک تواتر سے بہتے آنسوؤں کے درمیان پھٹ پڑی تھی' سنائل تو دم بخود سا اسے دیکھ رہا تھا' دفعتاً اس کے وجود نے حرکت کی تھی۔

"شٹ اپ جیا! کوئی حق نہیں تمہیں میری محبت کو ہمدردی کا نام دے کر توہین کرنے کا سمجھیں تم' تم نے مجھے اتنا گھٹیا سوچ کا مالک سمجھ رکھا ہے جو تمہیں ٹاچر کرنے کے لئے تم سے شادی پر راضی ہو گیا' نہیں جیا فیضان! میرے دل نے تو تم سے بہت گہری سچی اور پاکیزہ محبت کی ہے تمہیں دل کے من مندر میں' بہت اونچے سنگھارسن پر بٹھا رکھا تھا' تم تو میری پہلی محبت تھیں میرے اولین جذبوں کی مالکن بن گئیں' لیکن تم نے تو مجھے میری نظروں میں گرا دیا' مجھے خود سے نظر ملانے کے قابل بھی نہ چھوڑا"۔ وہ جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر جانے لگا مگر پھر پلٹا تھا۔

"اور ہاں جیا فیضان! آج کے بعد تم مجھے اپنے سامنے نہیں دیکھو گی"۔ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا' جبکہ وہ گم صم ساکت و جامد سی کھڑی بہتی آنکھوں سے سر جھٹک کر رہ گئی' مگر نجانے کیوں دل نہ معلوم سی بے قراری میں گھر گیا تھا۔

☆

وہ تو پتھر کے بت کی مانند ساکت تھی' اسے تو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی میں اتنا بڑا فیصلہ کر لے گا' وہ تو اس کی باتوں کو اس کا جذباتی پن سمجھی تھی' وہ ایسا کوئی قدم اٹھائے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا' گھر میں سب کو جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا' سنائل خان نجانے کہاں چلا گیا تھا' صرف اتنا ضرور بتا دیا تھا کہ وہ یہ ملک چھوڑ کر جا رہا ہے کبھی نہ واپس آنے کے لئے۔ ہر ایک کی آنکھیں اداس تھیں' سب کو ہی افسوس تھا کیونکہ وہ گھر بھر کا لاڈلا بھی تو بہت تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہو کر بیڈ پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

☆

فجر کی اذان کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو وہ ماضی سے حال میں واپس لوٹ آئی۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر اپنے بھیگے چہرے کو صاف کیا اور کھڑکی کے پٹ بند کر دیئے۔

"تین سال پورے تین سال سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں سنائل خان! اب تو لگتا ہے کہ جیسے تمہاری محبت میں جان سے ہی گزرنا پڑے گا' روح تو یوں بھی گھائل ہے' کیا معلوم موت ہمارے ملن کا سبب بن جائے' موت تمہیں میرے روبرو لے آئے"۔ پھیکی سی مسکراہٹ سمیت وہ وضو بنانے کی غرض سے واش روم میں جا گھسی۔ نجانے کتنے وقت تک وہ اپنے رب کے آگے ہاتھوں کو پھیلائے اپنی محبت کے لوٹ آنے کی التجائیں کر رہی تھی۔ بند آنکھوں کے ساتھ کپکپاتے لبوں اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ سنائل کے لوٹ آنے کی ہزاروں دعائیں کی تھیں۔

☆

"صبح بخیر بھابی"۔ وہ کچن میں مصالحہ بھونتی ایماء کو دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"میڈم! بارہ بج رہے ہیں"۔ ایماء نے برنر کی آنچ دھیمی کر کے اس کی جانب مسکرا کر دیکھا تھا۔

"کیا لو گی ناشتے میں......؟" وہ دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی پوچھنے لگی۔

"صرف ایک کپ چائے"۔ وہ وہیں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر کسلمندی سے بولی۔

"کوئی خاص بات ہے کیا......؟ یہ گھر میں غیر معمولی افراتفری کیوں مچی ہے"۔ اس نے جمائی روکتے ہوئے پوچھا۔

"آصف بھائی کا پرپوزل ہماری تانیہ جی کے لئے آنے والا ہے"۔ ایماء نے چائے کا کپ اس کے آگے رکھا اور وہیں بیٹھ گئی۔



"وہاٹ...... اتنا بڑا دھماکہ کر دیا آصف بھائی نے اور مجھے خبر بھی نہیں"۔ وہ منہ پھلا کر بولی۔

"جناب کو فرصت ملے تب نا ویسے صبح ہی امی کا فون آیا تھا اس لئے سبھی کو صبح ہی معلوم ہوا ہے' چلو خیر سے یہ تانیہ صاحبہ بھی کسی پار تو لگیں"۔ اس نے کپ خالی کر کے ہاتھ جھاڑے اور پھر دونوں ایک دوسرے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑیں۔

☆

وقت تو جیسے پر لگا کر اڑ گیا تھا ایک سال مزید بیت گیا۔ اس ایک سال میں آصف کی تانیہ سے منگنی ہو چکی تھی' ثانیہ کو بھی احد کے لئے مانگا جا چکا تھا' سب ہی بہت خوش تھے۔ ایماء اور شامل ایک بہت ہی کیوٹ سے بیٹے حمزہ کے مما پاپا بن چکے تھے' سب ہی اپنے آپ میں مگن بہت خوش تھے' مگر ایک وہ تھی جسے کسی پل چین نہ تھا' ہر پل ہر لحہ نگاہیں بھٹک بھٹک کر دروازے پر جاتیں اور مایوس پلٹ آتیں' مگر جس کو دیکھنے کے لئے وہ آنکھیں بے قرار تھیں وہ تو نجانے کہاں دنیا کی بھیڑ میں گم ہو گیا تھا۔

☆

موسم آج بہت حسین ہو رہا تھا صبح سے کالے کالے بادل ٹکڑوں کی صورت میں آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ سورج نجانے کس کونے میں جا چھپا تھا' دھیمی دھیمی ہوا چل رہی تھی' وہ لان میں پودوں کو پائپ سے پانی دے رہی تھی' ساتھ ساتھ سامنے چیئر پر گود میں حمزہ کو لئے بیٹھی ایماء سے باتیں بھی کر رہی تھی کہ مین گیٹ کی بیل چیخ پڑی۔

"میں دیکھتی ہوں بھابی......" وہ پائپ گھاس پر ڈال کر کمر سے دوپٹہ کھول کر شانوں پر ڈالتی دروازے کی سمت بڑھی تھی کیونکہ بیل متواتر بج رہی تھی۔

"آ رہی ہوں بھئی"۔ وہ بولتی ہوئی آئی اور گیٹ کھول دیا' مگر گیٹ کھولتے ہی اسے لگا کہ جیسے زمین و آسمان ساکت ہو گئے ہوں کائنات کی ہر چیز پر سکوت چھا گیا ہو' اس کی آنکھوں میں پہلے بے یقینی اور پھر نمی نے گھر کر لیا تھا۔ بے شک دروازے کے بیچ و بیچ بلیک پینٹ اور اسکن کلر کی شرٹ پہنے ایک کندھے پر بڑا سا بیگ لٹکائے دوسرے ہاتھ سے اپنے گھنے بالوں کو ماتھے سے پیچھے ہٹاتے ہوئے سنائل خان کھڑا تھا۔

"کیا دروازے پر ہی کھڑا رکھنے کا ارادہ ہے"۔ وہ بہت خوش لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

"کون ہے جیا......؟" ایماء' حمزہ کو گود میں اٹھائے گیٹ پر چلی آئی تھی۔ اس کے بے جان وجود میں ایک دم حرکت ہوئی تھی' وہ بنا کچھ بولے منہ پر ہاتھ رکھے تیزی سے اندر کی طرف بھاگی تھی۔

"ارے...... ارے......" وہ اسے بھاگتے دیکھ کر گھبرا سی گئی پھر دروازے کی طرف جو پلٹی تو جیسے اس کی آنکھوں کو بھی یقین نہ آیا تھا کہ سامنے سنائل خان کھڑا ہے۔

"نانو...... مما! دیکھیں کون آیا ہے' شامل! جلدی آیئے"۔ ایماء بے اختیار چلاتی اندر کی جانب بھاگی تھی پیچھے وہ بھی اندر کی طرف بیگ لئے بڑھا تھا۔

"کیا ہوا لڑکی! کون آ گیا......؟" عطیہ بیگم نے ایماء کو دیکھا' اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی ان کی نگاہ دروازہ دھکیل کر اندر آتے سنائل پر پڑی تو وہ بھی لمحے بھر کو گم صم سی ہو گئیں۔

"اسلام علیکم دادو"۔ وہ آ کر ان کے آگے جھک گیا مگر وہ تو بالکل گم صم اسے دیکھ رہی تھیں' شاید اس کے آنے کا یقین کر رہی تھیں ایسا ہی حال کچن سے نکلتی رضیہ بیگم کا بھی تھا۔

"خفا ہیں......؟" وہ انہیں خاموش دیکھ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھنے لگا۔

"خفا ہونے کہاں دیتا ہے تو مجھے"۔ وہ اسے اپنی آغوش میں بھرتے ہوئے بولیں' لمحے میں سب لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے ہنستے چہرے اور آنسو بہاتی آنکھوں کے ساتھ بھی اس کے لوٹ آنے پر بے حد خوش تھے کہ اس کی نظر سیڑھیوں پر کھڑی تانیہ پر جا پڑی جو ریلنگ تھامے بلا دریغ آنسو بہا رہی تھی۔ وہ رضیہ بیگم کے پہلو سے نکل کر سیڑھیوں پر کھڑی تانیہ کی سمت بڑھا تھا۔

"کیا بہت زیادہ ناراض ہو......؟" وہ اس کے



www.pdfbooksfree.pk

آنسو صاف کرتے پوچھنے لگا تو وہ جھٹ سے اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''بہت برے ہو تم بھائی! اتنا رلایا ہے ہم سب کو' برسوں کے رکے آنسو آج بہہ نکلے تھے''۔ وہ اس کے معصوم سے شکوے پر ہنس پڑا تھا۔

سب سے مل کر فریش ہونے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا پھر کچھ سوچ کر جیا کے کمرے کی طرف آ گیا' وہ جب سے آیا تھا اس نے اسے کہیں نہیں دیکھا تھا' سب لوگ رات گئے تک باتیں کر کے اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے تو وہ بھی اپنے کمرے میں فریش ہونے کی غرض سے جا رہا تھا کہ جیا کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جیا کے روم کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا' وہ ناک کرتا اندر کمرے میں آ گیا' وہ بیڈ کے کنارے پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا آ کر اس کے پاس نیچے کارپٹ پر بیٹھ گیا۔

''افسردہ ہو میرے لوٹ آنے سے......؟'' وہ اس کے بھیگے چہرے پر نگاہ جمائے پوچھ رہا تھا۔

''نہیں......'' وہ اسی طرح سر جھکائے رہی' سر نفی میں ضرور ہلا تھا۔

''تو پھر رونے کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں......؟'' اس کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ رقصاں تھی۔

''شرمندہ ہوں بلکہ بہت شرمندہ ہوں تم سے''۔ وہ آہستگی سے بولی۔

''شرمندہ ہو سکتی ہو مگر خوش نہیں ہو سکتی ہو''۔ وہ شرارت سے بولا تھا۔

''آئی ایم سوری! ریلی ویری سوری سنائل''۔ وہ بھیگی آواز اور جھکے سر کے ساتھ آخر کہہ گئی۔

''یار! اب سوری بول کر تم تکلف کی دیوار تو مت قائم کرو''۔ وہ اس کی شرمندگی کو زائل کرنا چاہتا تھا۔

''سنائل! میں واقعی بہت شرمندہ ہوں تم سے اور معافی بھی مانگنا چاہتی ہوں' جانتے ہو اتنے عرصے میں نے گھٹ گھٹ کر زندگی کو جیا ہے' اس دن میں نے تم سے جو کچھ کہا وہ نجانے میرا غصہ تھا یا ٹھکرائے جانے کی اذیت کہ میں تم سے بنا کچھ سوچے سمجھے وہ سب کہہ گئی لیکن میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم اس طرح کا کوئی انتہائی قدم اٹھاؤ گے کیونکہ اس کی بھی ایک وجہ تھی کہ میرا اور تمہارا رشتہ ہمیشہ لڑائی جھگڑے تک ہی محدود رہا اور پھر اچانک تم نے جو کچھ کہا تو مجھے تمہارے اوپر غصہ تو آنا تھا''۔ وہ رک رک کر جھجک کر کہہ گئی تھی کہ کہہ دینا ہی بہتر ہے دل میں موجود غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔

''جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ جیا! مگر لڑنے کا ہمیں ایک فائدہ ضرور ہوا''۔ وہ بازوؤں کو سینے پر لپیٹتے ہوئے شرارت سے گویا ہوا۔

''ہائے...... یہ لڑنے کا فائدہ کب سے ہونے لگا......؟'' جیا نے آنکھیں پھاڑ کر سنائل کو دیکھا۔

''ارے بھئی دیکھو لڑنے کے چکر میں ہم ایک دوسرے کو ہی سوچتے تھے' کسی اور کو سوچنے کا موقع ہی نہ ملا''۔ وہ لبوں پر جاندار سی مسکراہٹ لئے جیا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا گئی۔

''جیا! کیا میری ایک بات مانو گی......؟'' وہ یکدم سنجیدہ ہو کر پوچھنے لگا۔

'چلو مان لوں گی بھئی''۔ وہ بے ساختہ کہہ اٹھی پھر یکدم چپ ہو گئی۔

''ٹھیک ہے تو پھر اب جلدی سے شادی کے لئے بڑوں تک راضی نامہ پہنچا دینا' کل ہی آپ کے لئے میرا پرپوزل آنے والا ہے اور اب انکار نہ ہو''۔ وہ اس کی سر پر ہلکی سی چپت لگا کر بولا۔

''اور سنو......'' وہ جاتے جاتے دروازے سے واپس پلٹا تھا جیا نے اس کو دیکھا تھا۔

''اب ہمارا رشتہ لڑائی پر نہیں محبت صرف اور صرف محبت پر مبنی ہوگا''۔ کہتے کے ساتھ ہی وہ مسکراتا ہوا پلٹ گیا تھا' جیا کے لبوں پر بھی بہت عرصے بعد زندگی سے بھرپور مسکراہٹ جاگی تھی۔ ان کے اتنے خوبصورت ملن پر تاروں کے جھرمٹ میں گھرا چاند بھی دل سے مسکرایا تھا۔

☆



www.pdfbooksfree.pk

نائلہ طارق

قسط نمبر 19۔

سلسلے وار ناول

# سانس ساکت اور سکوت

”قسم سے سفید جھوٹ بول کر گئی ہے وہ“۔ شاہ رخ نے بدک کر شیث کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا مگر وہ کچھ بھی کہنے کے بجائے اس کے ہاتھ سے سیل فون لے چکا تھا اور چند لمحوں بعد واپس اسے تھماتا ناگوار نظروں سے اسے گھورتا عاطف کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”ساری پکچرز اڑا دیں، کتنی مشکل سے جمع کی تھیں“۔ سیل چیک کرتے ہوئے شاہ رخ جھلائے انداز میں اس پر چیختا تھا۔

☆

’ہنی واپس آؤ، سونا نہیں ہے تم نے“۔ اس کی پکار پر ہنی نے توجہ نہیں دی تھی۔ وال کلاک پر ایک نظر ڈالتی وہ کمرے سے باہر نکلی تھی مگر پھر رک کر شیث کو دیکھا تھا جو اسٹیئرس کی طرف ہی بڑھ رہا تھا۔

”اتنی رات ہو چکی ہے اور تم جاگ رہی ہو“۔ شیث نے حیرت سے درمیانی اسٹیپ پر موجود ہنی کو دیکھا تھا۔

”چاچو! آپ وہیں رکیں، میں جمپ لگاؤں گی“۔ ہنی یقیناً اس وقت کھیل کے موڈ میں تھی۔

”ہرگز نہیں، گر جاؤ گی تم......“ وہ اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا تھا مگر تب تک دیر ہو چکی تھی وہ خبردار نہیں تھا مگر سرعت سے ہنی کو سنبھال چکا تھا لیکن اسی دوران ہنی کا سر اس شدت سے اس کی ناک سے ٹکرایا تھا کہ درد کی تیز لہر دوڑ اٹھی تھی۔

اسے دیکھتے ہوئے سارہ کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا جبکہ وہ ناک سے بہتا خون روکتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تھا۔

”انہیں چوٹ لگ گئی ہے“۔ ہنی نے سہمی نظروں سے سارہ کو دیکھا تھا جو فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑے سرعت سے

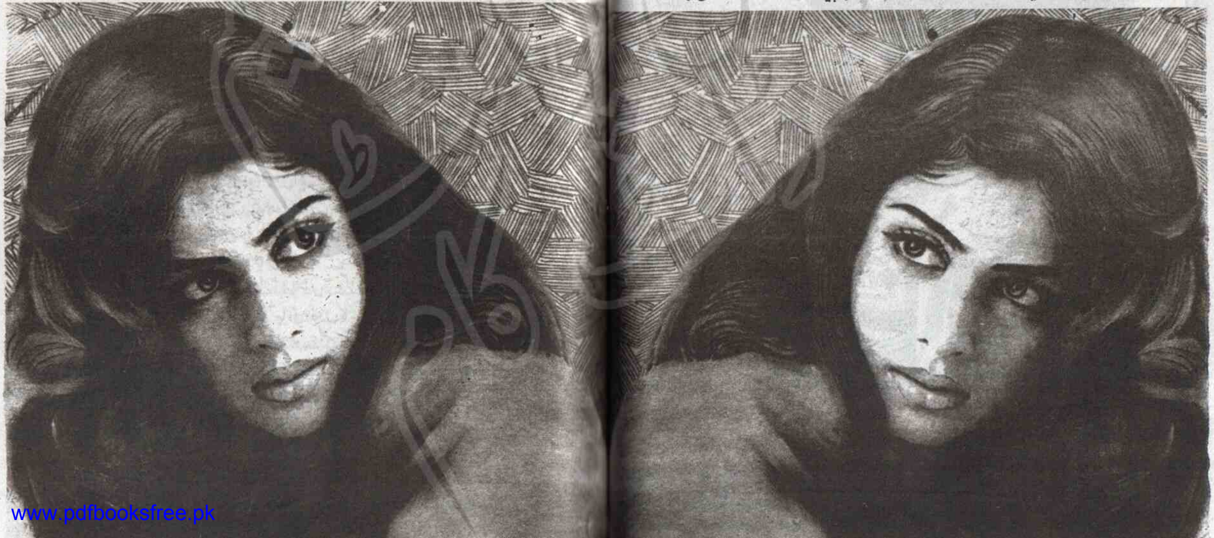

www.pdfbooksfree.pk

اوپر شیث کے کمرے کی طرف گئی تھی۔

ٹشو پیپر سے بہتے خون کو صاف کرتے ہوئے اس نے چونک کر کمرے میں داخل ہوتی سارہ کو دیکھا تھا۔

''یہ خون اس طرح نہیں رکے گا' تم بیٹھ جاؤ پھر میں......'' پریشان ہو کر بولتی وہ یکدم ہی اس وقت اپنی جگہ ساکت ہوئی تھی جب شیث نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب آنے سے روکا تھا۔

''تم جاؤ یہاں سے...... میری پرواہ کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے''۔ اس کے لہجے میں سختی کے علاوہ بھی کچھ تھا جس نے سارہ کے چہرے کا رنگ بدل دیا تھا۔

''مجھے نہیں تو پھر کسے پرواہ کرنی چاہیے تمہاری' بتاؤ مجھے؟'' وہ نہیں جانتی تھی کہ یکدم اسے کیا ہوا تھا' اسے تو شاید اس چیز کا بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ شیث کا گریبان اپنی مٹھیوں میں جکڑ چکی ہے۔

''میری آنکھوں نے دیکھا ہے تمہارے اس خون کو پانی کی طرح بہتے ہوئے' میرے علاوہ کس نے دیکھا ہے اس خون کو مٹی میں ملتے ہوئے' اس کی ایک ایک بوند کتنی قیمتی ہے میرے لیے یہ تم بھی کبھی نہیں جان سکتے...... کوئی نہیں جان سکتا' تمہیں کوئی حق نہیں مجھ سے یہ کہنے کا کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں کرنی چاہیے' سنا تم نے''۔ غم و غصے سے لرزتی آواز کے ساتھ وہ غرائی تھی۔

''اس کے باوجود تم نے کیا' کیا ہے میرے ساتھ' جانتی ہو تم؟'' اس کے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹا تا وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا اور اگلے ہی پل ڈریسنگ پر رکھا گلاس اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔

''یہ حشر کیا ہے تم نے...... یہ سلوک کیا ہے تم نے میرے دل' میری روح کے ساتھ''۔ بکھری کرچیوں کی سمت اشارہ کرتے ہوئے وہ خون رنگ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا جو ساکت نظروں سے اسے ہی تک رہی تھی۔

''اگر تمہیں میری پرواہ ہوتی تو یہ سب نہیں کرتیں میرے ساتھ' میرا ہاتھ جھٹکنے کے بجائے صرف ایک آخری موقع مجھے دیتیں' اس کے بعد بھی اگر میں ازالہ نہ کرتا نہ دیتا تمہیں وہ مقام جس کی تم مستحق تھیں تو پھر جو چاہے سلوک کرتیں' ساری دنیا کے سامنے میں تمہاری گالیاں اور لعنت ملامت کی کالک اپنے چہرے پر ہمیشہ کے لیے سجا لیتا مگر......'' شدتِ ضبط سے لرزتے لہجے میں وہ بولتا بس ایک پل کے لیے رکا تھا۔

''میں جانتا ہوں کہ میں اتنی زیادتیوں کے بعد ایک موقع کا بھی حق دار نہیں تھا مگر میرے سامنے تم تھیں سارہ! تم نے کہا تھا کہ ساری دنیا ایک طرف اور دوسری طرف صرف میں تو اللہ کے بعد تم میرے ساتھ ہو گی' مگر مجھے یہ یقین دے کر تم خود بے یقین ہو گئیں' ہاتھ چھڑا کر دنیا کی طرف ہو گئیں' مگر تم نے شاید یہ ٹھیک ہی کیا۔ ہمیشہ میری وجہ سے زندگی تم پر تنگ ہوئی' تم بھی کب تک میرے لئے آزمائشوں سے گزرتیں' کب تک میرے نام کا عذاب تم جھیلتیں۔ ایسا تھا ہی کیا میرے پاس جو تمہاری قربانیوں کا تمہاری وفاؤں کا بدل ہوتا...... یہاں تک کہ میری کیچڑ میں لتھڑی ذات بھی تمہیں تھوڑا سا فخر نہیں دے سکتی تھی' یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرا بے وقعت وجود کبھی تمہیں دنیا کے سامنے معتبر نہیں ہونے دے گا' میں یہ سب کچھ بھول گیا۔ تمہاری طلب نے مجھے خود غرض بنا دیا اور اسی بھول' اسی خود غرضی کی سزا ملی ہے مجھے''۔ سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ اس کے چہرے سے نظریں ہٹا گیا تھا۔

''محبت کبھی خود غرض نہیں ہوتی شیث! تم تو ہمیشہ میرے لیے صرف اور صرف سراپا محبت رہے ہو''۔ نم لہجے میں بولتی وہ دو قدم اس کی طرف بڑھی تھی۔

''میں نہیں جانتا کسی محبت کو' جو تم کہہ رہی ہو یہ الفاظ میرے لیے اُسی وقت اجنبی ہو گئے تھے جب پہلی بار مجھے تمہاری آنکھوں میں اپنا چہرہ نظر نہیں آیا تھا' جب تمہارے لہجے میں میرے لیے اجنبیت کے علاوہ کچھ نہیں تھا''۔ خون



آلودہ ٹشو پیپر ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ ایک پل کو رُکا تھا۔

''آخر میں کیوں تمہارے سامنے یہ سب کہہ رہا ہوں؟ میں مزید یہ الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا کہ میرا ظرف کتنا تنگ ہو رہا ہے' میں نہیں چاہتا کہ تم اپنے کسی بھی سچ کے لیے بار بار مجھ سے معذرت کرو' مگر میں نہیں سمجھا سکتا اپنے دل کو جو تمہارے لیے آج بھی خود غرض ہے''۔

''مت سمجھاؤ اپنے دل کو' مت کرو یہ جبر خود پر اور مجھ پر' میں نے تمہارے ساتھ جو غلط کیا ہے اس کی شکایت کرو' مجھے برا کہو مگر دوبارہ کبھی مجھ سے یہ سب مت کہنا کہ تمہاری پرواہ کرنی چھوڑ دوں''۔ اترے چہرے کے ساتھ وہ بھیگی نظروں سے اسے دیکھتی بولی تھی۔

''مجھے خود سے الگ کرنے کے بعد تم خود اپنے اس حق سے دستبردار ہو چکی ہو''۔ وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

''میں اپنے تن سے گردن الگ کر سکتی ہوں مگر تمہیں خود سے نہیں''۔ وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

''نہ کرواتے عظیم اعتراف' تمہارے سچ مجھے یقین دے چکے ہیں کہ تمہیں کتنی پرواہ ہے میری' اگر ایسا ہی تھا تو روکتیں مجھے اس کام سے جو تمہیں میرے لیے کبھی پسند نہیں آ سکتا تھا' مگر میں انتظار ہی کرتا رہ گیا کہ تم میرے پاس آؤ گی' اپنی ناراضگی کا اظہار کر کے مجھ پر حکم صادر کرو گی کہ نہیں شیث! تم یہ کام ہرگز نہیں کرو گے' بے جان چیزوں کی پبلسٹی کے لیے مت کرنا اپنی نمائش' مت بیچنا اپنی مسکراہٹ' اپنے چہرے کو کسی بھی قیمت پر کیونکہ یہ سب میرا ہے تمہیں ایسا کرنے کا حق ہے نہ اجازت مگر...... مگر......'' اس کے مدھم شعلہ بار لہجے پر وہ سن کھڑی بس ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''یہ پرواہ کی ہے تم نے میری؟ جس سڑک سے تم نے مجھے ہٹایا تھا آج پھر وہیں پہنچا دیا ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ آج میں سڑک پر پڑی مسخ شدہ چیز نہیں ہوں بلکہ کئی سڑکوں پر سجی ہوئی چیز بن گیا ہوں اور بظاہر قابلِ استعمال بھی''۔ اس کے تلخ طنزیہ لہجے پر سارہ کا دل کسی مٹھی میں جکڑا تھا۔

''شیث! اللہ کے لیے مجھ پر یہ الزام لگا کر مجھے میری نظروں میں مت گراؤ' یہ سچ ہے کہ میں خوش نہیں تھی مگر باقی سب راضی برضا تھے' خوش تھے' میں تمہیں روک کر تمہارے آگے بڑھنے کے راستے بند نہیں کرنا چاہتی تھی......''

''تم نے مجھے خود سے دور کر تو دیا ہے مزید آگے بڑھا کر آخر کہاں پہنچا کر مجھے غرق کر دینا چاہتی ہو تم''۔ وہ اس کی بات کاٹتا جس طرح درشت لہجے میں بولا تھا سارہ کی آواز حلق میں گھٹ گئی تھی' دوسری جانب اس کے سفید پڑتے چہرے سے اپنی سلگتی نگاہیں ہٹا تا وہ ہنی کی طرف پہلی بار متوجہ ہوا تھا جو سہمے انداز میں گھٹی گھٹی سسکیاں بھرتی کبھی شیث کو اور کبھی سارہ کو دیکھ رہی تھی۔ سرعت سے آگے بڑھ کر شیث نے ہنی کو اٹھایا تھا اور اسے سینے سے لگائے ٹیرس کی طرف نکل گیا تھا اور وہ جو ساکت کھڑی تھی' تھکے تھکے قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا' ہاتھ اور دامن بالکل خالی خالی محسوس ہو رہے تھے' وہ کس طرح اپنی سالوں کی ریاضت کو اکارت ہوتے دیکھ سکتی تھی' کس طرح اپنے خوابوں کو چکنا چور ہوتے دیکھ سکتی تھی' جسے ابھی حاصل بھی نہیں کیا اسے کیسے کھونے کا حوصلہ رکھ سکتی تھی۔ مگر سامنا تو کرنا تھا اپنی متاع کو بچانے کے لیے' کبھی کبھی کمان سے نکلے تیر اگر پلٹ کر واپس آ جائیں تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے' توجہ طلب چیز یہ ہے کہ کس طرح ان کا خیر مقدم کیا جائے' وہ جانتی تھی کہ اسے خیر مقدم کرنے کا ہنر آتا جا رہا تھا۔

☆

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سدرہ نے اسے دیکھا تھا جو ڈریسنگ کے سامنے کھڑی الجھے انداز میں یونہی

www.pdfbooksfree.pk

ٹیل میں جکڑے ریشمی بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

''اچھا ہوا تم اٹھ گئی ہو' جلدی آ جاؤ کھانے پر' سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں' تمہیں دیکھ لیں گے تو تسلی ہو جائے گی ورنہ پوچھ رہے تھے بار بار''۔

''مجھے بھوک نہیں ہے آپ سب کھانا شروع کر دیں' زینب آنے والی ہے اسے لینے گیٹ تک جا رہی ہوں''۔ سلیپرز پہنتے ہوئے وہ مدھم آواز میں بولی تھی۔

''میں کسی کو بھیج دیتی ہوں گیٹ کی طرف تم کہاں جا رہی ہو' صبح سے تمہاری طبیعت سست ہو رہی ہے اب تم کھانا بھی نہیں کھانا چاہتیں''۔ سدرہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

''جب بھوک لگے گی تو کھا لوں گی' اب کلاس ختم ہونے کے بعد ہی آؤں گی''۔ وہ بولی تھی۔

''مگر اتنی جلدی ابھی تو عاطف بھی گھر نہیں آیا ہے''۔ سدرہ کچھ پریشان ہوئی تھیں اس کے پراسرار سے تاثرات پر کیونکہ وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر کمرے سے نکل گئی تھی۔

☆

گیٹ پر سارہ سے ملتے ہوئے زینب بھی اس کے ستے ہوئے چہرے اور پھیکی سی مسکراہٹ پر چونک گئی تھی۔

''کیا ہوا ہے تمہیں' طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟'' پہلا سوال زینب نے یہی کیا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں بس طبیعت میں کچھ بھاری پن محسوس ہو رہا ہے''۔ وہ ٹالنے والے انداز میں اسے مطمئن کر گئی تھی۔

''اچھا ہوا آج میں نے تمہیں جلدی بلا لیا' تین چار دن جو مس ہو گئے ہیں تمہارے کور ہو جائیں گے' ہماری بھی پریکٹس ہو جائے گی''۔ مومو کے پورشن کی جانب بڑھتے ہوئے وہ بولی تھی۔

''سارہ! اتنے دن ہو گئے مجھے یہاں آتے ہوئے مگر ایک بار بھی تم نے مجھے شیث سے نہیں ملوایا''۔ زینب کی ایکدم ہی شکایت پر اس نے گہری سانس لی تھی۔

''تم نے دیکھا ہوا تو ہے اسے''۔ وہ بولی تھی۔

''بس ایک بار دور سے جھلک نظر آئی تھی' اب وہ سامنے آئیں گے بھی تو میں نہیں پہچان سکوں گی''۔

''یاد رکھنے کیلئے ایک جھلک ہی کافی ہوتی ہے مگر تمہارا دھیان اپنے منگیتر کی طرف سے ہٹے تو کسی کو پہچانو''۔ سارہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

''میرے سامنے اس کا ذکر مت کیا کرو''۔ زینب کے ناگوار لہجے پر سارہ حیران نہیں ہوئی تھی مگر بغور اس کے چہرے کے تاثرات کو ضرور دیکھا تھا۔

''یہ اتفاق ہی ہے کہ جب جب تم آئی ہو وہ اردگرد تھا ہی نہیں کہ تمہیں اس کا دیدار کرواتی' ویسے پبلک پراپرٹی تک رسائی حاصل کرنا کسی کیلئے بھی مشکل نہیں ہے''۔ اس کے تلخ لہجے پر زینب دنگ ہوئی تھی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''اس بارے میں بعد میں سوال کرنا''۔ سارہ کے سنجیدہ انداز پر وہ مزید کچھ نہیں پوچھ سکی تھی۔

اسٹڈی میں داخل ہوتے عاطف نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کسی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھی جبکہ مومو اور زینب اس وقت کمپیوٹر اسکرین کے سامنے پریکٹس میں مصروف تھیں۔ پہلی نظر سارہ کی ہی اس پر پڑی تھی جو دہلیز پر رُکا جانچتی نظروں سے اسے ہی دیکھتا اب قریب آ رہا تھا جبکہ سارہ اس کی چیئر سے اٹھ کر ایک



طرف ہو گئی تھی۔ اس دوران زینب اور مومو بھی عاطف کی آمد سے باخبر ہو گئی تھیں۔

''سر! آج آپ بہت ہینڈسم لگ رہے ہیں بائی دا وے''۔ مومو کے سنجیدہ انداز پر سارہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی تھی۔

''بہت شکریہ مگر آج ٹیسٹ ہر حال میں ہوگا''۔ عاطف نے بھی اسی سنجیدگی سے کہا تھا۔

''پھر تو آپ ابھی زینب کو اسٹڈی سے نکال دیں' اس کی بالکل بھی تیاری نہیں ہے''۔ مومو کے مشورے پر عاطف نے بمشکل مسکراہٹ چھپاتے ہوئے زینب کے شرمندہ چہرے پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔

''آپ تیاری کر کے کون سا تیر مار لیتی ہیں' کم از کم زینب کے ٹیسٹ تو تم سے بہتر ہوتے ہیں''۔ عاطف کے کہنے پر سارہ نے مسکراتی نظروں سے زینب کو دیکھا تھا جسے اب تک یقین نہیں آیا تھا کہ عاطف نے اس کی تعریف کی ہے۔

''ایسا کرتے ہیں ٹیسٹ منڈے تک ملتوی کرتے ہیں''۔ عاطف نے مومو کو پرسکون کیا تھا۔

''اور زینب! اگر کل آپ جلدی آ سکتی ہیں تو سارہ اور مومو آپ کی تیاری میں مدد کریں گی کافی پروجیکٹس آپ نے مس کر دیئے ہیں''۔ عاطف نے براہ راست زینب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''یہ بالکل آئے گی' ویسے بھی کل کا ہی تو دن ہے آپ بھی گھر میں ہوں گے' ضرورت ہوئی تو آپ مدد کے لیے ہوں گے''۔ زینب سے پہلے ہی مومو نے کہا تھا۔

''ٹھیک ہے تو پھر ابھی سے تیاری شروع کر دو اور سارہ تم ذرا آؤ''۔ دروازے کا رخ کرتے ہوئے اس نے خاموش کھڑی سارہ کو مخاطب کیا تھا' دوسری جانب وہ کچھ حیران ہوتی عاطف کے کمرے کے ہی ٹیرس پر اس کی تقلید میں آ گئی تھی۔

''بیٹھو''۔ عاطف کے اشارے پر وہ اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

''اب جلدی سے بتا دو کیا پرابلم ہے؟ تمہارے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ٹھیک نہیں ہو''۔ عاطف نے بغور اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ایسا شاید اس لیے آپ کو محسوس ہوا ہے کہ میری طبیعت کچھ بہتر نہیں ہے''۔

''یہ بہانے میں سننا نہیں چاہتا جو حقیقت ہے وہ بتاؤ''۔ عاطف کے قطعی لہجے پر وہ خاموشی سے ٹیبل کی سطح پر نظر جمائے ساکت بیٹھی تھی۔ ایک بار پھر عاطف کا دہرایا گیا سوال بھی اس کی خاموشی کو نہیں توڑ سکا تھا۔

''اگر تم کچھ نہیں بتاؤ گی تو مجبوراً مجھے شیث کو یہاں بلانا پڑے گا''۔

''آپ اسے یہاں کیوں بلائیں گے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''کیونکہ مجھے لگ رہا ہے کہ تم اس کی وجہ سے ڈسٹرب ہو''۔

''آپ کا اندازہ غلط ہے''۔ وہ بولی تھی۔

''ٹھیک ہے تم کہتی ہو تو میں مان لیتا ہوں' ویسے بھی اپنے کسی ذاتی معاملے میں تم مجھے کیوں انوالو کرو گی''۔ عاطف کے کچھ شکایتی لہجے پر اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے مگر پھر خاموشی کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

☆

ویک اینڈ تھا اس لیے گھر کے بچے بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے اپنے مشغلوں میں مگن تھے سب لڑکیوں نے

www.pdfbooksfree.pk

اپنی الگ محفل جمالی تھی' یہ چہل پہل اسے بیزار ہی کر رہی تھی مگر موموز بردستی اسے کمرے سے نکال کر باہر لے آئی تھی لیکن ان سب میں گھل مل نہیں سکی تھی' بظاہر ان سب کے ساتھ بیٹھی وہ بالکل الگ تھلگ تھی۔

دوسری جانب مین گیٹ کے قریب ہی اس وقت شیث اپنے کزن کے ہمراہ کار کا بونٹ کھولے کچھ درست کرنے میں مگن تھا' جب کان کے پردے پھاڑ دینے والی اپنے نام کی پکار پر وہ چونک کر گیٹ کی طرف پلٹا تھا جہاں موجود شان کی طرف سارہ کا متوجہ ہونا بھی لازمی تھا۔ کان پکڑ کے شان نے معذرت طلب نظروں سے شیث کو دیکھا تھا اور پھر دوبارہ سارہ کو جلدی گیٹ کی طرف آنے کا اشارہ دیا تھا۔ شیث کی چھٹی حس نے بھی ایک اشارہ دیا تھا جو وہ سارہ سے پہلے خود گیٹ کی سمت بڑھ گیا تھا۔

''کنٹرول رکھئے گا''۔ شان کی مسکراتی آواز پر وہ بڑھتی ناگواری کے ساتھ گیٹ سے باہر نکل گیا تھا۔ کار سے برآمد ہوتے اس مقناطیسی شخصیت رکھنے والے بندے کو دیکھتے ہوئے اس کے اعصاب مزید تن گئے تھے مگر پھر بھی زبردستی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے اس نے عاشر سے مصافحہ کیا تھا۔

''مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب ڈرائیونگ کے دوران جہاں نظر اٹھاؤ تمہارا چہرہ نظر آتا ہے''۔ عاشر نے گرمجوشی کے ساتھ کہا تھا جواباً وہ بس مسکرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے عاشر کے ساتھ ہی اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جس کے چہرے کا رنگ باہر آتے ہی اُڑ چکا تھا۔

''آپ یہاں کیوں رکے ہیں۔ اندر کیوں نہیں آئے؟'' بمشکل مسکراتے ہوئے وہ بول سکی تھی۔

''رات کا وقت دیکھو کیا ہو رہا ہے' امی کا تمہیں معلوم ہے ذرا دیر ہو گئی تو کالز آنی شروع ہو جائیں گی' ابھی تو میں بس تمہیں یہ دینے کے لیے آیا تھا''۔ بولتے ہوئے عاشر نے دو شاپرز اسے تھمائے تھے۔

''عشنا کی فرمائش پر میں تم دونوں کی فیورٹ شاپ سے سوئٹس وغیرہ لینے گیا تھا اور ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ تمہیں بھول جاتا''۔

''یہ ضروری تو نہیں تھا' آپ نے میرے لیے اتنی زحمت اٹھائی''۔ اپنی پشت پر چبھتی نظروں کو مسلسل محسوس کرتے ہوئے سارہ کی آواز حلق میں اٹکنے لگی تھی۔

''یہ کیا بول رہی ہو تم؟ ہر بار فرمائش کر کے یہ سب منگواتی ہو' آج خود لے آیا ہوں تو تم فارمل ہو رہی ہو''۔ عاشر نے کچھ ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

''میں نے ویسے ہی کہہ دیا' آپ ناراض مت ہوں''۔ وہ گڑبڑا کر بولی تھی۔

''ٹھیک ہے نہیں ہوتا ناراض' اب اللہ حافظ کہہ دو جلدی سے''۔

''اللہ حافظ''۔ اس کی عجلت پر وہ مسکرائی تھی۔

''اللہ حافظ''۔ اس کے سر کو دھیرے سے تھپتھپا کر وہیں جم کر کھڑے شیث کی طرف متوجہ ہوا تھا اور الوداعی کلمات کا تبادلہ کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا جبکہ جھکے سر کے ہی ساتھ وہ سرعت سے پلٹ کر گیٹ کے اندر چلی گئی تھی۔

''سارہ! کون آیا تھا؟'' گراؤنڈ کی باؤنڈری پھلانگتے شاہ رخ نے اس کا راستہ روکا تھا۔

''بس...... بس کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں چھوٹے بھائی کو دیکھ رہا ہوں اور اتنے دلکش موڈ میں وہ آپ کے عاشر بھائی کی آمد کے بعد ہی دکھائی دیتے ہیں''۔ سارہ کے اترے چہرے پر ہنستے ہوئے وہ اس کے ہاتھ سے شاپر بھی لے چکا تھا۔



''اتنی ساری مٹھائی...... جیو عاشر بھائی''۔ بڑا سا پیکٹ کھولتے ہوئے شاہ رخ نے نعرہ لگایا تھا جس کے بعد یہ ہوا تھا کہ گراؤنڈ میں موجود سب ہی لڑکے کھیل چھوڑ کر شہد کی مکھیوں کی طرح شاہ کی طرف جھپٹے تھے اور مٹھائی پر چھینا جھپٹی کر کے کامیاب ہوتے سارہ کا شکریہ بھی ادا کرتے گئے تھے جو حق دق کھڑی تھی۔

''شاہ رخ! سوئٹس شیث کو بھی پسند ہے''۔ اس سے پہلے کہ بچا ہوا آخری پیس بھی شاہ رخ ہڑپ لیتا سارہ نے التجائی لہجے میں اسے روکا تھا۔ ایک پل کو شاہ رخ نے حیرانگی سے اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل مسکراتے ہوئے وہ پیس سارہ کے حوالے کر دیا تھا۔

''جاؤ کیا یاد کرو گی''۔ وہ احسان کرنے والے انداز میں بولا تھا تب ہی مومو سمیت باقی لڑکیاں قریب آ پہنچی تھیں۔

''ہمارے لیے کچھ نہیں بچایا...... اپنے گروپ کا پہلا حق تھا''۔ سب لڑکیوں کے ساتھ مومو نے بھی احتجاج کیا تھا جس پر اس نے مسکراتے ہوئے دوسرا شاپر ان کے حوالے کر دیا تھا۔

''اس میں شاید نمکو وغیرہ ہیں''۔ وہ بولی تھی اور ان سب کے واپس پلٹ جانے کے بعد وہ خود بھی پلٹ کر اس کی سمت بڑھ گئی تھی جو باؤنڈری کے کنارے بیٹھا اپنا سیل فون چیک کر رہا تھا۔

''یہ تمہارے لیے' بس اتنا ہی بچ سکا ہے''۔ مٹھائی کا پیس اس کی طرف بڑھائے وہ بولی تھی جبکہ وہ تنے چہرے کے ساتھ اٹھ کر اس کے مقابل ہوا تھا۔

''مجھے تمہاری اس عنایت کی ضرورت نہیں' تم جانتی ہو یہ میرے حلق سے نہیں اترے گا''۔ اس کی بھنچی آواز پر سارہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

''اسے تم ضرور کھاؤ تا کہ اس شخص کے دل کو بھی تسلی پہنچ جائے جو تمہاری فرمائشیں پوری کرنے کیلئے تیار رہتا ہے''۔ اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے سے اپنی سلگتی نظریں ہٹاتا وہ سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ واپس پلٹتے ہوئے اس نے قریب سے گزرتے ایک بچے کو مٹھائی کا پیس دیا تھا اور تیز قدموں کے ساتھ اپنے پورشن کی سمت بڑھتی چلی گئی تھی۔

☆

غائب دماغی کے ساتھ وہ TV اسکرین پر بدلتے منظر پر نظر جمائے بیٹھی تھی جب قدموں کی چاپ نے اسے چونکایا تھا۔ اسکرین کی تیز روشنی میں وہ بخوبی اسے دیکھ سکتی تھی جس نے خاموشی کے ساتھ وہ شاپرز سینٹرل ٹیبل پر رکھے تھے جنہیں دیکھتے ہوئے وہ اس کی آمد کا مقصد سمجھ گئی تھی۔

''چیز وہی قابل قبول ہوتی ہے جو محبت و خلوص کے ساتھ پیش کی جائے' بہتر ہے کہ یہ سب لے جاؤ کیونکہ تمہاری یہ عنایتیں بھی میرے حلق سے نہیں اتر سکیں گی''۔ اس کی جانب دیکھے بغیر وہ ناگوار لہجے میں بولی تھی۔

''عاشر کے جیسا محبت و خلوص کا دریا میرے پاس نہیں ہو سکتا' میں کہاں مقابلہ کر سکتا ہوں اس کا''۔ اس کے تلخ لہجے پر سارہ کے تیور مزید بگڑے تھے۔

''وہ بڑے ہیں تم سے' کم از کم ان کا ذکر ہی عزت کے ساتھ کرو''۔

''تم اسے جتنی عزت دیتی ہو کافی ہے اس کے لیے' زیادہ عزت بھی کسی کو راس نہیں آتی''۔ چبھتی نظروں سے اسے دیکھتا وہ اسی تلخی سے بولا تھا۔

''اور میں نے یہ کوئی عنایت نہیں کی ہے' تمہاری فرمائشی چیزوں کا جو حشر ہوا تھا میں نے تو بس اس کا جرمانہ

www.pdfbooksfree.pk

ادا کیا ہے''۔ بات ختم کر کے وہ جانے کے لیے آگے بڑھا تھا جب سارہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''یہ سب کہہ کے تم مجھے اپنے دل سے نکالنا چاہتے ہو یا اپنے گھر سے؟'' اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ چبا چبا کر بولی تھی۔

''اس کا فیصلہ تم خود کرو''۔ سرد لہجے میں وہ بولا تھا۔

''اس کے بعد تم کیسے زندہ رہو گے؟'' نم آنکھوں سے اس کی پشت کو دیکھتی وہ بول اٹھی تھی جبکہ وہ رک کر پلٹا تھا۔

''اب بھی کہاں زندہ چھوڑا ہے تم نے''۔ سرد لہجے میں وہ بولا تھا اور اگلے ہی پل تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

☆

ٹاول سے بھیگا چہرہ صاف کرتے ہوئے وہ اسٹڈی میں داخل ہوئے تھے جہاں سدرہ صفائی میں مصروف تھیں۔

''آج آپ خوب سوئے ہیں سب حیران تھے ورنہ آپ تو چھٹی کے دن بھی جلدی بیدار ہو جاتے ہیں''۔ ہاتھوں میں موجود اخبارات اور دوسرے پیپرز کا ڈھیر اٹھائے سدرہ ان کی طرف آئی تھیں۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے سامنے یہاں کی صفائی کرنا' کوئی اہم فائل ادھر سے اُدھر نہ ہو گئی ہو''۔

''سب کچھ اپنی جگہ پر موجود ہے اور آپ کا انتظار کرتی تو یقیناً شام ہو جاتی' اب آپ جلدی سے باہر جائیں سارہ خاص طور پر ناشتے میں آپ کے لیے کوئی اسپیشل چیز بنا رہی ہے''۔ پیپرز کا ڈھیر ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

''تم نے سارہ سے پوچھا تھا کہ کیا اسے شیث نے کچھ کہا ہے؟'' انہوں نے یکدم سوال کیا تھا۔

''آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ وہ شیث کی وجہ سے ڈسٹرب نظر آ رہی ہے''۔ سدرہ نے پوچھا تھا۔

''کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے ورنہ وہ اس طرح خاموش اور گم صم نہیں رہتی ہے' رات میں عاطف نے بھی مجھ سے پوچھا تھا سارہ کے بارے میں' بتا رہا تھا کہ وہ اسے بھی کچھ نہیں بتا رہی' میں نے اسے منع کر دیا تھا کہ وہ سارہ کے بعد اب شیث سے بھی کوئی سوال نہ کر بیٹھے' میں نہیں چاہتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی بات دوبارہ ناراضگیوں کا سبب بن جائے''۔ وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

''میں نے سارہ کے سامنے شیث کا نام تو نہیں لیا مگر اس سے کئی بار پوچھنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بس طبیعت کا کہہ کر ٹالتی رہی ہے لیکن آج تو وہ کافی بہتر اور نارمل دکھائی دے رہی ہے''۔

''تمہیں اور مجھے مطمئن کرنے کے لیے''۔ شمس درمیان میں بولے تھے۔

''تم کوئی بات اس کے دل سے نکال کر اس کی زبان تک نہیں لا سکتی ہو' کیسی بہن ہو تم اس کی''۔ وہ کچھ جھنجھلائے انداز میں بولے تھے۔

''دل کی بات زبان تک لانے میں وہ شیث کی طرح ہی چور ہے' آپ کی طرح میں بھی اس معاملے میں بہت مجبور ہوں''۔ سدرہ کے سنجیدہ لہجے پر وہ گہری سانس لیتے اسٹڈی سے نکل گئے تھے۔

☆

برآمدے میں آتے ہوئے اس نے حیرت سے شان کو دیکھا تھا جو گرلز سے شانہ ٹکائے ایک ٹک سامنے مین



گیٹ کی سمت دیکھ رہا تھا۔

''دل کے دروازے کھول کے رکھو میرے بھائی' آنے والی اسی دروازے سے تمہاری زندگی میں آئے گی''۔ شاہ رخ نے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔

''گھر کے اندر داخل ہونے دو' دل کے دروازے کھلے ہوئے ہی ہیں''۔ شان نے کوفت سے اسے دیکھا تھا۔

''تو کس کا انتظار ہے جا کر کھول دو مین گیٹ''۔ شاہ رخ نے کہا تھا۔

''یار! دماغ خراب نہ کرو' پہلے ہی سارے کام چھوڑ کر سارہ کے حکم کی تعمیل میں کھڑا ہوں' ان کی دوست آ رہی ہیں' انہیں گیٹ سے اپنی کسٹڈی میں ساتھ لے کر آنا ہے' پتہ نہیں کب آئیں گی مادام؟'' رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے شان بیزاری سے بولا تھا۔

''تم جا کر اپنا کام کرو باقی مجھ پر چھوڑ دو''۔ شاہ رخ کے ایثار کا جذبہ بیدار ہونا یقینی تھا۔

''تاکہ بعد میں سارہ میری گردن پکڑ لے' اپنی مہربانیاں سنبھال کر رکھو ورنہ بلا لوں گا تمہاری باگیں سنبھالنے والی کو''۔ شان اسے گھورتا وہیں اسٹیپس پر بیٹھ گیا تھا۔

''بہت افسوس کی بات ہے' ایک غیر لڑکی کے لیے تم اپنے بھائی کو بھروسے کے لائق نہیں سمجھتے''۔ شاہ رخ جذباتی ہوا تھا۔

''بالکل ایسا ہی ہے' اب چلتے پھرتے نظر آؤ''۔ شان نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی تھی۔

''میں بھی دیکھتا ہوں تم مجھ سے پہلے کس طرح گیٹ تک پہنچتے ہو''۔ شان کو دھمکاتے ہوئے وہ چونک کر باہر آتے شیث کی طرف متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل دل پر ہاتھ رکھے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ارمانی کی ٹی شرٹ کو دیکھتا رہ گیا تھا جو مومو نے اسے گفٹ کی تھی۔ دوسری جانب شیث رکے بغیر ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالتا آگے بڑھ گیا تھا۔

''چھوٹے بھائی! تم کانپ کیوں نہ گئے اس شرٹ کو ہاتھ لگاتے ہوئے' کیا تمہیں پتہ نہیں کہ یہ میرے لیے کتنی قیمتی ہے' میں نے ابھی تک بھی نہیں کیا تھا اِسے''۔ شاہ رخ کی دلگیر آواز پر وہ رک کر پلٹا تھا۔

''اس لیے کہ تم ناشکرے انسان ہو''۔ وہ اطمینان سے بولا تھا۔

''مجھے ابھی اور اسی وقت اپنی شرٹ واپس چاہیے''۔ شاہ رخ بگڑ کر للکار گیا تھا۔

''سوچ لو' میں نے تو صرف تمہاری ارمانی کی شرٹ پہن رکھی ہے مگر تم اس وقت میرے ذاتی وارسک کا کلیکشن سر سے پیر تک سجائے کھڑے ہو''۔ شیث کے سنجیدہ لہجے میں چھپی دھمکی پر شان نے بے ساختہ ہنستے ہوئے شاہ رخ کو دیکھا تھا جو خونخوار نظروں سے دور جاتے شیث کو گھور رہا تھا۔

کرسی پر آرام سے نیم دراز ہونے والے انداز میں اس نے پیر ٹیبل پر رکھے تھے اور سیل فون سے کنیکٹ ایئر پیس لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔ آج صبح سے ہی ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی تھی مگر اس وقت نرم سنہری دھوپ ہوا کے جھونکوں کے ساتھ بہت پرسکون کر رہی تھی' یہ دھوپ اس کے لیے آئیڈیل تھی اور موافق بھی ورنہ سورج سے اس کی دشمنی ابتدا سے ہی تھی' اسے یاد نہیں تھا کہ وہ آخری بار کب اس طرح اطمینان کے ساتھ دھوپ سے ملاقات کر رہا تھا' مگر چند لمحوں بعد ہی اسے احساس ہوا تھا کہ سورج کو اس کا یہ اطمینان پسند نہیں آیا ہے لہٰذا احتیاطاً ساتھ لائے گلاسز جو اس نے گریبان پر سجا رکھے تھے نکال کر آنکھوں پر ٹکائے تھے اور سینے پر ہاتھ لپیٹ کر دوبارہ I am alive کے نمبر سننے شروع کر دیئے تھے۔



www.pdfbooksfree.pk

''لو بھئی...... جو کبھی نہ ہوا وہ آخر کار ہو گیا۔ ہمارے سورج مکھی کو بھی سن باتھ کا بخار ہو گیا' وہائٹ ہیون کے ساحل کا منظر بنائے بیٹھے ہیں''۔ قریب آتی مومو نے ان دونوں کو اردگرد سے غافل شیث کی طرف متوجہ کیا تھا۔

''واہ...... اس سے زیادہ گھٹیا تبصرہ نہیں کیا جا سکتا تھا''۔ شان نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

''تم پر ہو سکتا ہے' ابھی کروں ٹاپ کلاس تبصرہ''۔ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے وہ شاہ رخ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''تمہاری زبان کیوں گنگ ہو گئی ہے؟'' مومو نے حیرت سے اسے دیکھا تھا مگر وہ سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

''بس ایک میری شکل دیکھ کر ہی اڑ جاتی ہیں تمہارے چہرے کی ہوائیاں''۔ وہ کھا جانے والے انداز میں برسی تھی۔

''دل بھر کے ناٹک کر لو مگر کینڈل لائٹ ڈنر پر تو تمہیں لے کر ہی جاؤں گی وہ بھی گردن سے پکڑ کے' سمجھے''۔ وہ دھاڑی تھی۔

''کچھ نہیں بولے گا وہ اس وقت جل کر کباب ہو رہا ہے' ڈسٹرب نہ کرو''۔ شان کے مسکراتے لہجے پر مومو نے حیران سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''ایک بار چھوٹے بھائی کو غور سے دیکھ لو سب سمجھ آ جائے گا''۔ شان کے اشارے پر اس نے پلٹ کر غور سے ایک ہی پوزیشن میں موجود شیث کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اس نے بگڑے تیوروں کے ساتھ شاہ رخ کو گھورا تھا۔

''تم ڈوب کر مر کیوں نہیں جاتے؟'' بری طرح کلس کر وہ غرائی تھی۔

''یہ میرے ہی دیئے گئے گفٹ تم سے پہلے استعمال کر لیتے ہیں اور دلیری دیکھو سینہ تان کے گھومتے ہیں''۔ مومو نے ایک بار پھر شیث کو گھورا تھا۔

''تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ چھوٹے بھائی کو تمہاری چوائس پسند آ جاتی ہے ورنہ وہ کسی ایسی ویسی چیز پر نظر بھی نہیں ڈالتے''۔ شان نے کہا تھا تب ہی وہاں عجلت میں سارہ آئی تھی۔

''شان! تم سے ایک کام نہ ہوا' زینب آ چکی ہے گیٹ پر''۔ شان کو گھرکتے ہوئے وہ رکی نہیں تھی۔

''تم رک جاؤ' میں جا رہا ہوں''۔ شاہ رخ سرعت سے اٹھا تھا مگر اگلے ہی پل گڑبڑا کر پلٹتے ہوئے گلاس ڈور کی طرف گیا تھا کہ مومو نے آستینیں چڑھائی تھیں۔

''یہ ایک اور ہیں مہارانی! پورا پروٹوکول چاہیے گھر میں آنے کے لیے''۔ سر جھٹکتے ہوئے مومو بڑبڑائی تھی۔

جیسے جیسے سارہ کے ساتھ وہ آگے بڑھتی گئی تھی اس کی آنکھیں ایک جانب مرکوز پوری کھلنے لگی تھیں۔ فرق کرنا مشکل تھا کہ سنہری کرنیں آسمان سے اتر رہی تھیں یا اس شخص کے وجود سے پھوٹ کر ارد گرد پھیل رہی تھیں۔

''اُدھر مت دیکھو احمق''۔ سارہ کی مدھم آواز نے اس کی محویت کو توڑا تھا۔

''کون ہے یہ؟'' زینب کے دنگ لہجے پر وہ بمشکل مسکراہٹ چھپا سکی تھی۔

☆

''وہ مجھے پہلے کیوں دکھائی نہیں دیئے' کیا ایسے معرکے کرنے کے بعد لوگ زمین پر کم دکھائی دیتے ہیں جو تم کہہ رہی ہو کہ وہ نایاب ہو گئے ہیں''۔ اس کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں آتے ہوئے زینب نے ناراضی سے کہا تھا۔

''ایسا ہی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اسے مختلف ایونٹس' نارمل اور ان فارمل گیدرنگز میں شرکت کرنی پڑتی ہے'



کمپنی جو پروڈکٹ اس کے توسط سے مارکیٹ میں لائی ہے اس کی پروموشن کے لیے اسے لوگوں کے درمیان جا کر انہیں کمپنی اور اس کی پروڈکٹ کے متعلق انفارمیشن دینی ہوتی ہے''۔ وہ تفصیلاً بولی تھی۔

''یہ سب تمہیں شیث نے کیسے بتا دیا ناراضگی کے باوجود؟'' زینب نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اس نے کچھ نہیں بتایا مگر مجھے معلوم ہے''۔ اس نے زینب کو گھورا تھا۔

''اگر وہ اس چکا چوند میں گم ہو گئے تو؟'' زینب نے کہا تھا۔

''ایسا کبھی نہیں ہو سکتا' مجھے اس پر بھروسہ ہے''۔ وہ بولی تھی۔

''اچھا مجھے وہ میگزینز تو دکھاؤ' تم نے تو کر لی ہوں گی ہزار بار آنکھیں ٹھنڈی''۔ زینب کو یاد آیا تھا۔

''شہر بھر کے میگزینز اور specific ویب سائٹ میں advertisement ہو چکی ہے' دیکھ لینا اپنے گھر جا کر اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے ان میگزینز کو کھول کر اب تک نہ دیکھا ہے نہ دیکھوں گی''۔ وہ خشمگیں لہجے میں بولی تھی۔

☆

کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عاطف نے حیرت سے بیڈ کی سمت دیکھا تھا جہاں مومو اور سارہ تین گھنٹے لگاتار پریکٹس کے بعد شاید تھک کر گہری نیند سوئی نظر آ رہی تھیں۔ الٹے قدموں وہ واپس کمرے سے نکل جانا چاہتا تھا جب یکدم ہی رک کر اسے اسٹڈی کے کھلے دروازے کی سمت متوجہ ہونا پڑا تھا جہاں سے مسلسل کسی کے سیل فون پر آنے والی کال کی تیز ٹون گونجتی جا رہی تھی۔

چند لمحوں تک وہ رکا تھا مگر پھر اسٹڈی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ حیرت کے ساتھ عاطف نے اسے دیکھا تھا جو کمپیوٹر کی روشن اسکرین کی طرف متوجہ نہیں تھی اس کی نظریں اپنے بیگ پر جمی تھیں جس میں موجود سیل فون ایک بار پھر چیخ رہا تھا جبکہ اس کے سفید پڑتے چہرے پر خوف کے کچھ ایسے تاثرات عاطف کو نظر آئے تھے جیسے بیگ میں سیل فون کی آواز نہیں بلکہ سانپ کی پھنکاریں ابھر رہی ہیں۔ ایک بار پھر سناٹا پھیل گیا تھا۔ اسٹک کی مخصوص آواز پر وہ کرنٹ کھا کر اپنی جگہ سے اٹھی تھی جبکہ اس کے چہرے پر پھیلی وحشت نے عاطف کو مزید حیران پریشان کیا تھا۔

''آپ کو بھی کچھ دیر بریک لینا چاہیے''۔ عاطف نے کہا تھا جبکہ وہ بس وحشت زدہ نظروں سے اسے تک رہی تھی اور بالکل بھی نارمل نہیں لگ رہی تھی۔

''زینب! آپ کی طبیعت بہتر ہے؟'' اس کی ساکت نظروں اور وجود نے عاطف کو صحیح معنوں میں پریشان کیا تھا ورنہ زینب نے تو کبھی چند منٹ بھی اس سے نظریں نہیں ملائی تھیں۔ ابھی عاطف اسی شش و پنج میں تھا کہ رُکے یا واپس پلٹ جائے کہ زینب کے بیگ میں رکھا سیل دوبارہ چیخنے لگا تھا لیکن اس بار زینب نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ مگر تیزی سے سیل نکال کر اسے مکمل آف کر دیا تھا۔ بغور عاطف نے اس کے بے انتہا زرد ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

''کس کی کال تھی جسے آپ ریسیو نہیں کرنا چاہتی تھیں''۔ عاطف کے لہجے میں کب ناگواری در آئی تھی وہ بھی نہیں جان سکا تھا' دوسری جانب اب وہ سر جھکائے ساکت تھی۔

''سوری...... مجھے اتنا پرسنل سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا''۔ سرد لہجے میں بول کر وہ اس پر سے نظر ہٹاتا جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔

''سب کہتے ہیں وہ میرا منگیتر ہے''۔ لرزتی آواز پر عاطف کے قدم رکے تھے۔

''مگر میرے لیے وہ ایک بھیانک حقیقت ہے''۔ سر اٹھا کر اس نے عاطف کو دیکھا تھا جس کی دنگ نظریں اس

www.pdfbooksfree.pk

کی شفاف آنکھوں سے پھسلتے قطروں پر ٹھہر گئی تھیں۔

''اور اس حقیقت کی اذیت کو تم تنہا جھیل رہی ہو''۔ سارہ کی ابھرتی غصیلی آواز پر زینب نے دھندلائی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو عاطف کے عقب سے نکل کر اس کے قریب آ گئی تھی۔

''کیا میں مر چکی تھی''۔ زینب پر وہ غرائی تھی۔

''چلو میرے ساتھ''۔ زینب کا بیگ اٹھاتی وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسٹڈی سے نکل گئی تھی جبکہ عاطف ششدر تھا۔

☆

''مجھے اس سے خوف آتا ہے شدید خوف' نہ میرا دل راضی تھا نہ میری روح پرسکون تھی مگر پھر بھی سب کی خوشی کی خاطر میں نے اس رشتے کو قبول کرنے کی کوشش کی تھی مگر......'' وزدیدہ لہجے میں بولتے ہوئے وہ ایک پل کو رکی تھی۔

''منگنی کے کچھ ہی دنوں بعد اس کی اصلیت مجھ پر کھلنے لگی جب اس نے فون کے ذریعے میرا خون پینا شروع کر دیا۔ ہر کوئی مجھے دل و دماغ اور سوچ کے تنگ نظر ہونے کا طعنہ دیتا ہے کہ میں معیز سے فون پر بات کرنے سے بھی گھبراتی ہوں۔ میں کسی کو کیا بتاؤں کہ اس رشتے کو قائم رکھنے کے لیے ہی میں نے کتنی بار آدھی رات کو بھی اس کی کالز مجبوراً ریسیو کی ہیں' اس کی اخلاق سے بھٹکی ہوئی گفتگو کو برداشت کیا ہے' وہ نفسانی خواہشوں کا غلام ہوس پرست انسان ہے جو مجھے بھی گناہوں کی دلدل میں کھینچنا چاہتا ہے' میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اس سچ کو ثابت کرنے کا کہ رات کے آخری پہر میں کس طرح اس کی آواز اس کے گھٹیا الفاظ نشے کی زیادتی سے لڑکھڑا رہے ہوتے ہیں''۔ بے تحاشہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ آج پہلی بار سارہ کے سامنے کھلی تھی جو سناٹے میں رہ گئی تھی۔

''تم جانتی ہو کہ معیز کا خاندان بھابی کے میکے سے تعلق رکھتا ہے' اگر میں نے گھر میں معیز کی شرمناک حرکتوں کا ذکر کیا تو بھابی ایک ہنگامہ اٹھا دیں گی' پہلے ہی وہ مجھے طعنہ دیتی رہتی ہیں کہ ان کی وجہ سے میری شادی اتنے اونچے خاندان میں ہو گی مگر میں پھر بھی خوش نہیں ہوں''۔

''زبان کھول کر تم یہ سب طعنے ان کے ہی منہ پر مار دو' انہیں بھی تو معلوم ہو کہ وہ اونچا خاندان کس قدر واہیات ہے''۔ سارہ نے شدید ناگواری سے کہا تھا۔

''کس قدر بدفطرت شخص ہے وہ' صرف منگنی ہوئی ہے تو یہ حال ہے خدانخواستہ نکاح ہو جاتا تو کیا جلوے دکھاتا وہ' محرم نامحرم کو تو چھوڑو اسے تو شاید انسانیت کے معنی بھی معلوم نہیں ہے' تم مجھے اس کا نمبر دو میں اس کا دیکھنا کیا حشر کرتی ہوں''۔ سارہ غصیلے انداز میں بولی تھی۔

''نہیں...... میں تمہیں اس غلیظ انسان سے رابطہ بھی نہیں کرنے دوں گی' وہ اس قابل نہیں ہے کہ کوئی شریف عزت دار عورت اس سے کلام کر سکے''۔ زینب نے دہل کر کہا تھا جبکہ سارہ نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' اس کی خاموشی پر زینب نے پوچھا تھا۔

''سوچ رہی ہوں کہ تمہاری بزدلی نے جن حالوں میں تمہیں پہنچایا ہے اس سے کیسے نجات دلاؤں' اگر تم پہلے مجھے بتا دیتیں تو اس طرح گھٹ نہ رہی ہوتیں' مجھے تو یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ اتنا سب کچھ تم نے کس طرح چھپایا ہے مجھ سے''۔ وہ ایک بار پھر غصے میں بھڑکی تھی۔

''اب رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بس اتنا یاد رکھو کہ اب کسی بھی صورت میں خود کو اس شخص کی تسکین کا سامان نہ بننے دو' اپنا نمبر چینج کرو وہ نمبر صرف میرے پاس ہونا چاہیے' اس شخص سے ہر قسم کا رابطہ ختم کرو کیونکہ تر نوالہ وہ چھوڑے گا نہیں' تم سے رابطہ کرنے کی کوشش میں ناکام ہو کر وہ تمہاری بھابی کے ذریعے تمہیں فورس کرے گا اور تمہیں اسی دن



کا انتظار اب کرنا ہے' کیونکہ اسی دن تم نے سب کے سامنے اس شخص کی حقیقت کھول دینی ہے اور ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اس کے بعد ہونے والے ہنگامے میں' میں تمہارے ساتھ نہ ہوں۔ تمہیں ہمت کرنی پڑے گی' اپنے لیے اپنی زندگی کو برباد ہونے سے بچانے کے لیے' تم اپنی جگہ ثابت قدم رہو اللہ کبھی تمہیں اندھیروں میں نہیں جانے دے گا' اتنا یقین رکھو کہ جب تک تم نہیں چاہو گی کوئی تمہاری زندگی کا فیصلہ تم پر زبردستی نہیں تھوپے گا' تم سمجھ رہی ہو؟'' سارہ نے اسے سمجھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ہاں...... مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں تم سے بھی سب کچھ چھپاتی رہی''۔ زینب نے کہا تھا۔

''اب بالکل پریشان نہ ہو' ذہن پر کوئی دباؤ نہ رکھو' لڑکی ہو تو اس کا کیا مطلب ہے گھر والوں کی تسلی کے لیے اپنی عزت داؤ پر لگا دو گی' خوش رہو' اپنی روح کو ہر فکر سے آزاد چھوڑ دو اور بس تھوڑا انتظار کرو' اس شخص سے مکمل نجات میں تمہیں دلا کر رہوں گی کیونکہ اس شخص کو تلافی کا موقع دینا ایک بے وقوفانہ حرکت ہو گی اور تمہارے لیے صورتحال پہلے سے زیادہ خطرناک بھی۔ تم متفق ہو مجھ سے؟'' سارہ نے پوچھا تھا۔

''بالکل تمہارا ایک ایک لفظ میرے دل کا ترجمان ہے''۔ زینب نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔

''چلو اب میں چائے لے کر آتی ہوں' اطمینان کے ساتھ بیٹھو' زین تمہیں لینے کے لیے آنے والا ہو گا' اور کل ٹیسٹ کے لیے بالکل فریش آنا ورنہ مار کھاؤ گی مجھ سے بھی اور عاطف سے بھی''۔ اس کے دھمکانے والے انداز پر زینب مسکرائی تھی۔

☆

رات کافی گزر چکی تھی جب وہ محفل برخاست کرتا اپنے پورشن کی طرف آیا تھا۔ ابھی وہ گرلز بند ہی کر رہا تھا جب سیل فون پر آنے والی کال ریسیو کرتے ہوئے اس کی رگوں میں خون کھولنے لگا تھا۔

''لگتا ہے شرافت کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آتی''۔ وہ ناگوار لہجے میں بولا تھا۔

''تم تو میری آواز سنتے ہی بھڑک اٹھتے ہو یار! اور مجھے دیکھو تمہاری تڑپ نے مجھے کس قدر بے چین کر رکھا ہے''۔ رضی کا انداز فحش تھا۔

''ترس آتا ہے مجھے تم سے زیادہ تمہارے ماں باپ پر جنہیں خود نہیں معلوم ہو گا کہ ان کی اولاد جانور سے بھی بدتر زندگی گزار رہی ہے' ابھی بھی وقت ہے سدھر جاؤ ورنہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے''۔ شیث نے بمشکل ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

''میری فکر مت کرو دوست کیونکہ تم اب میری ضد بن گئے ہو''۔ رضی نے ڈھٹائی کی حد کی تھی۔

''دوست مت پکارو مجھے اپنی غلیظ زبان سے' دنیا سے پہلے میں خود پر لعنت بھیج دیتا اگر تم جیسا شخص میرا دوست ہوتا''۔ وہ بھڑکنے والے انداز میں بولا تھا۔

''میں پھر کہوں گا میری آفر پر غور کرو' چار دن کی زندگی ہے انجوائے کرو''۔

''چار دن کی زندگی گزرنے دو' چمڑی گوشت سے الگ ہو گی تب شروع ہو گی تمہاری انجوائے منٹ' سیاہ دھبا ہو تم مردانگی کے نام پر''۔

''تو پھر کب آ رہے ہو؟ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں''۔ رضی نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔

''دعا کرو کہ میرا تمہارا آمنا سامنا نہ ہو' ورنہ میں چاہوں تو اسی وقت تم پر دھاوا بول دوں' پھر نکلیں گے تمہارے ارمان ٹارچر سیل میں اور پوری ہوں گی حسرتیں''۔ اس کے خونخوار لہجے پر رضی کی مکروہ ہنسی گونجی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

"صرف تمہاری عزت دار فیملی کا لحاظ ہے مجھے ورنہ یہ تم بھی جانتے ہو کہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں دو منٹ میں تمہارا منہ کالا کرنا ساری دنیا کے سامنے' اب بھی اگر تم باز نہیں آئے تو یاد رکھنا میں اپنی اوقات پر آ گیا تو مجھ سے زیادہ برا آدمی تمہیں اس دنیا میں کہیں نہیں ملے گا"۔

"میں بھی تمہاری اوقات دنیا کے سامنے لا کر رہوں گا' تم دیکھنا اب میں کیا کرتا ہوں' مجھ پر ہاتھ اٹھا کر تم نے اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کی ہے"۔ اس بار رضی سانپ کی طرح پھنکار اٹھا تھا۔

"تم جیسے ابنارمل پر ہاتھ اٹھانا اگر غلطی ہے تو یہ غلطی میں بار بار کروں گا' جاؤ جو کرنا ہے کرو' پمفلٹ تقسیم کرو' لاؤڈ اسپیکر لے کر سڑکوں پر نکل جاؤ' ایک ایک بندے کو پکڑ کے میری حقیقت بتاؤ' محنت تمہاری رائیگاں نہیں جائے گی' مکمل پاگل ہونے کا سرٹیفکیٹ میں خود تمہیں دلواؤں گا' یہ میرا وعدہ ہے تم سے"۔ شیث نے اطمینان کے ساتھ مشورہ دیا تھا۔

"بالکل میرے بھی کچھ یہی خیالات ہیں تمہارے بارے میں"۔ رضی کے کسی گھٹیا جملے پر وہ جواباً بولا تھا جس کے بعد رضی خود ہی لائن ڈسکنیکٹ کر گیا تھا۔

"یا اللہ! اس شیطان کو راہ راست پر لے آ ورنہ یہ تو اپنے لیے جہنم کی آگ دہکا چکا ہے"۔ گرلز کا لاک لگاتے ہوئے وہ زیر لب بولا تھا اور پھر پلٹتے ہوئے چونک اٹھا تھا۔ تاریکی میں وہ اسے گلاس ڈور کے پاس نظر آ رہی تھی اور یقیناً شیث کی گفتگو بھی سن چکی تھی۔

"کس سے بات کر رہے تھے تم؟" گلاس ڈور کا لاک لگاتے ہوئے اسے سارہ کا سوال سنائی دے گیا تھا جسے مکمل نظر انداز کرتا وہ ایک نگاہ بھی اس پر ڈالے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔

☆

"بھابی! آپ کے کزن تشریف لائے ہیں"۔ لاؤنج میں اس وقت وہ شمس کے ساتھ ہی موجود تھیں جب شان نے آ کر اطلاع دی تھی۔

"کون...... عاشر آیا ہے؟" سدرہ نے پوچھا تھا۔

"ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے"۔ سدرہ کی گود سے شیری کو اٹھاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"کہاں ہے وہ؟" شمس نے پوچھا تھا۔

"باہر رکے ہوئے ہیں چھوٹے بھائی کے پاس' انہیں دیکھتے ہی چھوٹے بھائی کا موڈ اتنا خوشگوار ہو گیا ہے کہ میری تو نظریں ہی ان کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں"۔ شان کے شرارتی لہجے پر شمس نے مسکراتے ہوئے سدرہ کو دیکھا تھا جو مسکراہٹ چھپائے شان کو گھور کر رہ گئی تھیں۔

"عشنا کے رشتے کے لیے کل کچھ لوگ آ رہے ہیں پھپھو نے فون پر مجھے آنے کی تاکید کی تھی' میرا جانا تو مشکل ہو گا مگر سارہ کو جانا پڑے گا' عاشر اسے ہی لینے آیا ہوگا"۔ سدرہ نے شمس کو بتایا تھا۔

"جلدی آ جانا ورنہ میں بور ہو جاؤں گی"۔ اس کے ہمراہ باہر آتی مومو نے تاکید کی تھی۔ باؤنڈری کے پاس ہی شیث کے ہمراہ کھڑے عاطف نے اشارے سے اپنی طرف بلایا تھا جو وہ سیدھی اس کی طرف گئی تھی۔

"کل کی کلاس کا کیا ہوگا' خبردار جو کل غائب ہوئیں تم"۔ عاطف نے مصنوعی سختی سے کہا تھا۔

"جانا ضروری ہے اور فکر نہ کریں میں کہیں غائب نہیں ہونے والی' کل آپ کی اسٹڈی میں ہی نظر آؤں گی"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے اب جاؤ جلدی' تمہارے کزن باہر انتظار کر رہے ہیں"۔ عاطف نے کہا تھا جس پر اللہ حافظ کہتے



ہوئے سارہ نے ایک الوداعی نظر اس پر بھی ڈالی تھی جو لاتعلق نظر آنے کی کوشش میں دوسری طرف متوجہ تھا۔

"کوئی بات نہیں' اسے اس طرح مت گھورو' وہ کہہ تو رہی تھی کہ جانا ضروری ہے آ جائے گی کل تک"۔ عاطف نے مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے کے تنے ہوئے تاثرات کو دیکھا تھا۔

"جانا ضروری تھا یا نہیں اس کا مجھے معلوم نہیں' مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ چاند پر بھی جانے کے لیے اس شخص کو انکار نہیں کر سکتی جو گیٹ کے باہر موجود ہے"۔ شیث کے شدید ناگوار لہجے پر عاطف نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا اور پھر الجھ کر اس جانب جہاں سارہ' مومو کا ہاتھ پکڑے اب گیٹ کے قریب پہنچ چکی تھی۔

☆

گیٹ کے اندر داخل ہوتے شاہ رخ نے ایک نظر مومو پر ڈالی تھی جو باؤنڈری پر بیٹھی اب اس کی طرف ہی متوجہ تھی۔ سرعت سے وہ اس پر سے نظر ہٹاتا قدموں کی رفتار تیز کر گیا تھا مگر مومو بھی کسی چھلاوے کی طرح اس کے ہم قدم ہو چکی تھی۔

"بن جاؤ میرا سایہ تاکہ دونوں سب کی نظروں میں آ جائیں' کون بھگتے گا تمہارے بھائیوں کو' ان کے ساتھ میرے بھی بھائی مل گئے تو پہنچ جاؤں گا میں برزخ میں"۔ چور نظروں سے اردگرد دیکھتے ہوئے وہ اسے گھرک رہا تھا جسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

"سنو' میں فائیو اسٹار کے علاوہ کسی اور ہوٹل میں قدم بھی نہیں رکھوں گی"۔ وہ اَن سنی کیے ڈھٹائی سے بولی تھی۔

"فائیو اسٹار میں ایک روم بھی ریزرو کروا لوں اگر آپ کا حکم ہو تو؟" شاہ رخ نے ایک خشمگیں نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

"سچ کہہ رہے ہو؟" مومو کی خوشگوار حیرانی پر شاہ رخ نے ایک نگاہ پھر اس کے کھلے ہوئے چہرے پر ڈالی تھی اور اگلے ہی پل ہنسی چھپانے کے لیے سر جھکائے چلتا رہا تھا جبکہ مومو خود بھی بمشکل ہنسی روکتی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی تھی مگر کوئی متوجہ نظر نہیں آیا تھا۔

"ڈیٹ کے نام پر باہر کھانا کھلانے پر تو جان جا رہی ہے تمہاری اور بات کر رہے ہو ہوٹل میں روم لینے کی"۔ مومو نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"چیلنج مت کرو' اگر عمل کر لیا میں نے تو اس ڈیٹ کے بعد تم ڈیٹ کے نام سے ہی بے ہوش ہو جاؤ گی"۔ شاہ رخ نے کہا تھا۔

"دیکھتے ہیں کون بے ہوش ہوتا ہے میں یا تم"۔ وہ نخوت سے کچھ اِترا کر بولی تھی مگر یکدم چونک کر برابر سے گزرے شان کو دیکھا تھا۔

"ابھی جا کر بڑے بھائی کو بتاتا ہوں کیا پلاننگ چل رہی ہے"۔ شان نے دھمکایا تھا اور اگلے ہی پل مومو سے بچتے ہوئے بھاگا تھا۔ اس کے پیچھے ہی برآمدے میں آتے ہوئے مومو نے رک کر ایک طرف رکھا وائپر اٹھایا تھا۔

"کیا کر رہی ہو' بخش دو اسے' یہ اعلان کر دے گا"۔ شاہ رخ نے التجائی انداز میں مومو سے وائپر لینا چاہا تھا۔

"یہ کیا اعلان کروائے گا' میں اس کے اعلان مسجدوں میں کروا دوں گی"۔ شاہ رخ سے وائپر چھیننے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے خونخوار نظروں سے شان کو گھورا تھا جو گلاس ڈور کے عقب سے جھانک رہا تھا۔

"ارے جاؤ' شکل دیکھو اپنی اور فائیو اسٹار میں ڈنر کے خواب دیکھ رہی ہو"۔ شان نے مزید اسے جلایا تھا۔

"کمینے رک ذرا......" تلملا کر شاہ رخ کو پیچھے دھکیلتی وہ سرپٹ بھاگتے شان کے پیچھے بھاگی تھی۔

☆

www.pdfbooksfree.pk

کمرے میں آتے ہوئے سدرہ نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا تھا جو بیڈ کراؤن سے **پشت لگائے** ٹی وی کی طرف متوجہ تھے وہ حیران نہ ہوتیں اگر ٹی وی آن ہوتا۔

''آپ کس سوچ میں گم ہیں؟'' سدرہ نے پوچھا تھا۔

''میں سوچ رہا تھا کہ اب ہمارے گھر میں بھی وہ خوشی کا موقع آ جانا چاہیے' تم **سمجھ رہی** ہو میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں''۔ وہ سنجیدہ مبہم سے لہجے میں بولے تھے۔

''میں بالکل سمجھ رہی ہوں''۔ سدرہ مسکراتے ہوئے بیڈ کے کنارے بیٹھی تھیں۔

''تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔

''میرا خیال بھی آپ کی سوچ کی طرح اچھا ہی ہے' مگر فی الحال تو اس کے لیے **انتظار کرنا** پڑے گا' شیث کی خطرناک قسم کی ناراضگی ڈھکی چھپی نہیں ہے' مجھے نہیں لگتا کہ ابھی ان حالات میں کسی نئی **تبدیلی** کی امید رکھنا ٹھیک ہو گا''۔ اس بار وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تھیں۔

''شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نئی تبدیلی کا سن کر اس کی **ناراضگی کا** اختتام ہو جائے''۔ وہ بولے تھے۔

''آپ بتائیں آپ کیا چاہتے ہیں؟'' سدرہ نے مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے بات کرو' مجھے پورا یقین ہے کہ اس معاملے سے **اپنی ناراضی** کو دور ہی رکھے گا وہ''۔ شمس بولے تھے۔

''ٹھیک ہے' آپ کہتے ہیں تو میں موقع دیکھ کر شیث سے بات کرتی ہوں' ویسے یہ **اچانک** اس وقت آپ نے کیسے سوچا اس بارے میں؟''

''تم نے عشنا کا ذکر کیا تھا' اس کے رشتے وغیرہ کے بارے میں تو بس اسی وقت **سارہ کو دیکھ کر** مجھے بھی یہ خیال آ گیا' ویسے بھی جب اُسے اسی گھر میں رہنا ہے تو بہتر ہے کہ اب اس کا منصب بھی **اس گھر میں** قائم ہو جانا چاہیے' تم جانتی ہو اس شادی کی سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی''۔ وہ مسکراتے ہوئے بولے تھے۔

''آپ جانتے ہیں یہ میری حسرت تھی کہ سارہ کے بارے میں کبھی آپ کے یہ **جملے سن سکوں**''۔ وہ بولی تھیں۔

''سدرہ! جتنی محبت تم اپنی بہن سے کرتی ہو اتنی محبت کا دعویٰ تو میں نہیں کر سکتا مگر شاید مجھے اس کی قدر تم سے زیادہ ہے' کیونکہ اسے میرے بھائی کی بہت قدر ہے''۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولے تھے۔

☆

باؤنڈری کے پاس ہی وہ عاطف کے ساتھ باتیں کرتا گراؤنڈ میں بھی نظر ڈالتا جا رہا تھا جہاں شاہ رخ نے تہیہ کر رکھا تھا نہ کھیلے گا نہ کھیلنے دے گا۔ کچھ دیر پہلے ہی اس کے ساتھ کھیلتے اپنے کزنز سے کسی بات پر اَن بن ہو گئی تھی۔

''تم نے بال میرے حوالے نہیں کی تو اب اٹھا کر گراؤنڈ سے باہر پھینک دوں گا''۔ **ایک لڑکے** نے فائنل دھمکی دی تھی۔

''شاہی! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟'' شیث نے آواز لگا کر متوجہ کیا تھا۔

''خوامخواہ تنگ کر رہا ہے چھوٹے بھائی! اسے آ کر باہر نکالیں''۔ شان نے **جھنجھلا کر** شکایت کی تھی مگر اگلے ہی پل کراہ اٹھا تھا جب شاہ رخ اس کی گردن بازو میں دبا گیا تھا' دوسری جانب **شیث پلک** جھپکتے ہی گراؤنڈ کے اندر تھا۔



''تم نے مجھے **مارا تو** قسم سے اس کی گردن توڑ دوں گا''۔ شان کی گردن اسی طرح دبائے وہ شیث کو خبردار کر رہا تھا جس نے **ایک ہی جھٹکے** میں شان کو اس کے شکنجے سے نکالا تھا اور سرعت سے اس کا بازو پکڑے باؤنڈری کی طرف لے گیا تھا۔

''نکلو باہر' اب **دوبارہ ان** سب کو تم تنگ کر کے دیکھو' بتاتا ہوں پھر تمہیں''۔ اسے باؤنڈری کے باہر دھکیل کر شیث نے سختی سے کہا تھا اور **واپس منتظر** کھڑے عاطف کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''ہنس لو بیٹا ہنس **لو**...... ایک سال بڑے ہیں وہ مجھ سے اس لیے لحاظ کر جاتا ہوں ورنہ ہاتھ تو لگائے کوئی''۔ کالر جھٹکتے ہوئے اس نے بڑے بھرم سے ان سب کو جتایا تھا جو اس پر ہنس رہے تھے۔

گیٹ کے اندر **داخل** ہوتے ہی زینب کا سارا اعتماد بھک سے اڑ چکا تھا' حالانکہ اس نے کل ہی سارہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے گیٹ تک **لینے** نہ آئے مگر اب تن تنہا اتنے سارے اجنبی چہروں کی رونق کے درمیان سے گزرنا محال لگ رہا تھا' دوسری جانب **فارغ** کھڑے شاہ رخ کی نظر گیٹ تک گئی تھی اور اگلے لمحے وہ تیر کی طرح زینب کے مقابل پہنچا تھا جو اس طرح راستہ روکے جانے پر بری طرح گھبرا اٹھی تھی۔

''سارہ نے مجھے **آپ کو** لینے بھیجا ہے' آئیے''۔ بڑی روانی سے بولتے ہوئے شاہ رخ نے اس کے ہاتھوں سے وہ چیز لی تھی جسے دیکھ کر ہی **اندازہ** ہو رہا تھا کہ اس میں کھانے کی کوئی قسم ہوگی۔

''میں خود **چلی جاؤں گی**' یہ مجھے واپس دیں''۔ **فق** چہرے کے ساتھ زینب نے اس سے بڑا سا بھاری بھرکم ہاٹ پاٹ لینا چاہا تھا۔

''یہ چاہیے **تو میرے پیچھے** آ جائیں''۔ رکے بغیر بولتا وہ باؤنڈری کی طرف گیا تھا۔

''یہ سارہ کے **لیے** ہے' یہ مجھے واپس دیں''۔ ہراساں ہو کر وہ پھر اس سے التجا کر رہی تھی جو باؤنڈری پر آرام سے بیٹھا ہاٹ پاٹ **کھول چکا** تھا۔ چپلی کباب کی مہک نے گراؤنڈ میں موجود لڑکوں کو بھی دعوت دے ڈالی تھی۔

''تمہیں معلوم **ہونا چاہیے** کہ تمہاری ایک اسٹوڈنٹ غنڈوں میں پھنس چکی ہے''۔ شیث کی اچانک اطلاع پر عاطف حیران ہو کر **پلٹا تھا**۔ ان سب کو ہاٹ پاٹ پر ٹوٹتا دیکھ کر اس وقت زینب کا چہرہ بالکل رونے والا ہو چکا تھا جب اس کی نظر قریب آتے **عاطف پر** پڑی تھی۔

''سر! **مجھے** میرا ہاٹ پاٹ واپس دلوائیں' ان سب نے زبردستی لیا ہے''۔ وہ روہانسے لہجے میں عاطف سے مخاطب ہوئی تھی جو واقعی **شرمندہ** ہو گیا تھا۔

''بدتمیزی کی انتہا کر دی ہے تم سب نے مل کر' ادھر دو''۔ سختی سے ان سب پر برستے ہوئے اس نے شاہ رخ سے ہاٹ پاٹ لیا تھا۔

''سب واپس **رکھوا بھی** اور اسی وقت''۔ عاطف کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے سب نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاتھ میں پکڑے کباب واپس **ہاٹ پاٹ** میں رکھے تھے۔

''کسی کے منہ سے **نوالہ** چھیننا غلط حرکت ہے''۔ شاہ رخ منمنایا تھا۔

''اور تم جو کسی کی **چیز چھین** لائے ہو' اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' عاطف نے اسے گھر کا تھا۔

''تم بھی **واپس رکھو**''۔ عاطف نے شان کو گھورا تھا جس نے عاطف کی ہدایت پر اب تک عمل نہیں کیا تھا مگر اب...... کباب ہاٹ **پاٹ** میں رکھتے ہوئے اس نے رک کر عاطف کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل ہاتھ واپس کھینچ کر سالم کباب منہ میں رکھ **لیا تھا**' اس کے ساتھ ہی سب کے اونچے بھیانک قہقہوں پر زینب کے ہوش اڑے تھے جبکہ

www.pdfbooksfree.pk

عاطف کو اپنی ہنسی زینب سے چھپانے کیلئے چند لمحوں کیلئے رخ موڑنا پڑا تھا۔

''میں ان سب کی طرف سے معذرت کرتا ہوں' جو بچا ہے اس پر صبر کرلو''۔ عاطف نے سنجیدہ ہوتے ہوئے ہاٹ پاٹ زینب کے حوالے کیا تھا۔

''میں اتنی محنت سے سارہ کے لیے بنا کر لائی تھی''۔ ہاٹ پاٹ کی حالت دیکھ کر زینب صدمے کے ساتھ بولی تھی۔

''عاطف! کس کے لیے آئے تھے یہ کباب؟'' عقب سے ابھرتی آواز پر عاطف نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا جو کچھ فاصلے پر باؤنڈری کے کنارے بیٹھا تصدیق مانگ رہا تھا۔

''سن تو چکے ہو' سارہ کے لیے''۔ عاطف نے مسکراتے لہجے میں کہا تھا جبکہ وہ سرعت سے اٹھ کر قریب آیا تھا۔

''یہ مجھے دے کر شکریہ کا موقع دیں گی آپ؟'' بہت سنجیدگی کے ساتھ شیث نے حیران کھڑی زینب سے ہاٹ پاٹ واپس لیا تھا۔

''تم سب واپس آ جاؤ' جو کباب بچے ہیں سب کھا کر ختم کرو''۔ شیث نے اشارے سے سب لڑکوں کو واپس بلایا تھا۔

''یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟'' عاطف نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا جبکہ وہ اسی سنجیدگی کے ساتھ حق دق کھڑی زینب کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''بہت شکریہ''۔ زینب سے مخاطب ہوتا وہ واپس اپنی جگہ پر جانے کے لیے مڑا تھا مگر اگلے ہی پل بس ایک لمحے کے لیے اس پر نظر ساکت ہوئی تھی جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کچھ ہی فاصلے پر رکی ہوئی تھی۔

''مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا' جو ہے سب تمہارے سامنے ہے''۔ عاطف نے مسکراتی نظروں سے اس کے بگڑتے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''شکایت تو آپ سے ہی ہے' آپ کی موجودگی میں اتنا سب کیسے ہو گیا' میری دوست کا نہ کسی سے لینا نہ دینا' سر جھکائے آتی ہے اور اسی طرح چلی جاتی ہے' آج میں اس کے ساتھ نہیں تھی تو سب نے مل کر اس بے چاری کو گھیر لیا اور آپ بھی ان سب میں شامل ہو گئے''۔ وہ شدید ناراضگی کے ساتھ بولی تھی۔

''کوئی بات نہیں سارہ! مجھے برا نہیں لگا ہے اور سر نے تو ان سب کو ڈانٹا بھی تھا''۔ زینب نے مدھم آواز میں سارہ کو شانت کرنا چاہا تھا۔

''ہاں وہ تو میں دیکھ چکی ہوں''۔ ایک تیز نگاہ اس نے شیث پر ڈالی تھی جو اپنے سیل فون کی طرف متوجہ رہا تھا۔

''اچھا اب ناراضی ختم کرو' زینب دوبارہ تمہاری فرمائش پوری کر دیں گی''۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا تم اتنی بات سن کیوں رہے ہو''۔ شیث یکدم ہی کچھ ناگوار لہجے میں عاطف سے مخاطب ہوا تھا مگر سارہ کے چہرے پر غصیلے تاثرات پھیل گئے تھے۔

''آپ دونوں چلیں میں آ رہا ہوں''۔ عاطف نے فوراً ہی سنجیدگی سے ہدایت کی تھی جس پر وہ ایک سلگتی نگاہ شیث پر ڈالتی زینب کے ساتھ واپس جانے کے لیے پلٹ گئی تھی۔

''کچھ زیادہ ہی حد نہیں کر دی تم نے؟'' عاطف نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

☆

گرم کافی کے مگ اٹھائے وہ ان دونوں کی طرف بڑھ رہی تھی جن کی باتیں رات گئے تک ختم نہیں ہوتی تھیں۔



''مجھے نہیں چاہیے''۔ کافی کا دوسرا مگ سارہ نے اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا تھا جب وہ نظر ملائے بغیر سرد لہجے میں بولا تھا۔

''میں تنہا کافی نہیں پیوں گا اس لیے خاموشی سے مگ اٹھالو''۔ سنجیدہ لہجے میں عاطف نے جیسے تنبیہ بھی کی تھی اور پھر خاموش کھڑی سارہ کو دیکھا تھا۔

''تم ذرا بیٹھو' مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے''۔ عاطف کے کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

''تم نے مجھے بتایا نہیں کہ زینب کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟ میں تو اب تک حیران ہوں کہ وہ اپنے منگیتر سے خوفزدہ کیوں نظر آ رہی تھی''۔ عاطف کے استفسار پر وہ حیران ضرور ہوئی تھی کہ اسے توقع نہیں تھی کہ عاطف اس بارے میں کوئی سوال کرے گا' بہر حال ڈھکے چھپے لفظوں میں وہ زینب کے حوالے سے سارا معاملہ بیان کر گئی تھی۔

''یہ تو بہت غلط ہوا ہے اس کے ساتھ' خاموش رہ کر وہ مزید اپنے ساتھ زیادتی کر رہی ہے''۔ عاطف نے کہا تھا۔

''یہی تو میں سمجھاتی رہی ہوں اسے مگر اتنا تو آپ بھی محسوس کر چکے ہوں گے کہ وہ کسی قسم کی دلیری کا مظاہرہ نہیں کر سکتی''۔ سارہ نے کہا تھا۔

''حالانکہ اسے کرنا چاہیے' وہ ایک اچھی لڑکی ہے اور یہ سب ڈیزرو نہیں کرتی جو ہوا ہے''۔ عاطف کے سنجیدہ لہجے پر وہ یکدم ہی کچھ چونکی تھی۔

''آپ کو لگتا ہے کہ مجھے اس کے لیے کچھ کرنا چاہیے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''تم کیا کر سکتی ہو؟'' عاطف نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''بس دیکھتے جائیں' کچھ نہ کچھ تو اب کرنا ہی پڑے گا''۔ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ وہ کچھ اس طرح بولی تھی کہ شیث بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا جو اب وہاں سے جا رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے اسے؟'' عاطف نے حیرانگی کے ساتھ شیث سے پوچھا تھا۔

''پتا نہیں مگر تمہاری ہمدردی کتنی مہنگی پڑے گی تمہیں' یہ معلوم ہے مجھے''۔ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' عاطف نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو خاموشی کے ساتھ کافی کے سپ لینا شروع کر چکا تھا۔

☆

عقب سے آتی سدرہ کی پکار پر وہ رک کر پلٹا تھا۔

''اگر اس وقت تمہیں کوئی ضروری کام نہیں ہے تو مجھے بات کرنی ہے تم سے''۔ سدرہ کے سنجیدہ سوالیہ لہجے پر وہ کچھ حیران ہوا تھا۔

''آپ سے زیادہ ضروری اور اہم کوئی کام نہیں ہو سکتا' اس لیے اطمینان سے آپ اپنی بات کہہ سکتی ہیں''۔ جواباً وہ بھی اسی سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

''چلو پھر اوپر تمہارے کمرے میں ہی بات کرتی ہوں''۔ سدرہ نے کہا تھا اور پھر اس کی تقلید میں ہی کمرے تک آ گئی تھیں۔

کرسی پر براجمان ہو کر اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا جو بیڈ کے کنارے بیٹھیں مسکراتی نظروں سے اس کے روشن چہرے کو دیکھ رہی تھیں۔


www.pdfbooksfree.pk

"میں اور شمس سوچ رہے تھے کہ اب جلد از جلد پھپھو کی طرف جا کر ان سب کو بھی اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں' میرے میکے میں وہ ہی بڑی ہیں ان کی اجازت اور مشاورت بھی ضروری ہے"۔

"آپ کس فیصلے کی بات کر رہی ہیں؟" وہ کچھ الجھی نظروں سے انہیں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

"تمہاری اور سارہ کی شادی کا فیصلہ' ان سے بھی تو پہلے بات کرنی ہوگی' مگر میں نے سوچا کہ پہلے تم سے تو بات کر لوں کہیں ناراضگیوں میں ارادے ہی نہ بدل گئے ہوں"۔ سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ شیث کے چہرے کے تاثرات ایکدم ہی تن سے گئے تھے۔

"ارادے تو آپ کو پہلے اپنی بہن کے معلوم کرنے چاہیے تھے"۔ اس کے لہجے میں کچھ تھا جو سدرہ کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

"مگر لگتا ہے کہ آپ کو اپنی بہن سے محبت نہیں یا پھر اس کے مستقبل کی پرواہ نہیں رہی ہے"۔ وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا...... تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" وہ حیران پریشان ہوئی تھیں۔

"مطلب تو صاف ظاہر ہے بھابی! کم از کم آپ کو تو اس پر یہ ظلم نہیں کرنا چاہیے' آپ اسے ایک ایسے شخص کی زندگی میں کیوں دھکیلنا چاہتی ہیں جس کی وجہ سے بار بار اسے ذلت اٹھانی پڑی ہے' کیوں ایسے شخص کے ساتھ اپنی بہن کا رشتہ استوار کرنا چاہتی ہیں جو اس کے اعتبار کے لائق نہیں ہو سکتا' آپ کی بہن کے لیے کوئی ایسا انسان ہونا چاہیے جو اس کی قدر کرے' اسے سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھے' مجھ جیسا انسان اس کے لیے صرف ساری زندگی کی تذلیل ہی بن سکتا ہے' اس کا فخر اس کی ڈھال نہ کبھی بن سکا ہے اور نہ ہی آگے بن پائے گا"۔ ان سے نظر ملائے بغیر وہ سرخ چہرے کے ساتھ بات ختم کرتا اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا اور وہ جو اَب تک گنگ بیٹھی تھیں بے یقینی سے اسے دیکھتیں مقابل آ رکی تھیں۔

"کیوں نہیں بن سکتے اس کی ڈھال' کیوں نہیں بن سکتے اس کا فخر؟ کیا اس لیے کہ اس کے چند کڑوے جملے تم سے برداشت نہیں ہوئے' اس چیز کی سزا دینا چاہتے ہو تم اسے؟" لرزتے لہجے میں وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"میں اسے نہیں خود کو سزا دینا چاہتا ہوں' اس کے جملوں نے مجھے آئینہ دکھایا ہے' میں کیا ہوں میری حقیقت کیا ہے اس سے آپ بھی واقف ہیں' کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ اس کے لیے کسی بہترین شخص کا انتخاب کریں"۔ گہری سنجیدگی سے بولتے ہوئے اس نے رک کر سدرہ کو دیکھا تھا جو بے حس و حرکت تھیں۔ کچھ چونک کر وہ ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتا ہوا پلٹا تھا اور اگلے ہی پل اس کی کیفیت بھی سدرہ سے مختلف نہیں تھی۔ ٹیرس کے کھلے دروازے کے پاس کھڑی وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ان دونوں کی طرف ہی متوجہ تھی۔

"منی کا یونیفارم لینے آئی تھی' پریس بھی تو کرنا ہے"۔ وہ سدرہ سے مخاطب ہوتی رُکے بغیر کمرے سے نکل گئی تھی۔

"آپ مجھے جو کہنا چاہیں کہہ دیں مگر میں نے جو کہا ہے اب بھی اس پر قائم ہوں"۔ وہ سدرہ سے نظر ملانے کی ہمت تو نہیں کر سکا تھا مگر مضبوط لہجے میں یہ کہہ گیا تھا۔ دوسری جانب سدرہ کچھ بھی کہے بغیر تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تھیں۔

☆

دستک کی مخصوص آواز پر وہ ایک گہری سانس لے کر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ شمس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے وہ بمشکل اپنے اعتماد کو برقرار رکھ سکا تھا۔

"کیا کہا ہے تم نے سدرہ سے' میں دوبارہ تم سے سننا چاہتا ہوں"۔ ان کے بھڑکتے مگر مدھم لہجے پر وہ ان کی جانب نہیں دیکھ سکا تھا۔

"دُہرانے سے وہ لفظ بدلیں گے نہ ہی میرا فیصلہ"۔ وہ بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔

"یہ ساری بکواس تم میری طرف دیکھ کر کرو تو بہتر ہے"۔ ان کے بے انتہا سخت اور غصیلے لہجے پر شیث نے انہیں دیکھا تھا۔

"تم جانتے ہو کس طرح سدرہ میرے سامنے رو رہی تھی' صرف اور صرف تمہاری وجہ سے' میرے کہنے پر میری خواہش پر وہ تمہارے پاس آئی تھی' یہ تم بھی جانتے ہو کہ اس نے کبھی دیور کی حیثیت سے نہیں بلکہ ہمیشہ اپنے بھائی کی طرح عزیز رکھا ہے' مان کیا ہے فخر کیا ہے تم پر' ورنہ وہ اپنی بہن کے لیے خود چل کر تمہارے پاس آ سکتی تھی' بتاؤ مجھے"۔ وہ مشتعل لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

"یہ صلہ دیا ہے تم نے اس کی محبت کا' اس کی خدمتوں کا' میری ضد میں تم نے اس کی تذلیل کر ڈالی ہے"۔

"یہ غلط ہے' میں انہیں کیسے......"

"تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ تم کیا کچھ غلط کر چکے ہو"۔ شمس نے بلند آواز میں اس کی بات کاٹی تھی۔

"تم مجھ سے اکھڑے ہوئے' بدگمان ہو ٹھیک ہے مگر اس کا اظہار تمہیں اتنے غلط طریقے سے سدرہ کے سامنے نہیں کرنا چاہیے تھا' جس مقصد کو لے کر وہ یہاں آئی تھی اس کا نہیں تو اس عورت کا ہی لحاظ رکھ لیتے' تم یہ کیسے بھول گئے کہ وہ سارہ کی بہن بھی ہے' یہی سوچ کر زبان بند رکھ لیتے' اپنا فیصلہ سنانے کے لیے مجھے اپنے دربار میں بلا لیتے' مگر تم......"

"آپ مجھے کچھ بولنے کا موقع دیں گے"۔ بمشکل ضبط کرتے ہوئے شیث نے ان کے غصے میں دہکتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"اب بھی کچھ باقی ہے تمہارے دل میں بولنے کے لیے"۔ شمس کے لہجے میں شعلوں کی لپک تھی۔

"آپ جو ہمیشہ سے چاہتے تھے وہی تو کیا ہے میں نے اور رہ گئی بات بھابی کی تو میں ان سے ہزار بار معافی مانگ لوں گا"۔ ان کی آنکھوں میں دیکھتا وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

"نہیں ہے اسے ضرورت تمہاری معافی کی اور پہلے کی بات مت کرو کیونکہ پہلے اور اب میں بہت فرق ہے"۔ وہ بھڑک کر بولے تھے۔

"یہی تو میں آپ سب کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ پہلے اور اب میں بہت فرق ہے' پہلے جو آپ نہیں چاہتے تھے وہ اب میں نہیں چاہتا"۔ اس کے اٹل اور قطعی لہجے پر شمس دنگ نظروں سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔

"شیث! اس وقت تم نے جو تکلیف مجھے پہنچائی ہے اس کے بعد میں اگر کبھی سکون سے سو جاؤں تو صبح آئینے میں اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکوں گا"۔ شکستہ لہجے میں اتنا کہہ کر وہ وہاں رکے نہیں تھے۔

"مگر مجھے یقین ہے کہ میں آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ سکوں گا اب ہر صبح"۔ جلتی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

(جاری ہے)

☆





www.pdfbooksfree.pk

سعدیہ عابد

افسانہ

# اعتبارِ زندگی

نوشیرواں عثمانی نے اسے گھورا تھا مگر اس نے مجبوری کے سبب ڈھٹائی کی انتہا کر دی تھی اور اپنی پریشانی کھل کر اس کے سامنے بیان کی تھی جسے سن کر وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔

"پلیز شیری بھائی! ایک آپ ہی ہیں جو میری عزت کا پاس رکھ سکتے ہیں"۔ اسامہ ملتجی ہوا تھا۔

"مجھے تم پر غصہ آ رہا ہے اسامہ! تم نے اتنا بڑا اقدام کیسے کسی کے بھی علم میں لائے بغیر اٹھا لیا"۔ اس کو حقیقت ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"شیری بھائی! وہ اتنی دور سے آئی تھی اس وقت یہی ایک حل تھا میرے پاس"۔ وہ شرمندہ ہوا تھا۔

"تو ٹھیک ہے نہ جاؤ، جا کر ماموں سے بات کرو، انہیں سچائی بتادو"۔ وہ دھیما پڑ گیا تھا۔

"آپ بھول رہے ہیں سب اسلام آباد گئے ہوئے ہیں اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ میری کو آپ اپنے فلیٹ میں......"

"نو وے اسامہ! میں اپنے فلیٹ میں ایک لڑکی کو رکھ ہی نہیں سکتا"۔ وہ تو سنتے ہی بدک گیا۔

"وہ محض لڑکی نہیں ہے، میری بیوی ہے بھائی! میں لے جانے کو اسے گھر لے جا سکتا ہوں مگر وہاں کوئی بھی نہیں ہے کیسے وہ وہاں رہ پائے گی کہ اس طرح تو شاید اسے قبول کرنا سب کیلئے مشکل ہو جائے"۔

"یہ تمام باتیں رشتہ جوڑنے سے قبل سوچنا چاہیے تھیں اور تم خود سوچو کہ میں ایک لڑکی کو اپنے فلیٹ میں کیسے رکھ سکتا ہوں، سب کو کیا بتاؤں گا؟"

"شیری بھائی! میں چاہتا ہوں کہ میری آپ کے فلیٹ پر رہے اور آپ ہمارے گھر آئی مین......" وہ اس کے گھورنے پر گڑبڑا گیا۔

"میں یہ نہیں کر سکتا"۔

"صرف 3 سے 4 دن کی بات تو ہے بھائی! پھر تو گھر والے بھی آ جائیں گے"۔ اس نے منت کی تھی۔

"میں تمہارے گھر رہوں گا اور تم خود کہاں رہو گے؟"

"آپ کے فلیٹ پر نہیں رہوں گا بھائی کہ میری کو پہلے گھر والوں سے انٹروڈیوس کروانا چاہتا ہوں، رہائش کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں ہرگز بھی اس سے شادی نہ کرتا"۔

"اچھا تو وہ میرے فلیٹ میں اکیلے کیسے رہے گی؟"

"ویسے تو اسے عادت ہے اور آپ کو اس سلسلے میں کوئی پرابلم نہ ہوگی، آپ باہر سے فلیٹ لاکڈ کر دیجیے گا"۔ اس نے اپنے پروگرام سے آگاہ کیا تھا۔

"واٹ ربش، دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا، مجھے لگ رہا ہے تمہارے چکروں میں میری عزت خاک میں ملنے والی ہے"۔ اس نے صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ اتنا بڑا رسک تو لے ہی نہیں سکتا کہ جس کام کیلئے نہ دل راضی ہے نہ دماغ، وہ کیسے کر لے۔

"ڈونٹ یو وری میری! میں بس کچھ دیر میں آ رہا ہوں"۔ وہ اس کو فون پر کسی سے پریشان لہجے میں کہتے سن رہا تھا۔

"یار! تم کیوں پریشان ہو رہی ہو، گھر نہیں لے جا سکتا تو کیا ہوا، کتنے ہی ہوٹل ہیں، کرائے پر کمرہ دیکھ لیں گے، ہاں میں پانچ منٹ میں نیچے آ رہا ہوں"۔ اس نے فون پر بات ختم کی اور کچھ سوچتے نوشیرواں سے اجازت چاہی۔

"بڑے ماموں وغیرہ کب تک آئیں گے"۔

"شاید پرسوں تک آ جائیں کہ شادی کے ہنگامے تو کل ختم ہو گئے تھے، وہ سب وہاں ینگ پارٹی کے اصرار کرنے پر رک گئے، دو چار دن آؤٹنگ کا پروگرام ہے۔ اب میں چلوں "میری" انتظار کر رہی ہے"۔ باہر کھڑی گاڑی میں میریانا بیٹھی تھی۔

"تم میری کو یہاں میرے فلیٹ پر لے آؤ مگر ماموں کے آتے ہی تم ان سے بات کرو گے کہ سب کے آنے کے بعد میں بالکل انتظار نہیں کروں گا"۔ اس نے بے دلی سے اقرار کر لیا کہ اُس کو پریشانی میں دیکھ نہیں پا رہا تھا۔

"تھینک یو سو مچ"۔ وہ فرطِ جذبات سے لبریز ہوتا اس کے گلے لگ گیا، جبکہ وہ اس سب پر اندر سے غیر مطمئن تھا مگر صرف اس کی پریشانی و خوشی کے خیال سے مان گیا تھا۔

نوشیرواں عثمانی کے پیرنٹس کی ڈیتھ 4 سال قبل ایک بم دھماکے میں ہو گئی تھی۔ نوشیرواں ٹیکنیکل انجینئر تھا اور ایک پرائیویٹ کمپنی میں جاب کرتا تھا۔ نوشیرواں

www.pdfbooksfree.pk

کے دو ماموں خالد سعید اور ولید سعید تھے۔ ولید سعید کا ایک ہی بیٹا اسامہ ہے اور خالد سعید کی ایک بیٹی روشانے اور بیٹا وسیم ہے۔ نوشیرواں کی اکلوتی خالہ ساجدہ تھیں جو اسلام آباد میں رہتی ہیں اور انہی کے اکلوتے بیٹے کی شادی میں سب اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ نوشیرواں آفس کے کام میں بزی تھا اسے چھٹی نہ مل سکی تو وہ نہ جا سکا جبکہ اسامہ آج صبح ہی شادی اٹینڈ کر کے آیا اور ایک نئے مسئلے کے ساتھ نوشیرواں کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اسامہ' نوشیرواں سے 3 سال چھوٹا تھا جبکہ نوشیرواں سب سے بڑا تھا۔ روشانے اور نوشیرواں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ان کی محبت دیکھتے و محسوس کرتے ہوئے ہی نوشیرواں کے پیرنٹس نے روشانے کے پیرنٹس سے بات کر لی تھی اور ان دونوں کی باقاعدہ منگنی تو نہ ہوئی تھی مگر رشتہ پکا تھا' اب نوشیرواں لائف سیٹل کر چکا تھا' روشانے نے بھی گریجویشن کر لیا تھا تو ان دونوں کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں اور دو ماہ بعد دونوں کی شادی تھی۔ نوشیرواں کی طرف کی ساری تیاریاں اسامہ کے پیرنٹس کر رہے تھے کہ نوشیرواں خاندان کا پہلا بیٹا تھا' سب کو ہی عزیز تھا اور بہن کی وفات کے بعد تو اور ہی سب کو عزیز ہو گیا تھا۔

☆

''روشانے......'' وہ اسے اچانک دیکھ کر خوشگوار حیرت میں گھر گیا۔

''ارے...... تم کب آئیں؟ اور آئی کس کے ساتھ ہو؟'' وہ اس کے چہرے پر بکھری کھوج' ایکسائٹمنٹ میں محسوس ہی نہ کر سکا کہ وہ اس سے فرسٹ ٹائم پورے پندرہ دن کیلئے دور گئی تھی وگرنہ وہ اسلام آباد جاتی تھی تو تیسرے دن واپس آ جاتی تھی۔

''ہو اِز دِس شیری؟'' اس نے بہت چبھتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا تھا' اس نے گردن ترچھی کر کے دیکھا وہاں میری کھڑی تھی۔

''یہ میری ہے روشی!''

''آئی کانٹ بلیو اٹ شیری! میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ آپ اس حد تک بھی گر سکتے ہیں''۔ وہ چیخی تھی اور وہ اس کے انداز پر بھونچکا رہ گیا۔

''یہ کیا بکواس ہے روشی''۔

''ہاں...... میں تو بکواس ہی کرتی لگوں گی کہ یہ نئی حسینہ جو آپ کو مل گئی ہے''۔ وہ نہایت شکی لہجے میں بولی تھی اور اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

''روشی! بکواس مت کرو' میری بات تو سنو پہلے''۔

''کیا سنوں... جو دیکھ رہی ہوں' یا وہی بہت نہیں ہے' میں تو ایئرپورٹ سے سیدھی یہاں آپ سے ملنے آئی' یہ سوچے بغیر کہ سب کیا سوچیں گے؟'' وہ بے اعتباری کی حدوں کو چھو رہی تھی۔

''میں نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا شیری کہ تم ایسے ہو گے' تمہارے گھر سے ایک لڑکی...... چھی...... مجھے تو کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور تم اس گندگی میں اتر گئے' کیسے شیری کیسے؟ تم نے میرے بارے میں نہ سوچا کم از کم پھپھو جان کی پرورش کا تو خیال کرتے' میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی شیری! مجھے خود سے نفرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے اپنے سچے و کھرے جذبات تم جیسے انسان پر لٹائے''۔

میری اس ساری سچویشن پر حد درجہ حیران اور پریشان تھی۔ اسامہ کے توسط سے اسے اردو آتی تھی اس لئے وہ روشانے کی باتیں سمجھ رہی تھی مگر نوشیرواں کی خاموشی اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

''آپ ایک دفعہ......''

''شٹ یور ماؤتھ...... تم جیسی ہی عورتیں ہوتی ہیں جو دوسروں کی زندگی جہنم بنا دیتی ہیں''۔ اس نے میریانا کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا اور درمیان میں ہی جھڑک دیا۔

''کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی برباد کرنے کی کسی دوسرے کو ضرورت ہی نہیں ہوتی' وہ یہ کام خود ہی بخوبی انجام دے لیتے ہیں...... اور تمہارا



شمار بھی انہی چند لوگوں میں ہوتا ہے روشانے''۔ وہ ہر احساس سے عاری لہجے میں بولا تھا اور وہ اس کو ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

''تم نے اس کیلئے میری محبت ٹھکرا دی' رشتوں کا پاس نہ رکھا اور الزام بھی مجھے ہی دیتے ہو' گناہ کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے اور بکواس کرتے ہو''۔ وہ مزید بدلحاظ ہوئی تھی۔

''ایک لفظ آگے مت کہنا روشانے...... وگرنہ زبان گدی سے کھینچ لوں گا' محض ایک لڑکی کو میرے گھر پر دیکھ کر کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں؟ اس سے میرا کوئی اچھا برا رشتہ ہے؟ کیسے الزام لگا سکتی ہو تم مجھ پر ایسا کیا دیکھ لیا ہے تم نے؟'' وہ اس سے زیادہ تیز لہجے میں بولا تھا۔ شاور لے کر آیا اسامہ حیران پریشان سا سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں دیکھا یہ مجسم حقیقت تو دیکھی ہے' کیا رشتہ ہے تمہارا اس سے؟'' اس نے سختی سے اُس کا بازو دبوچ کر نوشیرواں کے سامنے کیا تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو' مجھ سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟'' وہ صبر کی کڑی منزلوں سے گزر رہا تھا۔

''اب تم اس کیلئے ہمارے رشتے کو چیلنج کرو گے؟ فیانسی کو تو خیر جہنم میں ڈالو' کزن بھی ہوتی ہوں تمہاری' مگر تمہیں رشتوں کا پاس رہا ہی کب...... اس کی حسین زلفوں میں کھو کر رنگ رلیاں مناتے سب بھول......''

''روشانے......'' اب کے اسامہ دھاڑا تھا۔

''تراخ...... بیوی ہے یہ میری مس روشانے''۔ وہ تو ضبط کا مظاہرہ جیسے تیسے کر گیا تھا مگر اسامہ نہ کر سکا' گھما کر ایک ہاتھ دیا تھا اور انکشاف جو کیا تھا وہ سن کر تو روشانے کو اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی تھی۔

''یہ...... یہ...... تمہاری...... بیوی......'' لفظ ہی جیسے کھو گئے تھے۔

''ہاں یہ میریانا ہے میری بیوی''۔ وہ تڑخ کر بولا تھا۔ اس نے تڑپ کر نوشیرواں کو دیکھا وہ غصہ و ملامت بھری نگاہ اس پر ڈالتا وہاں اس کے روکنے پر بھی نہ رکا تھا۔

''میریانا نہیں مریم''۔ وہ زیر لب بولی تھی۔

''آئی نو میری! کہ تم مریم ہو صرف میری مریم' مریم اسامہ''۔ وہ روتی ہوئی روشانے کو باور کرانے کو جتاتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

''تم نے شادی کب کی اسامہ؟'' بمشکل پوچھا تھا۔ اور وہ تاسف میں گھرا تفصیل بتاتا چلا گیا۔

میریانا ایک کرسچن لڑکی تھی اور لندن میں دوران تعلیم اس سے اسامہ کو محبت ہو گئی تھی مگر وہ مسلمان تھا اس لئے اُس نے اس سے نا چاہتے ہوئے بھی دوریاں قائم کر لی تھیں اور میریانا کو روتا چھوڑ کر پاکستان آ گیا تھا۔ میریانا نے صرف اسامہ کی محبت میں اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور دھیرے دھیرے وہ دل و دماغ کی رضا سے اسلام کی حقیقت اور سچائی پر یقین لے آئی اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے فادر نے اسے گھر سے نکال دیا۔ وہ بے آس لڑکی تھی۔ یونہی ایک سال گزر گیا اور اسامہ کی محبت دل سے نہ نکال سکی تھی اس لئے پاکستان آ گئی اور اس کو اسلام قبول کر لینے کا بتایا۔ اس کو دیکھ کر ہی وہ کم حیران نہ تھا اوپر سے اس کی بتائی حقیقت' وہ چونکہ ایئرپورٹ سے ڈائریکٹ اسی کے گھر آئی تھی' پرابلم تو ہوئی تھی مگر وہ پہنچ گئی تھی اور وہ اپنی واپسی کی سیٹ بھی کنفرم کروا کے آئی تھی اور اس نے صاف کہا تھا کہ اس نے اسلام کے متعلق جاننا صرف اس کی محبت میں شروع کیا مگر اسلام قبول کیا تو صرف اس مذہب کی سچائی و اچھائی کو محسوس کر کے۔ اب وہ اس سے شادی کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ جیسے آئی ہے چلی جائے گی اور وہ تو اس سے محبت کرتا ہی تھا' اس نے گھر والوں کو بتانے' اُن کو راضی کرنے میں وقت ضائع نہ کیا اور اس سے کورٹ میرج کر لی۔

''تم نے شیری بھائی کے ساتھ بہت غلط کیا کہ تمہارا شک بالکل بے معنی تھا' اگر تم میری کو دیکھ کر شک کا



www.pdfbooksfree.pk

شکار ہوئی بھی تھیں تو تمہیں پہلے شیری بھائی سے تصدیق کرنا چاہیے تھی، بنا سوچے سمجھے جو زبان و دل میں آیا کہتی گئیں، تم نے شیری بھائی کو ہی نہیں خود اپنی محبت کو بے اعتبار کر دیا کہ رشتے کو اعتبار کی ضرورت ہوتی ہے اور محبت تو ٹکی ہی اعتبار و بھروسے پر ہوتی ہے کہ دو انجانے لوگ اعتبار کی ڈور سنگ ایک ہو جاتے ہیں، تم نے بہت غلط کیا ہے روشی! بہت زیادہ غلط کہ شیری بھائی ہمیں میری کو یہاں رکھنے کو ہی تیار نہ تھے صرف میری پریشانی کے خیال سے راضی ہوئے اور تم نے بے اعتباری و شک دکھا کر ان کے ٹال مٹول کی تصدیق کر دی، بہت زیادہ ہرٹ کیا ہے تم نے شیری بھائی کو"۔

وہ خود بھی پریشان تھی کہ اس نے اُس کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر اس کے چہرے پر بکھرتے سائے، آنکھوں سے گرتے آنسو وہ یکدم ہی لب بھینچ گیا اور موضوع بدلنے کو کچھ دیر بعد اچانک آ جانے کا پوچھا۔

"چھوٹے پاپا کی آج کسی ڈیلر سے میٹنگ ہے وہ آ رہے تھے تو میں ان کے ساتھ آ گئی"۔ وہ آنسو صاف کرتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دے رہی تھی اور وہ اس کے بنا بتائے بھی جان گیا کہ وہ صرف نوشیرواں کیلئے آئی ہے اور اس نے چھوٹے پاپا سے خود ہی نوشیرواں کے فلیٹ پر چھوڑنے کو کہا تھا اور انہوں نے زیرلب مسکراتے ہوئے اس کا کافی ریکارڈ لگایا تھا مگر وہ شرمیلی سی مسکان سنگ خاموش ہی رہی تھی اور وہ اسے اپارٹمنٹ کے باہر اتار کر چلے گئے تھے اور نوشیرواں کے ساتھ واپس آ جانے کو کہا تھا۔ نوشیرواں فلیٹ پر اکیلا نہیں رہتا تھا، دادی کی عمر کی خاندانی ملازمہ ساتھ رہتی تھیں، اس لئے اسے وہاں چھوڑنے پر اعتراض نہ ہوا تھا کہ ویسے بھی سب ہی کو نوشیرواں پر بے حد اعتبار تھا کہ وہ کافی سنجیدہ مزاج کا لیے دیئے رہنے والا شخص تھا، رشتوں کا احترام کرنا اچھی طرح جانتا تھا کہ اس نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔

☆

"بڑے ماموں! آئی ایم سوری بٹ میں روشانے سے شادی نہیں کر سکتا"۔ اس نے کوئی دھماکا کیا تھا وہاں موجود کسی شخص کو اعتبار ہی نہیں آ رہا تھا کہ شادی سے وہ بھی روشانے خالہ سے شادی سے انکار نوشیرواں کر رہا ہے۔

"تم دونوں کے بیچ کوئی جھگڑا ہو گیا ہے"۔ یہ چھوٹے ماموں تھے۔

"نہیں...... سب کچھ ختم ضرور ہو گیا ہے چھوٹے ماموں"۔

"واٹ ربش...... دماغ ٹھیک ہے کیا بکواس کیے جا رہے ہو"۔ روشانے کی مما زیادہ دیر خود کو چپ نہ رکھ سکیں۔

"میں آپ سب کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا مگر بہت مجبور ہو گیا ہوں کہ میں آئندہ کسی بھی تکلیف سے آپ سب کو، خود کو اور روشی کو بھی محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اور اس کیلئے ضروری ہے کہ رشتہ جڑنے سے قبل ہی ختم کر دیا جائے"۔ وہ یہ سب جیسے کہہ رہا تھا بس وہی جانتا تھا اور اسے ولید اور نوشابہ نے اولاد کی طرح چاہا تھا، وہ کیسے اس کے کرب کو محسوس نہ کر پاتے۔

"شیری بیٹا! کوئی بات ہو گئی ہے تو تم پہلے ہمیں وہ بتاؤ اس کے بعد کوئی فیصلہ لینا کہ بات پتہ ہو گی تب ہی تو بچے ہم فیصلہ کر سکیں گے کہ تم نے درست فیصلہ لیا ہے، اینڈ آئی پرامس ٹو یو مائی سن! ویلڈ ریزن ہو گا تو تمہیں فورس نہیں کیا جائے گا، میں تمہارا ساتھ دوں گی"۔ نوشابہ اسے جانتی تھیں کہ وہ کبھی معمولی سی بات پر اتنا بڑا فیصلہ لے ہی نہیں سکتا اور وہ نوشابہ کے سامنے بے بس ہونے لگا کہ وہ انہیں چھوٹی مامی نہیں اسامہ وغیرہ کی طرح ممی ہی کہتا تھا کہ نوشابہ اس کی ماں کی بیسٹ فرینڈ تھیں اور انہوں نے بچپن سے ہی اسے گود میں کھلایا تھا، ماں سے زیادہ وہ نوشابہ سے اٹیچ رہا کہ انہوں نے بہت چاہا اور اپنا سمجھا تھا، وہ تو اسے اپنی پہلی اولاد کہتی اور سمجھتی تھیں۔

"ہوش میں تو ہو نوشی! یہ شادی سے محض ڈیڑھ ماہ قبل شادی نہ کرنے کی بات کر رہا ہے اور تم اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر رہی ہو، کون سی دشمنی نبھا رہی ہو تم روشی



سے"۔ روشانے کی مما کافی غصہ تھیں، انہوں نے لمحوں میں دیورانی کو بے عزت کیا تھا۔

"مما! مجھ سے کوئی دشمنی نہیں نباہ سکتا کہ اپنی دشمن میں خود ہوں"۔ وہ نوشیرواں کی گاڑی کی آواز سن کر روم سے نکلی تھی مگر اس کی آواز نے لاؤنج کی دہلیز پر ہی قدم جکڑ لئے تھے۔ بات بڑھنے لگی برائی نوشابہ پر آنے لگی تو وہ لمحہ ضائع کیے بنا اندر چلی آئی۔

"مما! شیری مجھ سے ٹھیک ہی شادی نہیں کرنا چاہتا کہ میں شیری کے قابل ہوں ہی نہیں، میں نے شیری کو اپنی محبت کو بے اعتبار کر دیا، میں اسی سزا کی مستحق ہوں"۔ وہ سسکتے ہوئے بول رہی تھی۔ وہ وہاں سے جانے لگا تھا کہ نوشابہ نے ہاتھ پکڑا تھا اور آنکھ کے اشارے سے رکنے کو کہا تھا اور وہ ساری تفصیل روتے ہوئے بتاتی چلی گئی تھی۔

شیری! مانا کہ روشی نے بہت غلط کیا مگر اس کے باوجود اتنا بڑا فیصلہ......" ولید سعید نے بولنا چاہا تھا۔

"چھوٹے ماموں! جب روشی کو مجھ پر اعتبار ہی نہیں ہے تو تعلق قائم کرنے کا کیا فائدہ"۔ وہ تلخ ہوا تھا۔

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں شیری!" وہ بولی۔

"اور میں تمہیں بار بار شرمندہ نہیں کرنا چاہتا"۔ سختی سے اس کی شرمندگی رد کر دی تھی۔ نوشابہ نے اسے گھورا تھا۔

"آئی ایم سوری ممی! بٹ میں بہت مجبور ہوں، یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا اس لئے یہ امید بھی نہیں ہے کہ ایسا پھر کبھی نہیں ہو گا، یہ مجھ سے محبت تو کرتی ہے بھروسہ نہیں کرتی اور رشتوں کو بھروسے و اعتبار کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ بھروسے کے بغیر رشتے بے جان ہو جاتے ہیں، اس نے مجھے جب جب بے اعتبار کیا میں اس کی محبت کی ادا سمجھ کر نظر انداز کر گیا، مگر اب تو انتہا ہو گئی، مجھے افسوس اس کی سوچ پر نہیں خود پر ہوا کہ میں اتنا ہی گرا ہوا لوز کیریکٹر شخص ہوں کہ کسی سے بات کروں تو اسے لگتا ہے کہ اُس سے میرا چکر ہے، کسی کے ساتھ دیکھ لیا تو اس کے ساتھ منسلک کر دیا، نہیں...... میں یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتا، نقصان ہر طرح سے میرا ہے کہ میں نے اگر کسی کو چاہا ہے تو وہ صرف روشانے ہے، مگر پا کر کھونے سے بہتر ہے کہ میں پانے سے پہلے کھو دوں کہ احساسِ زیاں سے بہتر مجھے تشنگی لگتی ہے۔ میں آپ سب سے، روشی سے خود سے معافی مانگتا ہوں لیکن میں اس رشتے کو قائم نہیں رکھ سکتا"۔ وہ سب کو حیران پریشان اور روشانے کو روتا دیکھ رہا تھا۔

نوشابہ بہت زیادہ اس سب سے دکھی اور اَپ سیٹ ہوئی تھیں مگر اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

"ہم ابھی شادی کینسل کر دیتے ہیں، سال دو سال تم خود کو اور روشی کو وقت دو کہ میں جانتی ہوں کہ تم اس کے بغیر رہ تو لو گے، جی نہیں پاؤ گے اور میں چاہتی ہوں میرا بیٹا بھرپور خوشگوار زندگی گزارے"۔ انہوں نے اپنے ذہن و دل کی کشادگی کا ہر جگہ ثبوت دیا یہ ان کے ذہن و دل کی کشادگی تھی کہ انہوں نے بیٹے کے کورٹ میرج کر لینے پر ایک لفظ حرف شکایت و ملامت کا ادا نہ کیا تھا اور مریم کو بہو کا درجہ دے دیا تھا اور اب اُسے بھی ہر طرح سے منانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ وہی نہیں روشانے بھی ان کو بہت عزیز تھی۔

"ممی! اب مجھے روشی سے کوئی اچھی امید تو رہی نہیں ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسے بہت چاہتا ہوں اس لئے اس کو اپنی محبت اور آپ کے احترام میں ایک موقع دینے کو تیار ہوں"۔ انہوں نے فرطِ جذبات سے چور ہوتے نوشیرواں کی پیشانی چوم لی۔

زندگی بہت خوبصورت ہے اور اس خوبصورتی کی حفاظت ہمیں خود کرنی ہوتی ہے، چاہتے ہیں کہ زندگی اور رشتوں کی خوبصورتی ماند نہ پڑے تو بے اعتباری و شک کو کبھی ذہن و دل میں جگہ نہ دیں کہ بے اعتباری کی وجہ سے ہنستے بستے گھر اجڑ جاتے ہیں اور ہم نے گھر اجاڑنے نہیں بسانے ہیں کہ گھر اور رشتے خوبصورتی سے اعتبار سنگ بسے ہی اچھے لگتے ہیں۔

☆



www.pdfbooksfree.pk

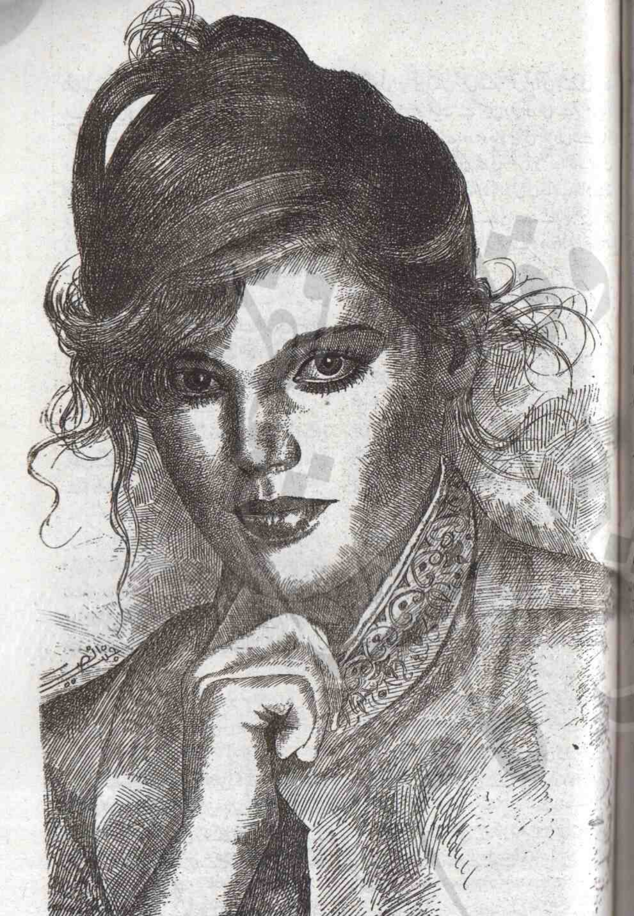

سائرہ اکبر

افسانہ

# ذرا سی بات

بات کہنے کو زرا سی تھی مگر بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھی کہ آج رخشی کو اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے پندرہ دن سے اوپر ہو چکے تھے۔ افتخار ان پندرہ دنوں میں اسے لینے تو دور کی بات ایک فون کال تک نہ اٹینڈ کر رہے تھے اور نہ ہی انہوں نے از خود اس سے کوئی رابطہ کیا تھا' ادھر ابرار صاحب اور ان کی بیگم شاہدہ اس ضمن میں سخت تشویش میں مبتلا تھے۔ وہ کچھ روز قبل ہی اپنی سب سے چھوٹی بیٹی عرشی کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہوئے تھے کہ یہ نئی افتاد کھڑی ہوگئی۔

ان کی دو بیٹیاں اور دو بیٹھے تھے۔ بڑے بیٹے راشد اور ان کے بیوی بچے ان کے ساتھ رہتے تھے' جبکہ دوسرے بیٹے وقاص اپنی فیملی سمیت جرمنی میں مقیم تھے۔ ابرار صاحب اور شاہدہ بیگم نے عرشی کی شادی کے بعد سکھ کا سانس لیا تھا کہ وہ اب اپنے سارے بچوں کے فرائض سے اللہ کے فضل و کرم سے عہدہ براہ ہو چکے کہ اب یہ رخشی کے اپنے گھر میں طویل ہوئے قیام کو دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا' اس صورت حال کے پیش نظر آخر کار ایک روز جب شاہدہ بیگم نے یہ دیکھا کہ افتخار نہ تو فون کر رہے ہیں اور نہ ہی آنے کا نام لے رہے ہیں' تو وہ رخشی کے پاس جا کر اس سے خود پوچھ بیٹھیں خر اصل معاملہ کیا ہے' جس پر رخشی جو اپنی بیٹی روما کے دھلے کپڑے تہہ کر رہی تھی' یہ سن کر کپڑے ایک طرف رکھتے ہوئے بری طرح سسک پڑی' یہ دیکھ کر شاہدہ بیگم پریشان ہو گئیں اور اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

''میری بچی! کیوں اتنی ہلکان ہو رہی ہے' آخر ہوا کیا ہے......؟ مجھے بھی تو کچھ پتا چلے''۔ یہ سن کر رخشی نے ان سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

''امی! کچھ نہیں ذرا سی بات کو افتخار نے افسانہ بنا لیا ہے''۔ پھر وہ شاہدہ بیگم کو تفصیل بتانے لگی۔

جس روز عرشی کی مایوں کی رسم تھی' رخشی یہاں آنے کے لئے تیار ہو رہی تھی تو یہ دیکھ کر افتخار کہنے لگے۔

''ابھی رک جاؤ اماں کی دوائیں ختم ہو گئی ہیں وہ لے آؤں' جب تک مریم (رخشی کی نند) بھی آجائے گی پھر چلی جانا''۔ اور پھر ڈیڑھ سے دو گھنٹے ہو گئے اس کا انتظار کرتے کرتے پر وہ نہیں آئی' لہٰذا رخشی جو پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئی تھی تلخی سے افتخار سے کہنے لگی۔

''مریم ابھی تک نہیں آئی اب آپ دوائیں لینے جائیں گے تو نہ جانے کتنی دیر لگائیں گے اتنی دیر میں وہاں کہیں دولہا نہ آجائے اور مایوں کی رسم بھی شروع ہو جائے''۔

''مجھے زیادہ دیر نہیں لگے گی''۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ان کے موبائل کی بیل بج اٹھی دوسری جانب مریم تھی' جو انہیں بتا رہی تھی کہ اسے مزید دیر ہو جائے گی کیونکہ ان کے میاں کے بیرون ملک سے مہمان آئے ہیں جس پر رخشی کا لیٹ ہو جانے کے باعث موڈ پہلے ہی



www.pdfbooksfree.pk

خراب تھا یہ سن کر مزید بگڑ گیا کہ اس اثناء میں اس کے اپنے موبائل کی بیل بج اٹھی، دوسری جانب کہکشاں بھابی تھیں جو جلدی پہنچنے کا کہہ رہی تھیں، وہ بتا رہی تھیں کہ دولہا والے آ گئے ہیں اور کچھ ہی دیر میں رسم شروع ہونے والی ہے۔ جس پر رخشی نے پلٹ کر افتخار کی جانب دیکھا تھا اور کہا تھا۔

"افتخار!" جس پر وہ کہنے لگے۔

"اچھا ٹھیک ہے میں فون کر کے سومی کو بلا لیتا ہوں، مریم کے آنے تک وہ اماں کے پاس رہے گی"۔ سومی ان کے پڑوس میں رہتی تھی اور بچپن سے اس کی سسرال میں آنا جانا تھا، بہرحال پھر سومی نے افتخار سے فون پر کہا تھا کہ وہ دس منٹ میں پہنچ رہی ہے، اس سے موبائل پر بات کرنے کے بعد افتخار بولے۔

"بس میں دوائیں لے آؤں پھر مایوں کی رسم میں چلیں گے"۔ یہ سن کر رخشی نے ان کی جانب تیز نگاہوں سے دیکھا تھا اور بولی تھی۔

"میڈیکل اسٹور بھی گھر سے کافی فاصلے پر ہے اور امی کا گھر بھی کوئی یہیں نہیں رکھا وہاں جانے میں بھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا، دوسرے اس ٹائم ٹریفک جام ہوگا وہ الگ لہٰذا بس اب آپ سومی کے آنے پر امی کی طرف چلیں ورنہ دیر ہی دیر ہوتی چلی جائے گی، کہکشاں بھابی نے فون کر کے بتایا ہے کہ دولہا والے آ گئے ہیں اور ہمیں......"

"اچھا ٹھیک ہے سومی آئے تو تم اسے اماں کے پاس لے جانا میں اتنے میں اماں کی جو دوائیں ختم ہو گئی ہیں وہ جلد از جلد لے کر......"

"اُف دوائیں...... دوائیں، ایک دن انسان دوائیں نہیں کھائے گا تو مر نہیں جائے گا"۔ باقی کے الفاظ رخشی کے منہ میں ہی رہ گئے تھے کیونکہ اس کے رخسار پر افتخار کے زوردار پڑے تھپڑ نے اسے مزید کچھ بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔

"ہزار بار کہا ہے سوچ سمجھ کر بولا کرو، وہ میری ماں ہیں کوئی ایرا غیرا نہیں جس کے متعلق تم اتنی بدتمیزی سے بات کر رہی ہو، ٹھیک ہے تمہیں دیر ہو رہی ہے تو تم جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے دور ہو جاؤ میری نظروں سے، جاؤ اٹھاؤ اپنا سامان اور چلتی پھرتی نظر آؤ"۔ افتخار پوری قوت سے دہاڑ رہے تھے اور پھر اس کی جانب بنا دیکھے تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کمرے کا دروازہ زوردار آواز میں بند ہو گیا تھا۔

مگر امی کو ساری بات بتاتے وقت رخشی وہ بات سرے سے ہی گول کر گئی تھی۔

"یعنی اگر ایک دن انسان دوائیں نہیں کھائے گا تو مر نہیں جائے گا"۔ کہ اصل میں یہ ہی جملہ تو جھگڑے کی بنیاد بنا تھا، لیکن اس نے اس کے برعکس انہیں صرف یہ ہی بتایا تھا کہ کیونکہ وہ لیٹ ہو رہی تھی اس لئے افتخار کو بار بار جلدی چلنے کے لئے کہہ رہی تھی جس پر وہ جو آفس سے اسی وقت تھکے ہوئے آئے تھے یہ سب سن کر ایکدم چراغ پا ہو گئے اور پھر یہ ناراضگی اس حد تک بڑھی کہ مایوں کی تقریب میں تو کیا شادی کی کسی تقریب میں حتیٰ کہ رخصتی تک میں وہ شریک نہ ہوئے۔ رخشی نے سر جھکا کر دھیمے لہجے میں ساری بات امی کے گوش گزار کی، جنہیں سن کر وہ ششدر سی رہ گئیں اور بولی تھیں۔

"ہیں......؟ بس اتنی سی بات پر افتخار روٹھ کر بیٹھ گئے، حالانکہ یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں تھی کہ جسے جواز بنا کر انہوں نے پوری شادی میں ہی شرکت نہ کی، بہرحال اب کیا، کیا جا سکتا ہے اپنا اپنا مزاج ہے سب کا خیر۔ آج تمہارے ابو آفس سے آ جائیں تو وہ افتخار کو فون کریں گے"۔

"نہیں امی!" رخشی نے فوراً گھبرا کر کہا تھا جس پر شاہدہ بیگم نے وضاحت طلب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"میرا مطلب ہے امی! اس سلسلے میں آپ بلاوجہ



ابو کو زحمت کیوں دے رہی ہیں، یہ کوئی اتنی بڑی پرابلم نہیں ہے مجھے یقین ہے انشاءاللہ دو ایک دن میں یہ مسئلہ حل ہو جائے گا"۔

"ابھی تک تو حل نہیں ہوا، تمہیں یہاں بیٹھے بیٹھے پندرہ دن تو ہو گئے ہیں"۔ شاہدہ بیگم نے قدرے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

"امی پلیز! بس دو چار دن اور دیکھ لیجئے"۔ رخشی نے لجاجت سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی"۔ اس پر شاہدہ بیگم نے قدرے بے دلی سے کہا تھا۔ اور پھر اسی رات رخشی نے فیصلہ کیا کہ اگر دو تین دن میں افتخار نہیں آئے تو وہ خود اپنے گھر چلی جائے گی پھر وہاں جو بھی صورتحال ہو گئی دیکھا جائے گا، وہ سب سنبھال لے گی۔ بصورت دیگر گھر والوں کا براہ راست افتخار سے رابطہ اسے مہنگا پڑ سکتا ہے، لیکن دوسرے ہی لمحے یہ سوچ اس کے بڑھتے ہوئے قدم روک لیتی ہے، اللہ جانے وہاں جانے پر افتخار کا ردعمل کیا ہوگا......؟ ایسا کبھی ہوا نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر سے افتخار سے دو ایک دن سے زیادہ دور رہی ہو، ہاں کبھی امی کے گھر میں کوئی فنکشن یا تقریب ہوتی تو وہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میکے میں رہتی کہ اس سے زیادہ نہ خود اب اس کا وہاں دل لگتا اور نہ ہی افتخار کی طرف سے اسے ضرورت سے زیادہ وہاں رہنے کی اجازت تھی، لہٰذا اگر کبھی وہ اپنی مرضی یا پھر امی کے کہنے پر دو ایک دن مزید رہ لیتی تو افتخار خفا ہو جاتے اور اگلے ہی دن خود اسے لینے آ جاتے، اس بار تو اتنے روز ہو گئے تھے افتخار نے آنا تو دور کی بات اسے پلٹ کر فون تک نہیں کیا تھا، جس سے صاف صاف اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ معاملہ سنگین ہے یہ ہی سوچ سوچ کر اس کا دل اندر ہی اندر بیٹھے جا رہا تھا اور آنے والے وقت میں اسے خطرے کی گھنٹیاں صاف بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔

☆

اگلی شام وہ اپنی سوچوں میں گم کہ کس طرح معاملہ سدھرے ابھی وہ اسی ادھیڑبن میں تھی کہ امی نے آ کر اسے یہ بتا کر اس کے اردگرد کئی دھماکے ایک ساتھ کر دیئے۔

"آج شام افتخار آ رہے ہیں"۔

"جی......" یہ سن کر رخشی کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی جبکہ امی بدستور کہہ رہی تھیں۔

"تمہارے ابو نے کل ان سے بات کی تھی وہ کافی خفا خفا سے لگ رہے تھے بہرحال تمہارے ابو نے جب انہیں یہ بتایا کہ ناسازی طبیعت کے باوجود وہ ان سے ملنے ان کی طرف آ رہے ہیں جس پر افتخار نے خود آنے کی حامی بھر لی"۔ امی، رخشی کو بتا رہی تھیں پھر تشویش سے پوچھنے لگیں۔

"اتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں یہاں آئے ہوئے وہ ہیں کہ انہوں نے پلٹ کر تمہاری خبر تک نہیں لی، آخر پتا تو چلے کہ بات کیا ہے......؟ مجھے تو رخشی! صاف صاف معاملہ کچھ گڑبڑ لگ رہا ہے، سچ سچ بتاؤ کہ کہیں تمہارا افتخار سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا ہے یا پھر تم نے ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام تو نہیں......"

"نہیں امی......" رخشی کے گویا پسینے چھوٹ رہے تھے۔

"ایسی کوئی بات نہیں"۔ اس نے بمشکل کہا تھا۔

"چلو پھر جو بھی بات ہوگی سامنے آ جائے گی"۔ وہ یہ کہہ کر چلی گئیں۔

☆

افتخار کے آنے کے بعد کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر ابو نے افتخار کے ساتھ چائے پیتے ہوئے امی پر نظر ڈالی پھر رخشی کی جانب دیکھ کر کہنے لگے جو ملگجے سے کپڑوں میں افسردہ سی سر جھکائے بیٹھی تھی جبکہ افتخار بدستور امی اور ابو کی جانب متوجہ رہے انہوں نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر رخشی کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

"ہاں تو رخشی بیٹا......"

"جی......" رخشی نے قدرے چونکتے ہوئے



www.pdfbooksfree.pk

مسلسل برستی آنکھیں افتخار پر کچھ اس طرح اثر انداز ہوئیں کہ وہ اصل بات ابرار صاحب اور شاہدہ بیگم کے سامنے کہتے کہتے رہ گئے اور ان کے بے حد اصرار پر صرف یہ ہی کہہ سکے کہ۔

''میں اس روز آفس سے بے حد تھکا ہوا آیا تھا اور یہ مسلسل جلد از جلد مایوں میں جانے کے لئے ضد کررہی تھیں جس پر ہمارے بیچ چپقلش ہوگئی بس یہ ہی بات تھی جس پر ہمارے بیچ زبردست تکرار ہوئی اور جو خفگی کا باعث بنی''۔ یہ ساری بات سن کرامی کی جان میں جان آئی تھی اور انہوں نے سکون کا سانس لیا تھا اور ساتھ ہی اطمینان بھرے لہجے میں بولی تھیں۔

''ارے بیٹا افتخار! اگر بس اتنی سی بات تھی تو تم نے ہمیں اسی دن بتانا تھا ناں بیٹا میں اس کی اسی وقت خبر لیتی''۔ پھر رخشی کی جانب رخ کرتے ہوئے بولیں۔

''اور تمہیں اس روز ہوائی گھوڑے پر سوار ہونے کی کیا ضرورت تھی' جب دیکھ رہی تھیں کہ تمہارا شوہر تھکا ماندہ گھر آیا ہے تو پہلے اسے کھانے چائے کو پوچھتیں پھر گھر سے نکلتیں اور پھر اس روز اگر مایوں کی رسم میں شرکت نہ بھی کر پاتیں تو کوئی آسمان نہیں ٹوٹ پڑتا' تمہیں افتخار کی مشکلات کو سمجھنا چاہئے' ایک تو وہ اتنے مصروف آدمی ہیں اوپر سے گھر اور باہر کے سارے کام اکیلے کرنے والے ہیں' ماں ان کی الگ بیمار ہیں تو علاوہ کس کس کو دیکھیں' تم نے بہت غلط کیا کہ اس دن محض مایوں میں شریک ہونے کی وجہ سے انہیں اتنا پریشان کیا' تو اپنے اس عمل کے لئے تمہیں نہ صرف ان سے بلکہ ان کی اماں سے بھی معافی مانگنی چاہئے سمجھیں تم''۔ جس پر رخشی نے جواباً باقاعدہ رو پڑی' سسکیوں کے دوران ان سے کہا۔

''آپ مجھے معاف کردیں''۔ جس پر افتخار نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر ابو سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔

''اچھا امی! اب میں چلتا ہوں بہت دیر ہورہی ہے اماں انتظار کررہی ہوں گی''۔

''ارے ایسے کیسے بیٹا! کھانا تیار ہے کھانا کھا کر جانا''۔ امی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی رخشی سے کہنے لگی تھیں۔

''اور تم یہ بیٹھی بیٹھی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو' جاؤ جا کے جلدی سے اپنا اور اپنی بچی کا سامان پیک کرو' اگر پہلے ہی دن تم نے مجھے اصل بات بتادی ہوتی تو آج نہ یوں خود پریشان ہوتیں اور نہ ہی ہمیں تشویش میں مبتلا کرتیں''۔ راستے بھر افتخار نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی جبکہ دوسری طرف رخشی سر جھکائے بیٹھی رہی اور اس کی گود میں روما بدستور سوتی رہی۔

☆

دن اپنی مخصوص رفتار کے مطابق گزر رہے تھے اماں اور مریم کو غالباً اصل صورتحال کا علم نہیں تھا لہٰذا وہ اس سے ہمیشہ کی طرح بڑے تپاک سے ملیں اور وہ بھی پہلے ہی کی طرح جی جان سے اماں اور گھر کی دیکھ ریکھ میں لگ گئی تھی اور جیسے سب کچھ پہلے جیسا ہوگیا ماسوائے افتخار کے رویئے کے' جس میں ذرہ برابر فرق نہ آیا' وہ ہنوز اس سے بے زار اور اکھڑے اکھڑے سے رہتے' حالانکہ رخشی اب پہلے سے بھی کہیں زیادہ ان کا خیال رکھنے لگی تھی' لیکن ان کے طرز عمل میں کوئی لچک پیدا نہ ہوسکی۔

اس روز رخشی کو صبح سے ہی تیز بخار تھا دوسرے باتھ روم میں پھسل جانے کے باعث اس کی کمر اور ٹانگوں میں شدید درد تھا' لیکن ان سب کے باوجود وہ ہمت کرکے اٹھی اور معمول کے کام کسی نہ کسی طرح نمٹانے لگی۔ اسی دن مریم نے اپنے گھر پر میلاد و قرآن خوانی کا اہتمام کر رکھا تھا۔ اماں اور رومارات ہی سے وہاں چلے گئے تھے۔ رخشی کو سب کاموں سے فارغ ہوکر شام تک افتخار کے ساتھ وہاں جانا تھا۔ اس روز اتفاق سے افتخار میٹنگز سے فارغ ہوکر جلد گھر آگئے تھے' ان کا ارادہ چند اہم کاغذات لے کر دوبارہ آفس جانے کا تھا' لیکن


www.pdfbooksfree.pk

کہا تھا۔

''اب بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ کیوں افتخار بیٹا! کیا بات ہے؟ تم شادی تک میں نہیں آئے کیا ہم سے کوئی خطا سرزد ہوگئی ہے......؟'' ابرار صاحب ایک با اصول آدمی تھے جن سے کبھی کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی' تو ان کی بات سن کر افتخار فوراً کہنے لگے۔

''آپ کیسی باتیں کررہے ہیں ... بھلا آپ سے مجھے کیا شکایت ہوگی''۔ اتنا کہتے ہوئے انہوں نے پہلی بار تیکھی نظروں سے رخشی کو دیکھا تھا' جس پر اس نے ندامت سے سر جھکا لیا تھا۔

''بس کچھ کاروباری مصروفیات اور کچھ اماں کی طبیعت کے باعث میں شادی میں شریک نہیں ہوسکا''۔ یہ کہہ کر انہوں نے پھر طنزیہ انداز میں رخشی کی جانب دیکھا تھا جس کا چہرہ دھواں دھواں ہورہا تھا۔

''اسی لئے تو بیٹا' ہم فکر مند ہورہے تھے' ایک طرف تمہاری بزنس کی مصروفیات دوسری جانب اماں کی بیماری کے باعث اکیلے ہونے کی وجہ سے تمہیں بے حد دشواریوں کا سامنا ہوگا' اسی خیال سے رخشی......''

''جی قطع کلامی معاف......'' اس بار افتخار کے لہجے میں تلخی گھلی تھی۔

''میں نہیں چاہتا تھا کہ رخشی کے تفریح وطبع میں کوئی خلل واقع ہو' وہ آرام سے جی بھر کے اس شادی کو انجوائے کرے اسی لئے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا''۔ تو ان کے لہجے میں چھپی چبھن کو محسوس کرکے رخشی نے بے چین ہوکر پہلو بدلا تھا' جبکہ امی' ابو ان کے اس کھلے طنز کو محسوس کرتے ہوئے انہیں قدرے تعجب سے دیکھنے لگے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد امی نے گفتگو میں پہلی بار حصہ لیتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! جب لڑکی اپنے گھر بار کی ہوجاتی ہے تو پھر تفریح و طبع کیسی' اسے تو بس ہر وقت اپنے گھر کی فکر ستائے جاتی ہے کہ شادی کے بعد اس کی ذمے داریوں میں مزید اضافہ جو ہوجاتا ہے جو اسے بردبار بنا دیتی ہیں' بہر طور اب یہ سب چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ اب تمہاری اماں کی طبیعت کیسی ہے......؟''

''جی پہلے سے بہتر ہے''۔ افتخار نے مختصراً جواب میں کہا تھا اور ایک مرتبہ پھر گھائل نظروں سے رخشی کو دیکھنے لگے۔

''چلو اللہ کا شکر ہے' تو بیٹا! میں یہ کہہ رہی تھی کہ خیر سے شادی تو نمٹ گئی اور دعوتوں کے سلسلے بھی تقریباً ختم ہوگئے تو اگر تم مناسب سمجھو تو رخشی کو بے شک اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو' کیونکہ اس کی وہاں ضرورت ہوگی' اماں بے چاری بیمار ہیں کب تک بھلا اکیلی رہیں گی اور مریم بھی ماشاء اللہ اپنے گھر کی ہے وہ بھی کب تک ماں کے پاس آئے جائے گی''۔ جس پر افتخار نے قدرے رکھائی سے کہا۔

''امی! آپ اس جانب سے تو بالکل بے فکر رہیں میں نے ان کے لئے ایک فل ٹائم میڈ رکھ لی ہے' اس لئے ان کی جانب سے کسی کو تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں''۔ اس بار ان کا لہجہ کافی کاٹ دار تھا' جس پر امی ابو دونوں نے تعجب سے انہیں دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹا......؟'' امی کے لہجے سے پریشانی صاف عیاں تھی۔

''کوئی بات ہوگئی ہے تم میں اور رخشی میں...... اگر ایسا ہے تو ہمیں بتاؤ' یقین جانو افتخار کہ تم بھی میرے بیٹے کی طرح ہو لہٰذا کھل کر بات کرو' اگر رخشی کوئی غلطی کر بیٹھی ہے تو ہمیں اس سے آگاہ کرو تاکہ اس کا تدارک کیا جاسکے اور اسے اس حوالے سے سرزنش کی جاسکے۔

''یہ آپ انہی سے پوچھ لیں آپ کے سامنے بیٹھی ہیں''۔ افتخار اب باقاعدہ کھا جانے والی نظروں سے رخشی کو دیکھ رہے تھے' تو یہ دیکھ کر کہ اب بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے' رخشی کی آنکھیں بے اختیار برسنے لگیں اور وہ نہایت بے چارگی سے افتخار کو دیکھنے لگی' جس میں التجائیں ہی التجائیں تھیں' دونوں کی نگاہیں آپس میں ٹکرائیں تو محض چند لمحوں میں رخشی

جب انہوں نے یہ دیکھا کہ رخشی کی طبیعت ناساز ہے اور وہ گھر پر اکیلی ہے تو غالباً انہوں نے واپس جانے کا ارادہ ترک کردیا تھا اور پھر وہیں بیڈ روم میں بیٹھ کر فائلوں کا جائزہ لینے لگے کہ اسی اثناء میں انہیں کوریڈور میں دھڑام سے کسی کے گرنے کی آواز آئی' وہ بھاگ کر باہر آئے جہاں رخشی فرش پر اوندھے منہ گری ہوئی تھی اور درد کی شدت کے باعث کراہ رہی تھی تو دیکھ کر افتخار تیر کی سی تیزی سے آگے بڑے اور اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹاتے ہوئے بولے۔

''جب طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو تمہیں کس حکیم نے یہ مشورہ دیا ہے کہ کام کئے جاؤ''۔ ان کے لہجے سے جھنجھلاہٹ وغصہ صاف عیاں تھا' کچھ شدید کرب و تکلیف تو کچھ افتخار کی مسلسل بے اعتنائی کے باعث رخشی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ تین ماہ ہو چکے تھے لیکن جب سے رخشی واپس گھر آئی تھی انہوں نے اس سے سیدھے منہ بات نہیں کی تھی یہ ہی نہیں بلکہ اس کے آنے کے بعد سے وہ مسلسل گذشتہ تین مہینوں سے اسٹڈی میں الگ سو رہے تھے' تو افتخار کی یہ بے گانگی یہ لاتعلقی اسے اپنی ہی نظروں میں گرائے دے رہی تھی۔

''میں نے ایسا کیا کردیا کہ میرا کوئی طرز عمل اس پتھر دل کو موم کرکے نہیں دے رہا''۔ رخشی درد کی شدت کے باعث کراہتے ہوئے مسلسل روئے جارہی تھی اور ساتھ ہی اس نہج پر سوچے جارہی تھی آج وہ دل میں تہیہ کر بیٹھی تھی کہ خواہ کچھ ہوجائے وہ ان سے ہر حال میں یہ پوچھ کر رہے گی کہ۔

''میں نے آخر ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی وہ مجھے اتنی کڑی سزا دے رہے ہیں''۔ یہ ہی کچھ سوچتے ہوئے اس نے جاتے ہوئے افتخار کا ہاتھ تھام لیا۔

''پلیز افتخار! مجھ سے اس طرح پیش نہ آئیں یوں مجھ سے ناراض نہ ہوں' آخر مجھے بتائیں تو سہی کہ میں نے ایسا کیا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے......'' اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی۔ افتخار نے ایک جھٹکے سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوالیا اور کٹیلے لہجے میں بولے۔

''تمہیں نہیں معلوم تم نے کیا' کیا ہے......؟'' جس کے جواب میں رخشی کی نگاہیں شرمندگی سے جھکتی چلی گئیں اور وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

''اگر آپ اس دن والے واقعہ کی بات کررہے ہیں جس دن مایوں میں جانے سے قبل ہمارے بیچ تلخ کلامی ہوئی تھی تو اس کے لئے میں آپ سے معافی مانگ چکی ہوں''۔

''تو تمہارے خیال میں یہ کافی ہے اس بات کے لئے۔ جانتی بھی ہو تم نے میری بیمار ماں کیلئے کیا الفاظ استعمال کئے تھے' یاد ہے تمہیں کچھ کہ ایک دن اگر انسان دوائیں نہیں کھائے گا تو کوئی مر نہیں جائے گا' اور یہ کہتے وقت تم بھول گئیں کہ یہ بات تم کس عورت کے لئے کہہ رہی ہو' جو رشتے میں تمہارے شوہر کی ماں ہے' میری وہ عظیم ماں جس نے ساری زندگی دکھ جھیلے' جس نے محض ہم دونوں بہن بھائی کی پرورش و تعلیم و تربیت کے لئے اپنی نوجوانی کے دن سخت محنت مشقت میں گزارے، میرے والد کے انتقال کے بعد انہوں نے کیسے کیسے مصائب جھیلے' تکلیفیں اٹھائیں کہ جن کا تم تصور بھی نہیں کرسکتیں' وہ اتنی مخلص اور سادہ مزاج عورت ہیں جس نے کبھی تمہیں یہ احساس نہیں دلایا کہ یہ تمہارا سسرال ہے' ہمیشہ تمہیں اپنی بیٹی کی طرح چاہا ہے اور تم...... تم وہ ناشکری عورت ہو جیسے میری ماں کے طفیل یہ بنی بنائی جنت ملی ہے''۔

''افتخار......'' رخشی اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔

''میں کچھ غلط نہیں کہہ رہا''۔ افتخار اس پر بدستور گرجتے برستے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''خدا کی قسم اگر مجھے تمہارے والدین کا خیال نہ ہوتا تو آج...... آج تم دوبارہ اس گھر میں رہتی ہوئی نظر نہ آرہی ہوتیں''۔

''اوہ خدایا......'' رخشی کا یہ سن کر اوپر کا سانس



اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا تھا اس بات کا خمیازہ اسے اس طرح بھگتنا پڑتا یہ سوچ کر ہی وہ جی جان سے لرز گئی' جبکہ افتخار غیض و غضب کے عالم میں بدستور کہہ رہے تھے۔

''وہ تو شکر مناؤ کہ تمہارے والدین بہت سلجھے ہوئے اور سمجھ دار ہیں' انہوں نے آج تک نہ کبھی ایسی بات کی نہ عمل کہ جس سے دلوں یا تعلقات میں نفرت پیدا ہوں تو صرف ان ہی کے مرہون منت تم دوبارہ سے اس گھر میں نظر آرہی ہو' بخدا اگر ابو مجھ سے از خود رابطہ نہ کرتے تو میں تمہیں کبھی لینے نہ آتا کہ بلاشبہ تم کسی طور پر اس جنت کی حق دار نہیں ہو''۔ آخری بات کہتے کہتے افتخار کا لہجہ تلخ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند بھی ہوگیا تھا' تو یہ سب سن کر رخشی کا رو رو کر برا حال ہورہا تھا' ساتھ ہی دل ہی دل میں وہ اس وقت کو کوستی رہی تھی کہ جب محض بہن کی مایوں میں شرکت کی جلد بازی میں اس کے منہ سے اتنے ناشائستہ الفاظ نکل گئے تھے جو کسی طور پر تہذیب و اخلاق کے دائرے میں نہیں آتے' لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ کہتے ہیں کمان سے نکلا تیر اور زبان سے نکلے ہوئے الفاظ دوبارہ کبھی لوٹ کر واپس نہیں آئے لہٰذا اس سنگین صورتحال کا تدارک صرف اس طرح کیا جاسکتا تھا کہ وہ پہلے کی طرح اپنی خدمت گزاری اور وفا شعاری سے افتخار کا پتھر دل موم کرنے کی کوشش کرے اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔

اسے یاد آرہا تھا کہ اس کی امی اکثر ان دونوں بہنوں کو کہا کرتی تھیں کہ ازدواجی زندگی ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کا نام ہے کہ جہاں ذرا سی بات نہ صرف یہ کہ بسے بسائے گھر کو اجاڑ سکتی ہے بلکہ اجڑے گھر کو بسا بھی سکتی ہے' لہٰذا اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے رخشی جی جان سے سب کی خاص طور پر اماں کی خدمت میں جت گئی اور ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی' حتیٰ کہ ایک وقت آیا جب ان کے آپریشن کے وقت انہیں خون کی اشد ضرورت پڑی تو ایک ہی گروپ ہونے کے باعث بنا کسی پس و پیش کے اپنے خون کی دو بوتلیں انہیں دیں اور صرف یہ ہی نہیں خون دینے اور اپنی مسلسل بیماری کے باوجود بنا کسی آہٹ کے افتخار اور مریم کے منع کرنے کے باوجود وہ ہاسپٹل سے ہلی تک نہیں اور جب اماں مکمل طور پر صحت یاب ہوکر گھر آگئیں تب اس نے سکھ کا سانس لیا۔

☆

اس روز افتخار کا والہانہ پن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ مہمانوں سے بھرے گھر کے باوجود جو سب کے سب اماں کی تیمارداری کے لئے آئے ہوئے تھے' بار بار کسی نہ کسی بہانے سے رخشی کے پاس آرہے تھے اور پھر جب رات تمام مہمانوں کو رخصت کرکے گھر سمیٹا اور اماں کو پرہیزی کھانا کھلانے' دوائیں دینے کے بعد رخشی سونے کی غرض سے اپنے کمرے میں آکر لیٹی تو اس کے جسم کا جوڑ جوڑ درد کررہا تھا' تھکن سے اس کا برا حال تھا اور شدید نیند کے باعث اس کی آنکھیں بند ہوئے جارہی تھیں' پر ادھر افتخار جو تقریباً پانچ ماہ بعد اس کی طرف آئے تھے وہ آج نہ خود سونے کے موڈ میں لگ رہے تھے نہ ہی اسے سونے دے رہے تھے۔ اسی رات افتخار نے کچھ اس قدر ٹوٹ کر اپنی بے قراریوں و بے تابیوں کا اظہار کیا کہ ان کے دیوانگیوں سے بھرے جذبات نے رخشی کو شادی کے ابتدائی دن یاد دلا دیے مگر اس وقت اس کا دھیان پریم میں رچی بسی اس برکھا کی جانب نہیں تھا جس نے اس کا روم روم مہکا کر رکھ دیا تھا بلکہ اس کے کانوں میں مسلسل یہ الفاظ گونج رہے تھے۔

''ازدواجی زندگی ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کا نام ہے کہ جہاں ذرا سی بات نہ صرف یہ کہ بسے بسائے گھر کو اجاڑ سکتی ہے بلکہ اجڑے گھر کو بسا بھی سکتی ہے''۔ تو بلاشبہ رخشی نے اپنی دانش مندی سے بالآخر اپنے بکھرتے ہوئے گھر کو ٹوٹنے سے بچالیا تھا۔

☆



www.pdfbooksfree.pk

سباس گل

قسط نمبر 12۔

سلسلے وار ناول

# اعتبارِ عشق

''عینی تو وہ یہاں بھی نہیں ہے''۔ نفیس کے قدم ڈگمگا گئے' انہوں نے صوفے کی بیک پکڑ کر خود کو گرنے سے بچایا' وہ دونوں پریشان ہو گئیں۔

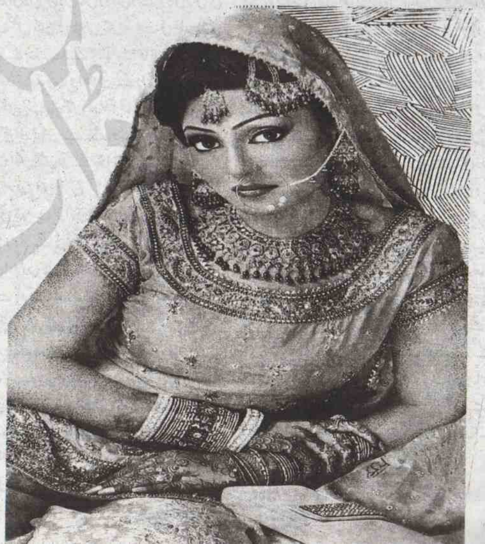

www.pdfbooksfree.pk

''نفیس بیٹا! کیا ہوا تمہاری طبیعت خراب ہے کیا؟ آؤ بیٹھو' ثوبیہ پانی لے کر آؤ''۔ سمیرہ بیگم نے انہیں بازو سے پکڑ کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے ثوبیہ بھابی سے پانی لانے کو کہا' وہ فوراً پانی کا بھرا گلاس لے آئیں۔ نفیس اپنا دل تھام کر صدمے سے گنگ بیٹھے تھے' ان کا پورا بدن پسینے پسینے ہو رہا تھا' ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر روئیں' لیکن ضبط کرنا ہی ان کی مردانگی کا تقاضا تھا سو ضبط کر رہے تھے۔

''لو بیٹا! پانی پیو''۔ سمیرہ بیگم نے انہیں گلاس پکڑا دیا' انہوں نے تین چار گھونٹ حلق سے نیچے اتارے اور گلاس میز پر رکھ دیا۔ ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''نفیس بھائی! بتایئے ناں کیا ہوا ہے؟'' ثوبیہ بھابی نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

''میری عینی تو ٹھیک ہے ناں' کہاں ہے وہ؟'' سمیرہ بیگم نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''پتا نہیں پھپھو! عینی کل صبح گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی''۔ وہ کانپتی آواز میں بولے۔

''کیا......؟'' سمیرہ بیگم کا تو دل دہل گیا' ثوبیہ بھابی کو جیسے کرنٹ سا لگا تھا' وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئیں۔

''جی پھپھو! کل اس نے مجھے آفس سے چھٹی کرنے کا کہا تھا' مجھے بہت کام تھا آفس میں اِس لئے میں صرف ایک گھنٹے کیلئے آفس گیا تھا' اسے بتا کر گیا تھا کہ دو گھنٹے تک آ جاؤں گا' اس نے ہنسی خوشی مجھے خدا حافظ کہا تھا لیکن جب میں ایک گھنٹے بعد گھر پہنچا تو وہ جا چکی تھی اور پھپھو! وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے گئی سوائے تصویروں کے اس البم کے جو تین چار دن پہلے میں نے اسے گفٹ کیا تھا۔ اس کی ہر چیز جہاں تھی وہاں اب بھی موجود ہے' لیکن......وہ نہیں ہے پھپھو! میں نے اسے ہر جگہ تلاش کیا' شہر کا چپہ چپہ چھان مارا ہے' آتے ہوئے اس کی میڈم خدیجہ سے بھی اس کا پتا لینے گیا تھا مگر وہ وہاں بھی نہیں ہے' وہ یہاں بھی نہیں آئی تو......کہاں گئی پھپھو؟ میں نے تو اس کے جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہی اسے ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا لیکن......وہ مجھے کہیں نہیں ملی' نجانے کہاں چلی گئی عینی' کس حال میں ہو گی وہ؟'' نفیس نے بھیگی آواز میں ساری تفصیل ان کے گوش گزار کر دی۔

''یا اللہ! تو میری بچی کو اپنی امان میں رکھنا' میری عینی بلاوجہ گھر چھوڑ کر نہیں گئی' ضرور کوئی بڑی وجہ ہو گی' تم نے کنول سے نہیں پوچھا وہ تو گھر پر ہو گی''۔ سمیرہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

''کنول اور اس کی ممی گھر پر ہی تھیں' ان کا کہنا ہے کہ عینی......کسی لڑکے کے ساتھ......''

''بکواس کرتی ہیں وہ' ہماری عینی ایسی نہیں ہے''۔ ثوبیہ بھابی نے غصے سے ان کی بات کاٹ کر کہا تو سمیرہ بیگم زار و قطار روتے ہوئے بولیں۔

''ہاں یہ تہمت ہے میری عینی پر' میری بیٹی بہت معصوم ہے۔ سلمیٰ بیگم نے ضرور کوئی چال چلی ہو گی۔ ہائے میری بچی کو کس حال میں ظالموں نے گھر سے نکال دیا' اللہ سمجھے تمہیں سلمیٰ بیگم تمہیں۔ میری عینی تو بہت صابر و شاکر اور معصوم ہے۔ یہ کنول کی ماں کی سازش ہے' میری عینی کو ڈھونڈو نفیس! وہ مر جائے گی' ارے اس کی حالت تو ایسی نہیں تھی کہ وہ اتنا بڑا صدمہ جھیل سکتی اور بے سروسامانی کے عالم میں کیا کرے گی وہ؟ یا اللہ تو ہی میری بچی کو سنبھالنے والا ہے' اسے اپنی امان میں رکھنا''۔

''پھپھو جان! سنبھالیں خود کو' میں تو آپ سے حوصلہ مانگنے آیا تھا' میں اپنے طریقے سے اس سارے کھیل کے پیچھے چھپے چہروں کو سامنے لاؤں گا' ثبوت کے بغیر میں کنول یا سلمیٰ آنٹی سے کوئی بات نہیں پوچھ سکتا' ان کی باز پرس نہیں کر سکتا' میں نے عینی کو تو کھو دیا ہے' اب میں کنول کو نہیں گنوانا چاہتا''۔ نفیس نے سمیرہ بیگم کے ہاتھ تھام کر پُرنم



لہجے میں کہا۔

''نفیس بھائی! آپ کو کنول بھابی کے خلاف ثبوت مل گئے تو کیا تب بھی آپ......''

''میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا''۔ نفیس نے کھڑے ہو کر ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''میرا اعتبار پارہ پارہ ہوا ہے' میرا دل کرچی کرچی کیا گیا ہے' میری عینی کو دکھ دیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا' خواہ وہ کنول ہی کیوں نہ ہو''۔

''السلام وعلیکم خواتین و حضرات!'' عین موقع پر ردا چہکتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو اندر کا منظر دیکھ کر اس کی ساری شوخی ہوا ہو گئی۔

''امی جان! آپ رو رہی ہیں' بھابی آپ بھی......نفیس بھائی! آپ کی آنکھیں بھی بھیگ رہی ہیں' کیا ہوا ہے سب ٹھیک تو ہے ناں؟'' ردا نے پریشان ہو کر پوچھا تو ثوبیہ بھابی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''عینی کل نفیس بھائی کا گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے''۔

''کک......کیا عینی چلی گئی؟ نہیں''۔ ردا کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔

''عینی کو میں نے ہر جگہ تلاش کر لیا ہے وہ کہیں نہیں ملی سوائے میرے دل کے وہ کہیں نظر نہیں آئی مجھے' اللہ جانے کہاں ہے وہ؟'' نفیس نے بھرائی آواز میں کہا۔

''اپنی کنول بیگم سے پوچھیں جا کر عینی کہاں ہے؟ عینی گئی نہیں ہے اسے اس گھر سے نکالا گیا ہے''۔ ردا نے غصے اور دکھ سے لرزتی آواز میں کہا۔

''تم اتنی بڑی بات کیسے کہہ رہی ہو؟'' سمیرہ بیگم نے روتے ہوئے پوچھا۔

''امی جان! کنول بھابی نے شروع دن سے عینی آپی کو ٹارچر کیے رکھا تھا' وہ نفیس بھائی کے سامنے ان پر صدقے واری جاتیں اور ان کی عدم موجودگی میں انہیں اذیتیں پہنچاتی تھیں۔ عینی آپی صرف اس لئے خاموش رہیں کہ نفیس بھائی کو کنول بیگم پر بہت اعتبار تھا' وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کا اعتبار ٹوٹے اور عینی آپی ان کا اعتبار بچاتے بچاتے خود اس عیار عورت کے ہاتھوں ٹوٹتی رہیں۔ نفیس بھائی! آپ نے اچھا نہیں کیا میری عینی بہن کے ساتھ' آپ کبھی ان کی باتوں پر دھیان ہوتا تو آج وہ ہمارے پاس ہوتیں''۔

''ردا! چپ کرو کیوں الزام دے رہی ہو نفیس کو' اس کا کیا قصور ہے؟ یہ تو خود دکھی ہے' عینی سے بہت پیار کرتا ہے۔ ارے پگلی! اعتبار تو اس کا ٹوٹا ہے' پیار تو اس کا چھینا گیا ہے' زخم تو اس کے دل پہ لگا ہے' اسے مزید دکھی مت کر ردا!'' سمیرہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

''امی جان! عینی کو جو دکھ اس گھر میں ملتے رہے وہ آپ نہیں جانتیں' عینی نے ہم سب کے اطمینان اور سکون کی خاطر' اپنی پریشانی ہم سے چھپائے رکھی' وہ تو کنول بیگم کے لندن سے صبح' دوپہر' شام' رات ٹیلی فون آنے سے ہمیں پتا چلا کہ عینی کے ساتھ کنول کیا سلوک کر رہی ہیں''۔ ردا نے کہا۔

''کنول نے لندن سے عینی کو یہاں فون کیا تھا؟'' نفیس نے حیرانگی سے پوچھا۔

''جی ہاں نفیس بھائی! وہ شاید یہ چیک کرنا چاہ رہی تھیں کہ کہیں عینی آپ کے پاس تو نہیں چلی گئی۔ آپ کو یاد ہو گا آپ عینی کو آفس جاتے وقت یہاں چھوڑ جاتے تھے' اس دوران ہی کنول بیگم کے دھمکی آمیز فون آیا کرتے تھے' وہ عینی کو میکے بٹھانا چاہتی تھیں اور سسرال میں آباد ہونے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتی تھیں۔ انہیں آپ کی جائیداد میں عینی کا وارث نہیں چاہیے تھا' وہ عینی کو طلاق دلوانا چاہتی تھیں۔ عینی ان کی گالیاں' ان کی دھمکیاں سنتی

www.pdfbooksfree.pk

اور سہتی رہی' آپ سے جب بھی کہنا چاہا آپ نے اس سے کنول بیگم کے بارے میں ایسی اعتبار بھری باتیں کرنا شروع کر دیں کہ وہ بے چاری کچھ نہ بتا سکی' اسے ڈر تھا کہ آپ اس کا اعتبار نہیں کریں گے۔ کنول بیگم نے اسے ایک دن بھی چین سے نہیں رہنے دیا"۔

"بس کریں بھابی پلیز! خدا کے لیے خاموش ہو جائیں میرا دل پھٹ جائے گا"۔ نفیس نے ثوبیہ بھابی کی بات کاٹ کر ٹوٹتے لہجے میں کہا' وہ کنول کے بارے میں باتیں سن کر تنکا تنکا بکھر گئے تھے۔ ان کی رگ رگ میں موت کا سا سکوت طاری تھا۔ وہ بے دم سے ہو کر صوفے پر ڈھے گئے تھے۔ ان کا سر گھوم رہا تھا۔

"عینی کہاں ہو گی کس حال میں ہو گی میری بہن؟" ردا' سمیرا بیگم کے گلے سے لگ کر روتے ہوئے بولی تو سمیرہ بیگم ہچکیاں لے کر رونے لگیں۔ یہ سارے انکشافات انہیں اندر سے مار رہے تھے۔ ان کا دل عینی کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

☆

نفیس نیم جاں حالت میں جیسے تیسے گھر پہنچے تو کنول اور سلمیٰ بیگم کے ہنسنے کی آواز پر ان کے کمرے کے قریب سے گزرتے گزرتے رک سے گئے اور کان ان کی آواز پر لگا دیئے۔

"ممی! آپ کا آئیڈیا تو کمال نکلا۔ نفیس کو یقین تو آ ہی گیا ہے کہ عینی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے' انہیں کیا خبر کہ ہم نے اسے کس طرح گھر سے نکلنے پر مجبور کیا ہے' لیکن ممی! ایک خدشہ ہے مجھے کہ کہیں عینی اپنے بچے کو لے کر یہاں کبھی آ نہ جائے اپنے بچے کا حق مانگنے' آخر کو وہ بچہ ہے تو نفیس کا ہی نا"۔ کنول بہت خوشگوار لہجے میں بول رہی تھیں اور نفیس کا ہاتھ اپنے دل پر تھا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں مزید گرتے جا رہے تھے۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو' وہ ذرا سی لڑکی اتنا بڑا الزام اور صدمہ بھلا کیسے برداشت کر سکتی ہے' اب تک تو مر کھپ گئی ہو گی بچے سمیت۔ بے گناہ' بے چارہ تو اس غم میں ہی مر جاتا ہے کہ اسے بے گناہ ہونے پر سزا سنائی گئی ہے اور پھر نفیس سے جدائی کا دکھ الگ تھا' کہاں بچی ہو گی عینی۔ بس اب تم نفیس کو اپنے قابو میں کرنے کی کرو' اچھا موقع ہے اپنی اہمیت جتانے اور منوانے کا' اسے احساس دلانے کا کہ تم سے زیادہ اس کے ساتھ کوئی مخلص نہیں ہے' تم اس سے بہت پیار کرتی ہو' باوفا بیوی ہو' اس کی خوب دلجوئی کرو اگر تب بھی عینی کو دل سے نہ بھلائے یا اسے بدکردار نہ سمجھے تو...... وہی نسخہ آزمانا جو ہم نے عینی کو یہاں سے بھگانے کیلئے آزمایا تھا۔ کیسا کامیاب نسخہ ہے' اپنی عزت کی خاطر اسے یہاں سے جاتے ہی بنی"۔ سلمیٰ بیگم نے بہت مکاری سے فاتحانہ انداز میں کہا اور دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔ نفیس کی زبان تالو سے لگ گئی۔ وہ دکھ اور صدمے کی حالت میں ان سے کچھ کہنے کی ہمت اور سکت خود میں نہیں پا رہے تھے۔ بہت مشکل سے چلتے ہوئے عینی کے کمرے میں آئے اور اس کے بستر پر گر گئے۔ انہیں یاد آ رہا تھا کہ عینی ان دنوں کتنی پریشان اور خوفزدہ تھی' جبھی تو وہ اسے اسلام آباد مری لے گئے تھے ہنی مون کا تو بہانہ تھا' اصل میں تو وہ اسے اس پریشانی سے دور لے جانا چاہتے تھے جو وہ انہیں بتا نہیں رہی تھی۔

"نفیس! میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر' میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں ہمیشہ' زندگی کی آخری سانس تک مجھے آپ کا ساتھ چاہیے' مجھے اپنی زندگی سے باہر مت نکالئے گا ورنہ میرا دم نکل جائے گا نفیس"۔ انہیں عینی کی کہی ہوئی یہ باتیں یاد آئیں تو ان کی تڑپ اور بے قراری مزید بڑھ گئی۔

"عینی! جب تک میں زندہ ہوں تمہیں بھی زندہ رہنا ہو گا۔ کاش تم مجھے سب کچھ بتا دیتیں' کاش میں ہی تمہاری باتوں کو سمجھ لیتا' کنول پر شک کر لیتا تو آج میرا یقین تو نہ ٹوٹتا"۔ نفیس نے اسے دل میں مخاطب کر کے کہا' آنسو ان کی



آنکھوں سے بے اختیار بہتے چلے جا رہے تھے۔

"نفیس! آئی لو یو"۔ عینی کی آواز انہیں اپنے کان کے قریب سنائی دی تو وہ اچھل گئے۔ بے قراری سے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں مگر عینی تھی نہ اس کا سایہ' یہ تو اس کے ماضی کا جملہ تھا جو انہیں تڑپا گیا تھا اور بہت کچھ یاد دلا گیا تھا۔

"تم نے صحیح کہا تھا عینی! بعض اوقات انسان کے دعوے اور اندازے غلط بھی ثابت ہو جاتے ہیں' میں نے کنول کو کیا سمجھا تھا اور وہ کیا نکلی"۔ نفیس روتے ہوئے دل میں اس سے مخاطب تھے۔

"نفیس! میری ایک بات مانیں گے؟" جملے گونج رہے تھے۔

"نفیس! اگر مجھے کچھ ہو جائے تو......" وہ اضطرابی کیفیت کا شکار تھے۔

"نفیس! بیٹا ہو یا بیٹی اگر میں نہ رہوں تو آپ میرے بچے کو ثوبیہ بھابی کی گود میں دے دیجیے گا اس کی پرورش کیلئے"۔ وہ سر تھام کر رہ گئے۔

"میری التجا سمجھ لیں یا وصیت"۔ وہ اچانک یاد آنے پر چونکے۔

"او مائی گاڈ! تو عینی کو اس حد تک خطرہ تھا کنول سے' اس کی ماں سے' اسے اپنی زندگی تک کی بازی ہارتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ کنول...... تم کیا ہو کنول؟ او میرے اللہ! یہ میں نے کس سانپ کو اپنی آستین میں چھپائے رکھا' اپنے دامنِ دل سے لگائے رکھا' جس نے میری ہی خوشیوں کو ڈس لیا' میرے ہی دل میں زہر بھر دیا' میرے دل کا خون کر دیا' میری عینی کو مجھ سے جدا کر دیا۔ کہاں ہو گی عینی؟ اس وقت کس حال میں ہو گی؟" نفیس بری طرح تڑپ تڑپ کر تکیے میں چہرہ چھپا کر رونے لگے۔ اتنی شدت سے وہ کبھی نہیں روئے تھے' کبھی نہیں تڑپے تھے جتنی شدت سے وہ آج رو رہے تھے' تڑپ رہے تھے۔

☆

"زبیدہ! ادھر آؤ میری بات غور سے سنو"۔ کنول نے زبیدہ کو آواز دے کر کہا۔

"جی بیگم صاحبہ!" زبیدہ اپنے گیلے ہاتھ اپنی چادر سے پونچھتی ہوئی ان کے قریب چلی آئی تو کنول نے سپاٹ اور حاکمانہ لہجے میں کہا۔

"تم دس دن کیلئے یہاں سے چلی جاؤ اپنی بیٹی اور شوہر کو لے کر"۔

"پر کہاں جائیں جی' ہمارا تو کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے' بڑی مشکل سے تو یہ ٹھکانہ ملا تھا۔ بیگم صاحبہ! ہم سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دیں جی ہم یہاں سے کہاں جائیں گے' جوان بیٹی کا ساتھ ہے"۔ زبیدہ نے منت بھرے لہجے میں کہا تو وہ اسی لہجے میں بولیں۔

"تم نے نوکری کرنی ہے یا نہیں؟"

"کرنی ہے جی"۔

"تو جو میں کہہ رہی ہوں وہ کرو اور ہاں اگر تم نے نفیس کو عینی کے جانے کے بارے میں کسی قسم کی کوئی بات بتانے کی کوشش کی تو میں تمہیں نوکری سے نکال باہر کروں گی اور تمہارے شوہر کو چوری کے الزام میں اندر کروا دوں گی"۔ کنول نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو وہ سہم کر رہ گئی۔

"نہیں بیگم صاحبہ! ہم صاحب سے کچھ نہیں کہیں گے' خدا کیلئے آپ ہمیں یہاں سے نہ نکالیں' ہم کچھ نہیں بتائیں گے صاحب کو"۔ زبیدہ نے ان کے آگے اپنے ہاتھ جوڑ کر منت بھرے لہجے میں کہا تو چند سیکنڈ وہ سوچ میں گم رہیں پھر بولیں۔

"ٹھیک ہے پھر تم دو چار دن کیلئے یہاں سے غائب ہو جاؤ"۔

www.pdfbooksfree.pk

''بیگم صاحبہ! کہاں جائیں گے ہم؟ ہمارا تو کوئی رشتے دار بھی اتنے دن ہمیں مہمان نہیں رکھے گا''۔ زبیدہ نے مسکین صورت بنا کر کہا۔

''یہ میرا دردِ سر نہیں ہے، کل صبح میں تمہاری شکل نہ دیکھوں یہاں''۔ کنول حکم دے کر چلی گئیں۔

زبیدہ نے رات کو شوکت سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ سنجیدگی سے سوچتے ہوئے بولا۔

''اصل میں بڑی بیگم کو یہ ڈر ہے کہ کہیں ہم نفیس صاحب کو ساری بات نہ بتا دیں''۔

''میرا بھی یہی خیال ہے''۔ زبیدہ نے کہا۔

''اللہ جانے عینی بی بی کہاں ہوں گی؟ میکے بھی نہ گئیں تو کہاں گئی ہوں گی''۔ شوکت نے دکھ سے کہا۔

''ابا! آپ نفیس صاحب کو سب کچھ سچ سچ بتا دیں، عینی باجی کہتی تھیں کہ سچ صرف ایک بار مشکل اور تکلیف کا باعث بنتا ہے مگر جھوٹ ہر بار نئے بہانے مانگتا ہے اور آدمی کو ایک دن شرمسار کرتا ہے لوگوں کے سامنے بھی اور اپنے ضمیر کے سامنے بھی''۔ آمنہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک کہتی تھی عینی بیٹی، مجھے تو وہ تیرے جیسی ہی لگتی تھی۔ اللہ اسے اپنی امان میں رکھے، اس کی مشکل آسان کرے''۔ شوکت نے دل سے کہا۔

''آمین''۔ وہ دونوں دل سے بولیں۔

''پھر کل کیا کرنا ہے شوکت! بڑی بیگم نے تو کہہ دیا ہے کہ صبح تمہاری شکلیں یہاں نظر نہ آئیں مجھے''۔ زبیدہ نے پھر سے مسئلے کی طرف اس کی توجہ دلاتے ہوئے کہا تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''بڑی بیگم کا کیا اعتبار، آج ایک ہفتے کیلئے جانے کا بول رہی ہیں تو کل کو کوئی اور بہانہ بنا کر ہمیں نوکری سے نکال باہر کریں گی۔ ہمیں عینی بیٹی اور نفیس صاحب نے ملازمت دی تھی اور ہم نے اس گھر کا نمک کھایا ہے اسے حلال کرنے کا وقت آیا تو ہم اپنی غرض کے بندے بن جائیں تو اچھی بات نہیں ہے۔ زبیدہ! وہ ہماری بات کا یقین کریں یا نہ کریں ہم انہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیں گے، بھلے سے وہ ہمیں نوکری سے نکال دیں۔ ہم نے اس گھر کی عزت کو اپنی عزت سمجھا ہے تو اب اس کی عزت پر حرف آ رہا ہے تو ہمیں اسے بچانا ہے، میں تو پہلے ہی شرمندہ ہوں اپنے آپ سے میں عینی بیٹی کو روک کیوں نہیں سکا، نجانے وہ کس کے پاس گئی ہوں گی، میں ہوتا تو انہیں کسی محفوظ جگہ چھوڑ آتا''۔

''کہاں چھوڑ آتے اپنے پاس تو رہنے کا ٹھکانہ نہیں تھا اور تیری بھی بیٹی ہے، ذرا سوچ یہ ٹھکانہ بھی ہاتھ سے گیا تو کہاں جائیں گے ہم؟'' زبیدہ نے کہا۔

''اللہ مالک ہے زبیدہ! تو کیوں فکر کرتی ہے، ایک دَر بند ہوتا ہے تو سو دَر کھل بھی جاتے ہیں اور تو بھی تو ماں ہے، ذرا ماں بن کے سوچ کہ اس بیٹی پہ کیا گزر رہی ہو گی، عینی بھی تو کسی کی بیٹی ہے، آج وہ بے آسرا ہو گئی ہے ہمیں اس کی فکر بھی کرنی چاہیے، بیٹیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں، اللہ سب کی عزت قائم رکھے۔ تو آرام سے سو جا صبح ہو گی تو نفیس صاحب سے بات کر لیں گے، آگے اللہ مالک ہے۔ میں تو نفیس صاحب کی حالت دیکھ کر ہی خون کے آنسو روتا ہوں انہیں اپنی بیوی عینی بی بی سے بہت پیار ہے، اللہ عینی بی بی کو زندہ سلامت ان سے ملا دے''۔ شوکت بولتے بولتے لیٹ گیا اور زبیدہ بھی بلب بند کر کے سونے کیلئے لیٹ گئی۔ آمنہ کی آنکھیں عینی کا چہرہ دیکھ رہی تھیں، اسی کو سوچ رہی تھیں، اس کے بارے میں سوچتے سوچتے آمنہ کی آنکھ لگ گئی۔

☆

نفیس ایک ہی شب میں صدیوں کے درد سہہ آئے تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر کنول کا دل کانپ گیا۔ شوکت اور زبیدہ ان کو دور سے دیکھ کر ہی دکھی ہو گئے۔

''نفیس! آپ نے اپنا یہ کیا حال بنا لیا ہے؟'' کنول نے ان کی سرخ سوجی سوجی آنکھوں، بکھرے بالوں، زرد ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

''میں نے بنایا ہے اپنا یہ حال یا......'' وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔

''آپ اس بدکردار لڑکی کے غم میں خود کو ہلکان کر رہے ہیں جسے آپ کی عزت کی پرواہ ہے نہ آپ کی محبت کی''۔ کنول نے جل کر کہا۔

''اسے ان القابات سے مت نوازو، وہ پاکیزہ سیرت اور معصوم ہے''۔ نفیس نے غصے سے کہا تو کنول کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ عینی کیلئے دیوانے ہوئے جا رہے تھے یہ کنول کیلئے ناقابلِ برداشت تھا۔

''اسی لئے گھر سے بھاگ گئی''۔ کنول نے طنز سے کہا۔

''وہ اس حالت میں نہیں تھی کہ بھاگ سکتی''۔ نفیس نے اپنے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ عینی کے یہاں سے جانے کا وہ نسخہ جان کر ہی کنول سے بات کریں گے۔ وہ نسخہ جس کا سلمیٰ بیگم ذکر کر رہی تھیں اور اُس وقت تک نفیس کو اپنے غصے پر قابو رکھنا تھا۔

''آپ کے ذہن پر بہت بری طرح قابض ہے عینی''۔ کنول نے قدرے نرم لہجے میں کہا تو وہ سنجیدگی سے بولے۔

''صرف ذہن پر نہیں دل اور روح پر بھی قابض ہے عینی''۔

''نہیں رہے گی، وہ تصویریں دکھانا ہی ہوں گی انہیں''۔ کنول نے دل میں کہا۔

''تو میری جگہ کہاں ہے؟'' کنول نے ان کے سامنے آ کر ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جہاں پہلے تھی اب وہاں نہیں ہے''۔ نفیس نے معنی خیز بات کہی وہ چونک گئیں۔

''میں سمجھی نہیں''۔

''ایک بات تو بتاؤ یہ تمہاری ممی کا اپنے گھر دل نہیں لگتا کیا جو ہر دوسرے دن یہاں چلی آتی ہیں اور تمہیں الٹی سیدھی پٹی پڑھاتی رہتی ہیں''۔

''آپ میری ممی کے آنے سے ناخوش ہیں، انہوں نے کیا کیا ہے؟''

''یہ تم اچھی طرح جانتی ہو''۔ وہ چائے کا سپ لے کر بولے۔

''ممی ہماری محبت میں چلی آتی ہیں، دو چار دن میں واپس چلی جائیں گی اور ممی کی وجہ سے ہی آج میں اس مقام پر ہوں''۔ کنول نے ناراض لہجے میں کہا۔

''یہی تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ تم اپنی ممی کی وجہ سے آج اس مقام پر ہو، کاش...... کہ تم اپنی سمجھ اور عقل سے کام لیتیں، تمہاری ممی کی شہرت تو یوں بھی مشکوک ہے''۔ نفیس نے سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ زیادتی کر رہے ہیں نفیس!'' وہ بمشکل اپنے غصے کو قابو میں رکھ کر بولیں۔

''زیادتی کون کرتا رہا ہے اور کون کر رہا ہے تم سے بہتر کون جان سکتا ہے''۔ نفیس نے معنی خیز بات کہی۔ کنول کو الجھن سی ہونے لگی مگر موڈ کو خوشگوار بناتے ہوئے بولیں۔

''اچھا چھوڑیں ان باتوں کو، آج بچوں کو باہر گھمانے لے جائیں''۔

''میرا دل نہیں چاہ رہا''۔ انہوں نے جان بوجھ کر انکار کر دیا، ان کا ردعمل جو دیکھنا چاہتے تھے۔



www.pdfbooksfree.pk

''اس کا مطلب ہے کہ آپ کے دل میں صرف عینی کی محبت ہے' میری یا بچوں کی محبت نہیں ہے''۔ کنول نے حسب توقع برا مناتے ہوئے کہا۔

''یہ میں نے کب کہا' تم شک کرنے لگی ہو مجھ پر''۔

''نہیں نفیس! لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ عینی کی وجہ سے اس گھر کا ماحول سوگوار اور ناخوشگوار بنا رہے' آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں میں''۔ کنول نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بہت اپنائیت اور محبت سے کہا۔

''میں تو بہت خوش ہوں۔ بیوی بچے ہیں میرے پاس' اچھا بزنس ہے آرام و آسائش کی ہر چیز موجود ہے اور مجھے کیا چاہیے۔ انسان زندگی میں انہی چیزوں کی خواہش تو کرتا ہے''۔ نفیس نے مسکرا کر کہا۔

''یہ کی ہے نا آپ نے زندہ دلی کی بات' آپ ناشتہ کریں میں آپ کے کپڑے نکال دیتی ہوں' آفس تو نہیں جائیں گے آج آپ؟'' کنول نے خوش ہو کر کہا۔

''جاؤں گا' بہت کام ہے' بچوں کو شام کو گھمانے اور آئس کریم کھلانے لے جاؤں گا' تم بھی تیار ہو جانا سب چلیں گے''۔ نفیس نے اپنے پرانے انداز میں کہا۔

''اور ممی بھی''۔ کنول نے کہا تو نفیس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''سب کچھ تو ہے میرے پاس' بیوی' بچے' مال و دولت' عزت' آسائش اور کیا چاہیے مجھے۔ کیا میں عینی کی جدائی نہیں سہہ سکتا؟'' نفیس نے خود سے سوال کیا۔

''نہیں''۔ ان کے دل نے جواب دیا۔

''عینی! میں تمہیں نہیں بھول سکتا' میری ہر خوشی تمہارے بغیر ادھوری ہے' میں ادھورا ہوں''۔ وہ غم زدہ تھے۔

''عینی! تمہارے بغیر میری زندگی ادھوری ہی رہے گی''۔ نفیس نے اس کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا اور سرد آہ بھر کر تیار ہونے چلے گئے۔ کنول نے ان تصاویر کا لفافہ لا کر عینی کے سرہانے رکھ دیا' آدھا لفافہ تکیے کے نیچے تھا آدھا باہر اور ساتھ ہی نفیس کی گاڑی کی چابیاں اور والٹ بھی رکھ دیا۔

نفیس اپنے اندر اٹھتے درد کے طوفان کو سنبھالتے ہوئے تیار ہو گئے۔ گاڑی کی چابیاں اور والٹ اٹھاتے ہوئے ان کی نظر لفافے پر پڑی تو انہوں نے لفافہ تکیے کے نیچے سے نکال لیا۔

''اس میں کیا ہے؟'' نفیس نے خود سے سوال کیا اور لفافہ کھول کر تصویریں باہر نکالیں' جونہی ان کی نظر پہلی تصویر پر پڑی انہیں زبردست جھٹکا لگا۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور دل تھام کر بیڈ پر بیٹھ گئے۔ کنول نے دروازے سے اتنا منظر دیکھا اور چپکے سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ نفیس نے خود کو بہت مشکل سے سمیٹا اور دوبارہ تصویر پر نظر ڈالی۔ وکی کی تصویر تھی عینی کے ساتھ' عینی اس کے گلے میں بانہیں ڈالے بڑی بے باکی سے مسکرا رہی تھی۔ ایک تصویر میں وہ بنٹی کے ساتھ جڑی کھڑی تھی' تیسری تصویر میں کوئی نامعلوم شخص تھا جس کے ساتھ عینی بہت واہیات انداز میں کھڑی تھی۔ نفیس نے تصویریں لفافے میں بند کر دیں۔

''نہیں...... نہیں یہ میری عینی نہیں ہے' وہ ایسی نہیں ہے' یہ جھوٹ ہے بکواس ہے یہ۔ عینی کا صرف چہرہ استعمال کیا گیا ہے' صرف چہرہ عینی کا ہے' باقی بے حیائی کسی اور کی ہے' یہ میری عینی نہیں ہے اور وکی اور بنٹی جن کو اس نے ایک بار اس گھر میں دیکھا تھا جن سے اس نے بات تک نہیں کی تھی' جن کی بے باک اور بے حیا آنکھوں سے بچنے کی خاطر وہ رات گئے اپنے گھر چلی گئی تھی' ان کے ساتھ یہ...... نہیں یہ سلمٰی آنٹی کی کارستانی ہے' یہ لندن سے لایا گیا وہ نسخہ ہے جس نے میری عینی کو اس گھر سے جانے پر مجبور کر دیا' جس کی وجہ سے وہ میکے سے بھی دور ہو گئی۔ ظاہر ہے ایسی تصاویر



دیکھ کر سوچنے سمجھنے کی زحمت کون کر سکتا ہے۔ غیرت مند شوہر یا بھائی مرنے مارنے کا کام ہی کر سکتا ہے' خوب بہت خوب کنول اینڈ سلمٰی آنٹی بہت خوب...... تم میری توقع سے زیادہ گھٹیا ثابت ہوئی ہو' تف ہے مجھ پر کہ میں تمہیں سمجھ نہیں سکا۔ لیکن عینی کو میں جانتا بھی ہوں اور پہچانتا بھی ہوں' یہ تصاویر عینی کی نہیں ہیں' اس کے شانے پر کوئی سیاہ نشان نہیں تھا' اس کے ہاتھوں کی انگلیاں چپٹی نہیں تھیں' مخروطی نرم ملائم انگلیاں ہیں اس کی تو' وہ پاک ہے' معصوم ہے پاکیزہ ہے۔ اس کی محبت اس کے لہجے اور لفظوں سے بیان ہوتی تھی' اس کی آنکھیں میرے لئے پیار کے خزانے لٹاتی تھیں۔ اس کی خاموشی بھی میری محبت کا اقرار ہوتی تھی۔ عینی کی آنکھوں میں کبھی کبھی جو خوف اور بے بسی چھا جاتی تھی وہ اس وجہ سے تھی' کاش...... میں پہلے سمجھ جاتا کہ عینی کو اس گھر میں میرے پیچھے کس کس طرح سے ٹارچر کیا جا رہا ہے۔ کاش...... میں سمجھ جاتا''۔ نفیس نے بہت دکھی لہجے میں پُرنم آنکھوں سے عینی کی دیوار پر آویزاں لارج سائز کی تصویر کو دیکھتے ہوئے خود سے کہا اور گاڑی میں بیٹھ کر آفس چلے آئے۔

وہ ان بے حس اور بے رحم لوگوں کے سامنے اپنی بے بسی اور اپنی محبت کی جدائی کا سوگ نہیں منانا چاہتے تھے جن کی وجہ سے ان کی محبت دربدر ہو گئی تھی' جن کی وجہ سے ان کا پیار چھن گیا تھا' اعتبار ٹوٹ گیا تھا۔

''سر! آپ کے گھر سے آپ کے ملازم آئے ہیں' آپ سے ملنا چاہتے ہیں''۔ چپڑاسی نے آ کر انہیں بتایا تو وہ ٹھٹک گئے پھر کچھ سوچ کر بولے۔

''انہیں اندر بھیج دیں''۔

''بہتر سر!'' چپڑاسی نے حکم کی تعمیل کی' چند سیکنڈ بعد شوکت' زبیدہ اور آمنہ اندر چلے آئے اور انہیں سلام کیا۔

''السلام وعلیکم سر!''

''وعلیکم السلام! کیا بات ہے تم لوگ یہاں کیسے؟'' نفیس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''سر! ہم نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے''۔ شوکت نے کہا۔

''کیا نوکری چھوڑ رہے ہو؟''

''نہیں سر!''

''تنخواہ کم ہے''۔

''نہیں سر! آپ نے تو ہمیں بہت مناسب تنخواہ پر رکھا ہے' رہنے کا ٹھکانہ بہت اچھا ہے''۔ شوکت نے ایمانداری اور سنجیدگی سے اعتراف کیا۔

''تو بھائی! پھر کیا بات ہے' کوئی پرابلم ہے تو بتاؤ''۔ نفیس نے نرمی سے کہا تو شوکت نے زبیدہ کی طرف دیکھا' زبیدہ نے نفیس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''صاحب جی! آپ ہماری بات کا یقین کریں گے؟''

''تم لوگ جانتے ہو نا کہ میرا یقین کس بے دردی سے توڑا گیا ہے''۔

''جی صاحب! جانتے ہیں''۔

''بہرحال تم کہو میں تمہاری بات پر یقین کروں گا''۔

''صاحب جی! عینی بی بی خود گھر سے نہیں گئیں بلکہ انہیں بڑی بیگم صاحبہ اور ان کی ممی نے گھر سے نکالا ہے''۔ زبیدہ نے ڈرتے ہوئے بتایا۔

''کیا......؟'' نفیس پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ کنول اور سلمٰی بیگم کے قصوروار ہونے میں اب مزید کوئی شک باقی نہیں

www.pdfbooksfree.pk

رہ گیا تھا، پھر بھی انہیں یہ جان کر شدید دکھ پہنچا تھا۔
"جی صاحب! میں نے خود ان کی ساری باتیں سنی تھیں، عینی بی بی کو انہوں نے جھوٹی تصویریں دکھا کر ڈرا دھمکا کر گھر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا بھائی اور شوہر یہ تصویریں دیکھ کر تمہیں قتل کر دیں گے۔ عینی بی بی سب کی عزت اور زندگی کی خاطر گھر سے چلی گئیں۔ کنول بی بی نے انہیں میکے جانے سے بھی منع کر دیا تھا اور یہ بولا تھا کہ ساری زندگی نفیس صاحب کے سامنے آنے کی کوشش مت کرنا"۔ زبیدہ نے روتے ہوئے ساری بات بتا دی۔ نفیس اپنی کہنیاں میز پر رکھے دونوں ہاتھوں میں سر گرائے بہت کرب سے گزر رہے تھے۔ دکھ سے ان کا روم روم جل رہا تھا۔
"اور کیا کچھ ہوتا رہا عینی کے ساتھ؟" نفیس نے ڈوبتی آواز میں پوچھا۔
"صاحب! ہم تو جس دن سے آپ کے گھر ملازم ہوئے ہیں کنول بیگم صاحبہ کو عینی بی بی سے زیادتی کرتے ہی دیکھا ہے، وہ آپ کے پیچھے انہیں بہت برا کہتیں، تنگ کرتیں، طعنے دیتیں اور جب آپ آتے تو انہیں کمرے میں جانے کا حکم جاری کر دیتیں اور آپ کے سامنے ان سے پیار سے بات کرتیں۔ بھلا آپ کو کیسے شک ہو سکتا تھا ان پر۔ وہ عینی بی بی سے نفرت کرتی ہیں اور انہیں دکھ دیتی ہیں۔ وہ تصویریں جھوٹی ہیں صاحب! میں نے خود سنا تھا سلمیٰ بیگم اور کنول بیگم صاحبہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں"۔ زبیدہ نے مزید تفصیل بتائی۔
"مجھے معلوم ہے وہ تصاویر جھوٹی اور جعلی ہیں مگر تم نے مجھے شروع دن سے ہی کیوں نہیں بتایا کہ کنول، عینی کے ساتھ ظلم کر رہی ہیں؟" نفیس نے کھڑے ہو کر کہا تو زبیدہ نے شرمندگی سے کہا۔
"صاحب جی! ہمیں ڈر تھا کہ کہیں آپ ہماری بات کا یقین نہ کریں اور ہمیں نوکری سے نہ نکال دیں، ہم تو اب بھی ڈر رہے تھے بتاتے ہوئے"۔
"اب بتایا ہے جب پانی سر سے گزر چکا ہے، خدا جانے عینی کہاں ہو گی؟ کیسی ہو گی؟ شوکت! تم نے اسے روکا نہیں، دیکھا نہیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟"
"سر! مجھے بیگم صاحبہ نے آپ کے جاتے ہی بازار سودا سلف لانے کیلئے بھیج دیا تھا ورنہ میں عینی بٹیا کو آپ کے پاس ہی لے جاتا۔ زبیدہ کو بیگم صاحبہ نے نوکری سے نکال دینے کی دھمکی دے کر کام پر لگا دیا تھا۔ کل بیگم صاحبہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ایک ہفتے کے لیے کہیں چلے جائیں۔ ہمارا ضمیر ہمیں ملامت کرتا سر اگر ہم اصل بات چھپائے رکھتے، اس لئے آپ کو بتانے کیلئے سیدھے یہاں چلے آئے، آپ جیسا کہیں گے ہم ویسا ہی کریں گے سر!" شوکت نے سنجیدہ اور دھیمے لہجے میں کہا۔
"تم گھر جاؤ، بیگم صاحبہ سے تو میں رات ہی بات کر لیتا لیکن میری حالت بہت خراب ہو گئی تھی، میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ عینی کے گھر سے جانے میں کنول اور ان کی ممی کا ہاتھ ہے۔ خدا جانے مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا، کسی کا حق نہیں مارا، کسی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی، پھر بھی میرا اعتبار اور یقین توڑ دیا گیا"۔ نفیس نے ٹوٹے ہوئے اور بھیگتے لہجے میں کہا اور کرسی پر گر سے گئے۔ ان کا دل درد سے بلک رہا تھا، تڑپ رہا تھا، آنسو ان کے حلق میں پھندا ڈال رہے تھے۔
"سر! آپ تو بہت اچھے اور رحمدل انسان ہیں، یہ آپ کو سزا نہیں ملی بلکہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے اور اللہ اپنے نیک اور پیارے بندوں کو ہی آزمائش میں ڈالتا ہے، انشاء اللہ آپ اس آزمائش میں سرخرو ہوں گے اور عینی بی بی آپ کو خیریت سے مل جائیں گی"۔ شوکت نے نرم اور تسلی آمیز لہجے میں کہا۔



"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے اور مجھے حوصلہ عطا فرمائے"۔
"صاحب جی! آپ اپنا خیال رکھیں"۔ زبیدہ نے کہا۔
"عینی کا خیال کون رکھے گا زبیدہ بی بی!" نفیس نے عینی کے گفٹ کردہ پیپر ویٹ کو دیکھتے اور اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو آمنہ بول پڑی۔
"اللہ رکھے گا عینی بی بی کا خیال، عینی باجی نے جاتے وقت کہا تھا کہ..... جس کا کوئی خیال رکھنے والا نہیں ہوتا، اللہ اس کا خیال رکھتا ہے، اللہ اس کا ساتھ دیتا ہے"۔
"اور کیا کہا تھا عینی نے؟" نفیس نے تڑپتے ہوئے پوچھا۔
"انہوں نے کہا تھا کہ نفیس صاحب کا خیال رکھنا"۔ زبیدہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی تو نفیس کا دل چر گیا۔ اسے اس بے سرو سامانی اور تکلیف کے عالم میں، بے سائبانی کے عالم میں بھی ان کی صحت کا خیال تھا، ان کی فکر تھی۔ نفیس خود پر ضبط نہ کر سکے اور دل کو تھام کر کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر رو دیئے۔
"نفیس! میرے دل میں بھی آپ کی محبت کے یہ سارے رنگ موجود ہیں، پلیز ان رنگوں کو بکھرنے مت دیجیے گا"۔ نفیس کو یاد آ رہا تھا اس کے دیئے ہوئے پیپر ویٹ کو دیکھتے ہوئے عینی نے کتنے پیار سے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ خوبصورت جملہ کہا تھا۔ نفیس کی سانسیں اکھڑنے لگیں، چہرہ پسینے سے بھیگ گیا۔
"او گاڈ! عینی..... عینی....." نفیس کی زبان بے اختیار اسے پکار رہی تھی۔
"سر! آپ کی تو طبیعت خراب ہو رہی ہے، کوئی ہے، سر کی طبیعت خراب ہو رہی ہے انہیں اسپتال لے چلیں"۔ شوکت نے نفیس کو دل پر ہاتھ رکھتے میز پر سر رکھتے دیکھا تو گھبرا کر چیختا ہوا باہر بھاگا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر چپڑاسی، منیجر، سیکریٹری اور دفتر کے کئی آدمی بھاگے چلے آئے۔
"فوراً گاڑی نکالو انہیں ہوسپٹل پہنچانا ہے"۔ منیجر حمید نے تیزی سے کہا اور شوکت کے ساتھ مل کر نفیس کو سہارا دے کر اٹھایا۔ نفیس بے ہوش ہو چکے تھے۔
منیجر حمید نے "نفیس ولا" فون کیا مگر فون کسی نے ریسیو نہیں کیا تو انہوں نے نعیم بھائی کے آفس فون کیا اور انہیں نفیس کی حالت کے بارے میں بتاتے ہوئے فوراً ہوسپٹل پہنچنے کی تاکید کی۔ نعیم بھائی جو عینی کی گمشدگی کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھے نفیس کی بیماری کا سن کر ان کی پریشانی بڑھ گئی۔ وہ کام چھوڑ کر فوراً اسپتال پہنچ گئے۔
"نفیس صاحب کا بلڈ پریشر بہت زیادہ ہائی ہے اور صدمے کے اثر کے باعث وہ بے ہوش ہو گئے ہیں، ان کا بی پی کنٹرول ہونا بے حد ضروری ہے ورنہ خدانخواستہ انہیں دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے"۔ ڈاکٹر لطیف نے نعیم بھائی اور منیجر حمید کو آ کر بتایا۔
"اوہ نو..... یا اللہ کرم کر"۔ نعیم بھائی نے دکھ سے دعا مانگی۔
"میں نفیس صاحب کے گھر دوبارہ فون کرتا ہوں شاید کوئی رسپانس مل جائے"۔ منیجر حمید نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور ان کے سر ہلانے پر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ شوکت، زبیدہ اور آمنہ بھی سہمے ہوئے اور پریشان کوریڈور میں کھڑے نفیس کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ نعیم کو وہ ساری بات بتا چکے تھے۔ نعیم بھائی کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کنول اور سلمیٰ بیگم کو تیزاب میں ڈبو دیں۔ وہ ایسا سوچ تو سکتے تھے عمل نہیں کر سکتے تھے کہ ان کا ضمیر ان کا مذہب اور احساس، انسانیت انہیں اس تکلیف دہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا تھا، وہ بے بسی سے کھڑے تھے۔ نفیس اور عینی دونوں کیلئے دعا مانگ رہے تھے۔


www.pdfbooksfree.pk

”شوکت! تم لوگ گھر جاؤ‘ کنول بھابی گھر پر نہ ہوں تو وہیں ان کے آنے کا انتظار کرنا اور نفیس صاحب کے بارے میں بتا دینا“۔ نعیم بھائی نے شوکت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر! اللہ نفیس صاحب کو زندگی دے“۔ شوکت نے مدھم آواز میں کہا‘ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ چلی گئیں۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد نفیس کو ہوش آ گیا۔ نعیم بھائی نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام لیا اور نرم لہجے میں پوچھا۔

”نفیس! کیسا محسوس کر رہے ہو؟“

”ایسا...... جیسے میرے جسم سے...... جان نکل گئی ہے‘ میں کیوں بچ گیا نعیم! میری عینی تو...... نجانے کہاں ہوگی‘ نعیم! وہ معصوم ہے“۔ نفیس نے اٹک اٹک کر بھیگتی کانپتی آواز میں کہا۔

”تمہارے بتانے کی ضرورت نہیں ہے نفیس! میں بھائی ہوں اس کا‘ میرے ہاتھوں میں پلی بڑھی ہے وہ‘ میں اپنی بہن کے کردار کو‘ اس کی معصومیت کو کنول اور سلمٰی بیگم کے کہنے پر برا نہیں سمجھ سکتا‘ اللہ میری بہن کی حفاظت کرے“۔ نعیم بھائی نے کہا۔

”نعیم! مجھے گھر لے چلو“۔ نفیس نے کمزور سی آواز میں کہا۔

”ڈاکٹرز اس کی اجازت نہیں دیں گے‘ تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی“۔

”میری زندگی تو پہلے ہی عینی اپنے ساتھ لے گئی ہے‘ تم اسے زندہ رہنا کہتے ہو‘ صرف سانسوں کے آنے جانے کا نام ہی زندگی نہیں اور اگر خطرہ ہے تو...... جب مرنا ہی ہے تو...... میں کنول کو اس کے جرم کے بارے میں بتا کر کیوں نہ مروں...... جس آگ میں اس نے مجھے اور عینی کو جلایا ہے وہ بھی تو اس میں جلے‘ اسے یاد تو رہے کہ میں سب کچھ جان گیا ہوں۔ پلیز نعیم! مجھے گھر لے چلو‘ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں“۔ نفیس نے بہت مدھم اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں رک رک کر کہا۔

”وہی یہاں آ جائیں گی فی الحال تو وہ گھر پر نہیں ہیں“۔

”میں یہاں اسے اور خود کو تماشا نہیں بنانا چاہتا‘ پلیز مجھے گھر لے چلو“۔ نفیس نے اٹھتے ہوئے ہانپتے ہوئے کہا۔

”نفیس! خود کو سنبھالو گے تو عینی کو ڈھونڈ سکو گے‘ پلیز لیٹے رہو‘ تم میری بہن کا سہاگ ہو‘ میں تمہیں مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا‘ عینی کی خاطر سنبھل جاؤ“۔ نعیم بھائی نے ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ملتجی لہجے میں کہا۔

”عینی! میں تمہارے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا“۔ نفیس نے آنکھیں بند کر کے اسے اپنے سامنے محسوس کرتے ہوئے پُرنم لہجے میں کہا۔

”آپ انہیں آرام کرنے دیں‘ باتیں مت کریں“۔ ڈاکٹر لطیف نے آ کر نعیم بھائی سے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب! میں گھر جانا چاہتا ہوں ابھی“۔ نفیس نے مدھم آواز میں کہا۔

”لگتا ہے آپ کو اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے“۔ ڈاکٹر لطیف نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ دکھی لہجے میں بولے۔

”زندگی سے تو بہت پیار ہے لیکن اگر زندگی کہیں گم ہو جائے تو کیسے جیے آدمی اور کس کیلئے جیے؟“

”نفیس صاحب! بہادری سے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے‘ اس طرح زندہ رہنا ممکن ہو جاتا ہے اور کس کیلئے‘ بھئی اپنے پیاروں کیلئے جئیں“۔ ڈاکٹر لطیف نے کہا‘ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور کنول اور سلمٰی بیگم اندر داخل ہوئیں۔



انہیں دیکھتے ہی نفیس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ نعیم بھائی ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ڈاکٹر لطیف انہیں چیک کر کے کمرے سے چلے گئے۔

”نفیس! کیا ہوا آپ کو‘ آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟“ کنول نے ان کے پاس آ کر پریشانی سے پوچھا تو وہ معنی خیز لہجے میں بولے۔

”میں تو ٹھیک ہی تھا‘ لیکن تم نے مجھے ٹھیک نہیں رہنے دیا“۔

”میں نے کیا‘ کیا ہے؟“ کنول نے ٹپٹا کر پوچھا۔

”اپنے آپ سے یہ سوال کرو‘ جواب مل جائے گا“۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

”نفیس بیٹا! کنول تو تمہیں بہت چاہتی ہے“۔ سلمٰی بیگم نے ملائمت سے کہا۔

”مجھے بھی یہی خوش فہمی تھی“۔ نفیس نے زخمی لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو کنول کے ماتھے پر پسینہ آ گیا‘ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

”آپ تھیں کہاں؟ کب سے ہم گھر فون کر رہے تھے؟“ نعیم بھائی نے پوچھا۔

”ہم شاپنگ کرنے گئے تھے‘ ممی واپس جا رہی ہیں دو ایک روز میں“۔

”کسی اور کو برباد کرنے“۔ نفیس نے کہا۔

”آئے ہائے میں نے کسے برباد کیا ہے میاں؟“ سلمٰی بیگم نے جل کر پوچھا۔

”اپنی بیٹی کو‘ اپنے داماد کو“۔

”لو اور سنو‘ بھلا کوئی ماں اپنی بیٹی کو برباد کرتی ہے“۔ سلمٰی بیگم طنز سے بولیں۔

”آپ جیسی ماں اگر اپنی بیٹی کے گھر میں موجود ہے تو اس کی بیٹی ضرور برباد ہو کر رہتی ہے“۔

”نفیس! آپ میری ممی کی انسلٹ کر رہے ہیں“۔ کنول نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”انسلٹ میں کر رہا ہوں یا تم دونوں ماں بیٹی میری عینی کی کرتے رہے ہو‘ تم نے اسے گھر سے نکالا ہے نا‘ بولو؟“ نفیس اپنی تمام تر قوت جمع کر کے غصے سے بولے اور بستر سے نیچے اتر گئے‘ سلمٰی بیگم اور کنول تو بری طرح ٹپٹا گئیں۔

”یہ جھوٹ ہے“۔ کنول نے تیز لہجے میں کہا۔

”ہاں یہ جھوٹ ہے‘ تم جھوٹ بول رہی ہو کنول بیگم! تم نے اسے ان تصویروں ان جعلی تصویروں سے خوفزدہ کر کے گھر سے نکالا تھا“۔ نفیس نے تصاویر کا لفافہ اپنی پینٹ کی جیب میں سے نکالا اور ان کے منہ پر دے مارا۔ نعیم بھائی نے نفیس کو پکڑ کر روکنا چاہا مگر وہ بے حد غصے میں تھے۔

”یہ تصاویر عینی کی بے حیائی کا ثبوت ہیں اور آپ مجھے......“

”شٹ اپ“۔ نفیس نے ان کی بات کاٹ کر غصے سے کہا تو کنول کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ نفیس نے آج پہلی بار انہیں اتنے غصے سے مخاطب کیا تھا۔

”اب اگر تم نے ایک لفظ بھی عینی کے خلاف بولا تو میں...... تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔ مکار‘ ڈرامے باز عورت! تم نے میری عینی کو شروع دن سے اپنی نفرتوں کا نشانہ بنائے رکھا‘ لیکن وہ صابر لڑکی خاموش رہی‘ تمہاری ماں نے اس کا پاؤں جان بوجھ کر جلایا‘ میں عینی کے منع کرنے پر خاموش رہا کیونکہ وہ...... گھر میں بدمزگی اور جھگڑا...... نہیں چاہتی تھی...... تم نے اس پر ہاتھ اٹھایا‘ میں تب بھی تمہارا اعتبار کر کے انجان بنا رہا۔ تم اکثر اسے طنز کا نشانہ بناتی رہیں‘ میں عینی کو مسکراتا دیکھ کر چپ ہو جاتا۔ تم نے اور تمہاری ماں نے مل کر اسے اس گھر سے نکالنے کی ہر ممکن ترکیب آزمائی مگر



www.pdfbooksfree.pk

عینی صبر اور برداشت سے کام لیتی رہی' بالآخر تم نے تصاویر کا گھناؤنا منصوبہ بنایا۔ یہ تصاویر تم نے وکی' بنٹی اور ان کے نام نہاد دوست کی مدد سے تیار کروائیں"۔

"ہم نے تیار نہیں کرائیں' آپ کی عینی کے ہی شادی سے پہلے ان سے تعلقات تھے' ان سے بے وفائی کی تو وہ واپس لندن چلے گئے"۔ کنول نے دھڑلے سے عینی پر الزام لگایا۔ نعیم بھائی کا بھی خون کھول اٹھا۔ وہ غصے سے بولے۔

"کنول بھابی! میری بہن کے بارے میں یہ الزامات واپس لیں ورنہ میں آپ کو ابھی یہیں کھڑے کھڑے ٹھکانے لگا دوں گا"۔

"نعیم! جوش سے نہیں ہوش سے کام لو' عینی نے اس ساری صورتحال اور اس سے پیدا ہونے والی بدنامی سے بچنے کیلئے ہی تو گھر سے قدم باہر نکالا ہے' وہ بے چاری ان تصویروں کی وضاحت کیسے کرتی اگر غیرت میں آ کر فوری عمل کر گزرتے۔ تحمل سے دیکھنے اور سوچنے پر ہی میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ تصاویر عینی کی نہیں ہیں"۔ نفیس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"کیوں کیا عینی کا چہرہ نہیں پہچانتے؟" کنول نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پہچانتا ہوں' صرف چہرہ ہی نہیں سر سے پاؤں تک اس کے خدوخال اور رنگ روپ کو پہچانتا ہوں' اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ وہ عینی نہیں ہے"۔

"تو اور کون ہے؟" کنول نے تلخی سے پوچھا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ......وہ تم ہو تو......"

"نفیس!" وہ غصے سے چلا اٹھیں۔

"میں بیوی ہوں آپ کی' عزت ہوں آپ کی' آپ کو یہ بات کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے"۔

"اور تمہیں شرم نہیں آنی چاہیے"۔ نفیس غصے سے بولے' ان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"عینی بھی بیوی ہے میری' عزت ہے میری' تم نے میری عزت کو اس طرح تار تار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا تو تب تمہیں یہ خیال نہیں آیا؟ تمہیں اپنے شوہر کی عزت کا کوئی خیال نہیں تھا۔ عینی پر تہمت دھرتے ہوئے یہ بے ہودہ تصاویر بناتے ہوئے...... یہ بات تمہاری عقل میں نہیں آئی کہ عینی تو وکی اور بنٹی سے دور سے ہی نالاں نظر آ رہی تھی۔ اس رات وہ ہمارے گھر رہنے کیلئے آئی تھی لیکن ان بدنیتوں کی نظروں کو بھانپ گئی تھی اور میں اسے اس کے گھر چھوڑ آیا تھا اور...... اس کے بعد وکی اور بنٹی واپس لندن چلے گئے تھے تمہاری ممی کے ساتھ۔ عینی نے تو ان کا دور سے دیکھنا بھی پسند نہیں کیا تھا' پھر بھلا وہ اتنی آگے کیسے جا سکتی تھی کنول بیگم!"

"نفیس میاں! وہ تیسرا لڑکا تو وہی ہے جس کے ساتھ عینی بھاگی ہے"۔ سلمیٰ بیگم اب بھی اپنی بات سنبھالنے کی کوشش میں تھیں' دھڑلے سے جھوٹ بولا۔

"اچھا!" نفیس نے بے حد حیرت کا اظہار کیا اور پھر غصے سے بولے۔

"تو پہلے آپ کو وہ لڑکا نظر کیوں نہیں آیا تھا' آپ دونوں نے میرے ساتھ ڈرامہ کیا' میرے آتے ہی رونا دھونا اور اپنی کہانی سنانی شروع کر دی تاکہ میں آپ لوگوں پر شک نہ کر سکوں' آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مجھے اسی وقت شک ہو گیا تھا اور رات میں نے آپ دونوں کی فاتحانہ گفتگو بھی سن لی تھی' کنول بیگم آپ کو دادِ تحسین پیش کر رہی تھیں کہ کیا کمال کا آئیڈیا تھا آپ کا جس نے عینی کو گھر سے جانے پر مجبور کر دیا"۔

"نفیس! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔ کنول نے لرزتی آواز میں کہا' انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کی ہر واردات ہر



منصوبہ اور اتنا پکا منصوبہ اتنی جلدی ناکام ہو جائے گا اور انہیں شرمسار کرائے گا۔

"کیسی غلط فہمی بی بی!" نفیس نے غصیلے لہجے میں ہانپتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم پر اعتبار کیا اندھا اعتبار اور تم نے مجھے اس کا یہ صلہ دیا' تم نے لندن جا کر بھی عینی کو فون کر کے دھمکیاں دیں' یہاں آتے ہی اس پر تہمت لگا دی کہ وہ کسی اور کے بچے کی ماں بننے جا رہی ہے' میں نے اصل بات بتائی تو فوراً اپنے یہاں سے جانے کا ڈرامہ گھڑ لیا کہ کیوں گئیں تھیں۔ بہت بڑی ڈرامے باز ہو تم کنول بیگم! میں نے تمہیں سمجھنے میں بہت دیر کر دی' بہت غلطی ہوئی مجھ سے' تمہیں تو اس شاندار اداکاری پر ایوارڈ ملنا چاہیے"۔

"نفیس! یار بس کرو تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی"۔ نعیم بھائی نے انہیں پکڑ کر کہا۔

"نعیم! اس عورت نے میری محبت کو خراب کیا' میری عزت کو گھر سے باہر نکال دیا' میں نے سب سے زیادہ اعتبار کیا تھا اس پر' میں تو اپنے اس اعتبار کے ہاتھوں ہی مارا گیا' گیارہ برس کی طویل رفاقت پر بھی اعتبار نہ کرتا میں؟ اتنے لمبے عرصے پر محیط تھا یہ میرے اعتبار کا سفر"۔ نفیس نے کرب آمیز اور کانپتے لہجے میں کہا تو کنول شرم سے زمین میں گڑھ گئیں۔ سلمیٰ بیگم الگ اس سے نظریں چرا رہی تھیں۔

"ان کے خیال میں تو عینی اب تک مر کھپ گئی ہوگی بچے سمیت"۔ نفیس نے دوبارہ شروع کیا تو ان کی آواز بھرا گئی۔ نعیم بھائی کا دل لرز گیا۔

"بہت سنگدل ہو تم کنول! تم نے جو کیچڑ میری عینی پر اچھالا ہے میں اس کیلئے تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ ارے میں نے کیا نہیں کیا تمہارے لئے' کس چیز کی کمی ہونے دی ہے تمہیں؟ کہاں زیادتی اور ناانصافی کی ہے تم سے کہ تم نے گیارہ برس کی رفاقت کو اس طرح بے اعتبار کر دیا۔ ہر آسائش ہر خوشی دی ہے میں نے تمہیں' پیار' اعتبار دیا ہے۔ عینی کے آنے کے بعد بھی میں نے تمہاری حق تلفی نہیں کی' اسے گاڑی خرید کر دی تھی تو تمہیں بھی تمہاری پسند کی کار خرید دی تھی۔ جتنا وقت میں عینی کو دیتا تھا' اس سے دُگنا وقت میں تمہیں دیتا رہا۔ تم جھوٹ موٹ سر درد کا بہانہ بنا کر کمرے میں بند ہو جاتیں تو میں سارا دن ساری رات تمہارے ساتھ گزار دیتا۔ عینی مجھے زبردستی تمہارے پاس رہنے پر مجبور کر دیتی' وہ کبھی تم سے جیلس نہیں ہوئی تھی۔ تم نے اس کی خاموشی کو اس کی کمزوری سمجھا اور جو چاہا ظلم اس کے ساتھ روا رکھا' تم نے تو اس کے بچے تک کو مارنے کا منصوبہ بنا لیا تھا' اسے گھر سے نکال کر یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچانا چاہا تھا ناں' جائیداد کا وارث...... عینی کی اولاد نہیں دیکھنا چاہتی تھیں تم۔ ارے مجھ سے کہا ہوتا' میں اپنی ساری جائیداد اور دولت تمہارے نام لکھ دیتا' پر یہ ظلم تو نہ کیا ہوتا اس معصوم پر۔ کاش! تم نے مجھے عینی سے شادی کی اجازت ہی نہ دی ہوتی' اس کے ساتھ یہی ظلم روا رکھنا تھا تو کیوں بڑے پن کا ڈرامہ رچایا تھا؟ میں تمہیں عظمت کے بلند مقام پر بٹھا چکا تھا' کتنا عظیم سمجھتا تھا تمہیں' لیکن تم نے اپنی ان گھٹیا اور گری ہوئی حرکتوں سے خود کو میری نظروں سے گرا دیا ہے' میرے دل میں اب تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ تم چاہو تو اپنی ممی کے ساتھ لندن جا سکتی ہو ہمیشہ کیلئے"۔

"نہیں نفیس پلیز! ایسا مت کہیں میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی"۔ کنول نے روتے ہوئے کہا۔

"اب تم جیو یا مرو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' تم نے مجھے مارنے میں بھی کوئی کسر تو نہیں چھوڑی' بدلہ لینا تھا تو مجھ سے لیا ہوتا' عینی کو کیوں نشانہ بنایا؟ مگر نہیں یہ بدلہ' یہ انتقام تم نے مجھ سے ہی تو لیا ہے' عینی کو دکھ دے کر تم نے میرا ہی تو دل چھلنی کیا ہے"۔ نفیس نے بے دم ہو کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا تو کنول نے ان کے پاس آ کر کہا۔

"نفیس! میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں' میرا یقین کریں"۔

"تم اگر اب آبِ کوثر سے بھی دھل کر آ جاؤ تو بھی میں تمہارا یقین نہیں کروں گا' میں نے تمہیں پیار دیا' اعتبار اور



www.pdfbooksfree.pk

وقار دیا اور تم نے میرے ہی دل پر وار کیا، مجھے ہی تار تار کر دیا، میری ہی سانسوں میں خار بچھا دیئے، یہ خوشی دی ہے تم نے مجھے"۔ نفیس نے دل کو مسلتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ سب آپ کی محبت میں کیا ہے؟"

"محبت......" نفیس تڑپ کر بولے۔

"محبت میں کیا ہے یا عداوت میں کیا ہے"۔

"غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے نفیس!"

"غلطی مت کہو اسے"۔ وہ غصے سے بلند آواز میں بولے۔

"یہ سوچی سمجھی اسکیم تھی تم ماں بیٹی کی، کیا بگاڑا تھا عینی نے تمہارا؟ تم تو اپنی سوشل ایکٹیوٹیز میں مگن ہو کر مجھے بھی اگنور کرنے لگی تھیں، میرے ہر کام سے ہاتھ کھینچ لیا تھا تم نے، عینی ہی تھی جو بیماری میں میری تیمارداری کرتی رہی، تب کہاں تھی تمہاری محبت اور وفا شعاری"۔

"عینی کے ہوتے ہوئے آپ کو میری کیا ضرورت تھی؟" کنول نے تپ کر کہا۔

"دیکھا یہی جیلسی ہے جو تم میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے، عینی تو کبھی جیلس نہیں ہوئی تھی"۔ نفیس نے بہت کمزور آواز میں کہا۔

"میرا مقابلہ بار بار عینی سے مت کریں"۔ کنول نے غصے سے کہا۔

"تمہارا مقابلہ عینی سے کیا بھی نہیں جا سکتا، وہ عظیم لڑکی ہے اور تم نے بڑے ہو کر جس چھوٹے پن کا ثبوت دیا ہے وہ ناقابل معافی اور ناقابل تلافی ہے۔ یاد رکھو اگر عینی کو کچھ ہو گیا یا وہ...... مجھے نہ ملی تو میں تم سب کو قانون سے سزا دلواؤں گا، میری جو عزت تم نے کی ہے، تم نے جس طرح میرے اعتبار کی دھجیاں اڑائی ہیں میں کبھی معاف نہیں کروں گا، تم میرے دل سے نکل چکی ہو کنول بیگم! میں تم سے نفرت کا...... تعلق بھی...... نہیں رکھنا چا......"

"نفیس...... نفیس......" نعیم بھائی نے گھبرا کر نفیس کو شانوں سے پکڑا، وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئے تھے اور دل پکڑ کر جھکتے چلے گئے۔

"میری بیٹی کی سوکن کیلئے مرے جا رہے ہیں نفیس میاں، اس کی خدمتوں اور محبتوں کا کوئی صلہ نہیں ہے ان کی کوئی قدر نہیں ہے، خود تو دوسری شادی کر لی، کنول تو ایک ہی کھونٹے سے بندھی اپنی محبت لٹاتی رہی، اسے یہ انعام دیا کہ اس کے سر پر سوکن لا کر بٹھا دی، میری طرف سے تو کل کی مرتی آج مرے عینی، جان چھوٹ جائے میری بیٹی کی"۔ سلمٰی بیگم نے غصیلے لہجے میں کہا، نفیس اپنے دل میں اٹھتی درد کی ٹیسوں کو برداشت کرتے ہوئے بمشکل اٹک اٹک کر بولے۔

"عینی کو کچھ...... مت کہیں کنو...... ل...... کی ان خد...... متوں کا خیال نہ ہوتا تو ابھی طلاق کے تین...... حرف بول دیتا، یہ میرے بچوں کی...... ماں ہے اس لئے......"

"ڈاکٹر، نرس...... نفیس"۔ نفیس بے ہوش ہو گئے تھے، ان کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ نعیم بھائی چیخ کر ڈاکٹر کو بلا رہے تھے۔

"نفیس، نفیس! ہوش میں آئیں پلیز نفیس! مجھے معاف کر دیں"۔ کنول نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے کہا، سلمٰی بیگم بھی گھبرا گئیں۔

ڈاکٹر لطیف اور نرس فوراً آ گئے۔ نعیم بھائی نے نفیس کو بیڈ پر لٹا دیا تھا۔



"آخر وہی ہوا ناں جس کا مجھے ڈر تھا، آپ سے کہا بھی تھا کہ ان کے پاس ہجوم مت لگائیں، انہیں بولنے مت دیں، غم مت دیں مگر...... سسٹر آپ فوراً انہیں آئی سی یو میں شفٹ کرائیں ہری اپ"۔ ڈاکٹر لطیف، نفیس کا چیک اپ کرتے ہوئے ان کی ہارٹ بیٹ سنتے ہوئے بولے۔

"کیا ہوا ڈاکٹر صاحب! نفیس بچ تو جائیں گے"۔ کنول نے روتے ہوئے پوچھا۔

"انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے آپ دعا کریں"۔ ڈاکٹر لطیف، نفیس کی نبض چیک کرتے بولے تو وہ چیخ مار کر رونے لگیں۔

"او نو، یا اللہ! نفیس کو زندگی عطا فرما دے، میری بہن کو اس کے سہاگ کو سلامت رکھنا"۔ نعیم بھائی نے دل سے پرنم آنکھوں سے نفیس کو دیکھتے ہوئے دعا مانگی۔ نفیس کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا۔

"ممی! اب کیا ہو گا؟ میں نے تو نفیس کے لیے ان کی مکمل توجہ اور محبت کیلئے یہ سب کیا تھا، اگر وہی نہ رہے تو کیا فائدہ اس سارے کھیل کا"۔ کنول نے روتے ہوئے سلمٰی بیگم سے کہا تو ان کے بجائے نعیم بھائی نے کہا۔

"آپ کسی کو دکھ دے کر سکھ کبھی حاصل نہیں کر سکتیں، جو کھیل آپ نے عینی کے ساتھ کھیلا ہے قدرت اس کھیل کا بدلہ بھی تو لے سکتی ہے آپ سے"۔

"پلیز نعیم بھائی! مجھے شرمندہ مت کریں، میں اپنا سب کچھ ہار گئی ہوں، میں نے اپنا شوہر، اپنا پیار، وقار، اعتبار سب کچھ ہار دیا ہے، میں تو اب خالی ہاتھ رہ گئی ہوں۔ اللہ! نفیس کو زندگی دے، میں ان سے معافی مانگ لوں گی"۔ کنول نے روتے ہوئے کہا۔

"اور عینی...... اس کو آپ کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں گی؟"

"مجھے نہیں معلوم"۔ وہ روتے ہوئے بولیں تو نعیم بھائی ان پر غصیلی نگاہ ڈال کر گھر فون کرنے چلے گئے اور ثوبیہ بھابی کو فون پر ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔

"میں نہ کہتی تھی میرا نفیس بے قصور ہے وہ تو دیوانگی کی حد تک پیار کرتا ہے عینی سے، اس کی جدائی میں اسے دل کا دورہ پڑ گیا۔ میرے اللہ! تو نفیس کو سلامت رکھنا، اسے کچھ نہ ہو مالک! میری عینی مل جائے اس کے ساتھ نفیس لمبی خوشیوں بھری زندگی بسر کرے"۔ سمیرہ بیگم نے ثوبیہ بھابی کی زبانی ساری بات سن کر روتے ہوئے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگی۔ نجانے کتنے ہاتھ نفیس کی سلامتی کی دعاؤں کیلئے پھیلے ہوئے تھے اور کس کی ہتھیلیوں پر ٹھہرے آنسوؤں کو نفیس کی زندگی کی نوید بنا دیا گیا تھا۔ تین گھنٹے بعد نفیس کو ہوش آ گیا تھا۔ ان کی زندگی اب خطرے سے باہر تھی۔

☆

"نفیس! میرے بچے نئی زندگی مبارک ہو"۔ سمیرہ بیگم نے ان کی پیشانی چوم کر کہا۔

"نئی زندگی...... کیا عینی مل گئی پھپھو؟" نفیس نے بہت ہلکی آواز میں پوچھا۔

"تمہاری یہ نئی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ تمہاری عینی تمہیں مل جائے گی اور وہ جہاں بھی ہو گی خیریت سے ہو گی"۔ سمیرہ بیگم نے محبت سے کہا۔

"وہ کب ملے گی پھپھو؟" وہ بے قراری سے بولے۔

"مل جائے گی"۔ سمیرہ بیگم نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں حوصلہ دیا۔

کنول اور سلمٰی بیگم کو دیکھ کر نفیس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں اور عینی ان کی بند آنکھوں مین آسمائی تھی۔

(جاری ہے)

☆



www.pdfbooksfree.pk

ثنا خان صنعا

افسانہ

# دعاؤں کا ثمر

وہ نہایت اطمینان سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ موسم بے حد رومینٹک ہو رہا تھا' مئی کا مہینہ تھا دوپہر کے تین بج رہے تھے' مگر اچانک ہی سرمئی بادلوں کا شریر ٹولہ آن واحد میں پورے نیلے آکاش پر بادشاہت لئے

آ پہنچا اسی وقت ہلکی ہلکی کن من کرتی بوندیں فلک سے زمین کو بھوسہ دیتی برسنے لگیں۔ موسم کا اثر تھا کہ وہ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے دوسرے ہاتھ کو گاڑی کی کھڑکی سے باہر نکالے بارش کی ننھی منی بوندیں ہتھیلی پر جمع کرنے لگا' ساتھ ہی اس کے ہونٹ بھی حرکت میں آئے اور وہ گنگنانے لگا۔

سرمئی برستے بادلوں نے پوری طرح آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے کر گہری شام کا تاثر پیدا کر دیا' جس ہتھیلی پر وہ بوندیں جمع کر رہا تھا وہ ہی ہاتھ اپنی گنگناہٹ پر چٹکی بجانے لگا۔ آج وہ اپنی امی سے مل کر آیا تھا پورے چار ماہ بعد' سو اس کی خوشی دیدنی تھی' حالانکہ وہ خاصا سوبر نیچر کا تھا مگر موسم اور گھر والوں سے ملاقات کا اثر تھا کہ وہ خوش تھا اور سلو رفتار سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے خود میں مگن تھا' اچانک اس کی گاڑی سے کوئی انسانی وجود ٹکرایا' بھینچی سی نسوانی چیخ پہ اس کے پاؤں بریک پر جا رکے۔ وہ ایک دم اردگرد کے ماحول سے آشنا ہوتے ہوئے جلدی سے گاڑی سے اترا اور پنجوں کے بل بیٹھ کر سڑک پر بے حس و حرکت پڑی کالی چادر میں لپٹے وجود کو چیک کیا' جس کے چہرے پر کافی خون بہہ رہا تھا' بنا وقت ضائع کئے وہ اس وجود کو بانہوں میں اٹھا کر گاڑی

www.pdfbooksfree.pk

میں اسپتال لے گیا۔

سو اتفاق کہ قریب ہی اس کی کلاس فیلو عنبر کا اسپتال تھا' اس نے عنبر کو بتایا اور خود راہداری میں ٹہلنے لگا۔

''خضر......'' وہ اس لڑکی کے بارے میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا جس کے پاس نہ کوئی ہینڈ بیگ تھا' نہ کوئی شاپنگ بیگ۔ انہی خیالوں سے ڈاکٹر عنبر کی آواز اسے کھینچ لائی تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''لڑکی کی حالت تو بہتر ہے' خوف کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی' ماتھے پر چار ٹانکے آئے ہیں پاؤں بھی زخمی ہے مگر بروقت ٹریٹمنٹ دینے سے کافی ٹھیک ہے' دو گھنٹوں تک ہوش میں آجائے گی''۔ عنبر نے پوری کنڈیشن اس کے گوش گزار کی پھر معاً کچھ یاد آنے پر فائل اٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

''ارے ہاں خضر! اس کے پاس کوئی ہینڈ بیگ وغیرہ تھا' تاکہ ہم ایڈریس لے کر اس کے گھر اطلاع دیں''۔ فائل ہاتھوں میں تھامے وہ اسے دیکھنے لگی۔

''یہی میں سوچ رہا تھا مگر اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا' ابھی تو مجھے ضروری کام سے جانا ہے رات میں نہیں تو صبح چکر لگاؤں گا اور جب بھی اسے ہوش آئے تو مجھے فون کردینا اوکے''۔ ریسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے وہ اسے جواب اور تاکید کرتے ہوئے اسپتال سے چلا گیا' عنبر فائل دیکھنے لگی۔

☆

''با...... بابا جان! آپ کہاں ہیں؟ دیکھیں تو آپ کی گڑیا کس طرح دوسروں کے رحم و کرم پر بے یار و مدد گار پڑی ہے' بابا جان! آپ آجائیں ناں...... میں...... میں......'' وہ ہولے سے بڑبڑاتے ہوئے سسکیاں لینے لگی' پھر وہ ہچکیوں کے ساتھ زور زور سے رونے لگی تو اس کے پاس ڈیوٹی سرانجام دیتی نرس فوراً پانی لئے اس کے قریب آئی۔

''سنیں میڈم! یہ لیں پانی پئیں اور خدا سے بہتر کی امید رکھیں' رونے کے بجائے سکون سے سوچیں اور آپ مجھے کوئی فون نمبر یا ایڈریس بتائیں میں انفارم کردیتی ہوں انہیں''۔ نرس ماریہ نے اسے پانی پلا کر کہا تو وہ ٹکر ٹکر اس کا منہ دیکھنے لگی کہ کیا کروں اب......؟ اسی وقت ڈاکٹر عنبر کے ہمراہ خضر روم میں داخل ہوا تو ٹھٹک کر رک گیا اس لڑکی کا ملکوتی حسن دیکھ کر۔ ڈارک براؤن بکھرے بالوں کی لٹیں چہرے کے اطراف میں جھول رہی تھیں' لائٹ گرین شیڈ کی بڑی بڑی آنکھیں' سرخ کپکپاتے ہونٹ' چھوٹی سی ستواں ناک' کتابی چہرہ' معصومیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ وہ تو لڑکا تھا مبہوت رہ گیا' اسے دیکھ کر تو ڈاکٹر عنبر سسٹر ماریہ بھی سراہے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔

''کیسی طبیعت ہے ڈیئر......؟'' ڈاکٹر عنبر نے پیار سے اس کے ہاتھ کو تھام کر پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے پوچھا اور آہستگی سے بولی۔

''کافی بہتر ہوں ڈاکٹر''۔

''ہم...... ویری گڈ چلو اب جلدی سے اپنا نام اور ایڈریس بتاؤ کل سے تمہاری فیملی پریشان ہورہی ہوگی گڈ گرل......'' ڈاکٹر عنبر کے کیئرنگ سے انداز پر وہ کچھ ڈھارس بندھاتی خود میں حوصلہ پیدا کرنے لگی۔

''مم...... میرا نام......'' وہ اچانک ہی خاموش ہوگئی۔

''ہاں ہاں...... شاباش بتاؤ کیا نام ہے......؟ گھبراؤ مت''۔ ڈاکٹر نے کرسی سے اٹھ کر اس کے برابر بیڈ پر بیٹھتے کہا۔

''مجھے یہاں کون لایا تھا ڈاکٹر......؟'' اس نے ڈاکٹر عنبر کا سوال گول کرکے اپنا پوچھا۔

''تمہیں خضر لایا ہے اس کی گاڑی سے ٹکرائی تھیں تم''۔ ڈاکٹر نے کچھ فاصلے پر بیٹھے خضر کی طرف اشارہ کیا۔

''میرا نام ملائکہ شاہ ہے' کیا آپ لوگ میری مدد کریں گے......؟'' اس نے ڈاکٹر اور خضر کو دیکھ کر کچھ سوچا پھر مدد مانگی۔



''وائے ناٹ سویٹ گرل! ہمیں خوشی ہوگی آپ کی مدد کرکے''۔ ڈاکٹر نے خلوص سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''وہ...... آپ...... آپ...... مجھ سے پیپر میرج کرلیں پلیز...... میں آپ کی تاعمر احسان مند رہوں گی' آپ لوگ مجھے غلط لڑکی مت سمجھنا میں بہت عزت دار گھرانے کی ہوں' میں پوری سچائی سے آپ کو بتاؤں گی' مگر اس سے پہلے تحفظ کے لئے پلیز پیپر میرج کرلیں''۔ جھجکتے اور التجائیہ انداز میں کہتے ہوئے وہ ڈاکٹر عنبر کے ہاتھ کو تھامے اب سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔ خضر اس نئی اور انوکھی سی فرمائش پر شش و پنج میں پڑ گیا پھر ایک فیصلہ کرتے ہوئے بولا۔

''پندرہ منٹ ویٹ کریں میں ابھی آیا''۔ کرسی سے اٹھتے ہوئے وہ باہر کی جانب آیا پھر جب واپسی ہوئی تو قاضی اور دو دوستوں کی سنگت میں کمرے میں آیا چند لمحوں کے بعد وہ ملائکہ شاہ سے ملائکہ خضر بن گئی۔ ڈاکٹر عنبر اس کے گال تھپتھپاتے سب کو لئے کمرے سے باہر آگئی تو وہ آنکھیں موندیں ماضی میں چلی گئی' صرف پانچ دن پہلے وہ بالکل خوش اپنے گھر تھی' مگر اب یہاں اسپتال میں بنا کسی سگے رشتے کے تنہا رہ گئی دنیا کی بھیڑ میں۔

☆

''سائیں! آپ ہماری بات مانو اور شاہ زیب ملک کے لئے ملائکہ پتر کا رشتہ دے دو' رانی بنا کے رکھے گا''۔ ملکانی نے سید غضنفر علی شاہ کو قائل کرنا چاہا جبکہ وہ تسبیح کے دانوں پر ذکر الٰہی کرتے ہوئے انہیں سن رہے تھے۔ کمرے کی کھڑکی سے لگی ملائکہ بھی ان کی گفتگو سن رہی تھی اور دل ہی دل میں دعا گو بھی تھی کہ بابا جان انکار کردیں کیونکہ شاہ زیب اسے ایک آنکھ نہ بھاتا۔

''دیکھیں شاہ صاحب! کچھ دن پہلے آپ کو دوسرا اٹیک ہوا ہے جوان اور خوبصورت بیٹی کی حفاظت کب تک کریں گے آپ......؟ نہ کوئی قریبی رشتے دار ہے آپ کا' اس سے پہلے کہ لوگ مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لیں' آپ اس کو کسی محفوظ ہاتھوں میں تھما دیں اور پھر ہم تو شروع سے آپ کو جانتے ہیں اتنی چاہت سے رشتہ مانگ رہے ہیں''۔ ملکانی نے ملک عابد کی سکھائی باتیں دہرائیں۔

''دیکھیں بہن جی! آپ رشتہ لائیں ہم آپ کی عزت کرتے ہیں' رشتہ داری ہم لوگ برادری سے باہر نہیں کرتے یہ بات آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں پھر بھی میں آج یہ بات دہراتا ہوں سو مہربانی کرکے آپ اس نیت سے دوبارہ مت آیئے گا' اس کے علاوہ دروازہ کھلا ہے''۔ سید غضنفر علی شاہ نے ان کی سننے کے بعد نظریں جھکائے پرسکون اور متانت بھرے لہجے میں کہا۔

''معاف کیجئے گا شاہ صاحب! اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خود چاہتے ہیں آپ کے ساتھ کچھ برا ہو' کہاں لکھا ہے ہمارے مذہب میں کہ سید صرف سیدوں میں رشتہ کریں' اسی وجہ سے کچھ اصول پسند آپ جیسے انسان اپنی بچیوں کی جوانی' خواب' امنگیں داؤ پر لگا دیتے ہیں پھر وہ تنگ آکر چور دروازے دیکھتی ہیں۔ جیسی آپ کی طبیعت ہے' بمشکل سال گزاریں گے آپ پھر کیا ہوگا......؟ چلتی ہوں اگر میری باتوں پر غور کریں تو شاید کچھ سمجھ آجائے اللہ حافظ''۔ ملکانی اپنی بھڑاس جو کہ ناکامی کی صورت میں دل میں بھری تھی' ساری نکال کر شانوں کے گرد اپنی آف وائٹ چادر درست کرتیں چلی گئیں۔

ملائکہ کمرے میں اپنے بابا کے پاس آئی تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دعائیں دیں اور اسے جوس لینے بھیج دیا' خود بیڈ پر لیٹ کر سوچنے لگے۔

☆

ملائکہ شاہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی' اس کی امی کے پہلے تین بچے پیدا ہوئے مگر چند مہینوں بعد



www.pdfbooksfree.pk

مر جاتے وہ بہت دعائیں کرتیں کہ لمبی عمر کے ساتھ خدا ایک ہی اولاد دے دے اور وہ لمحہ شاید قبولیت کا تھا کہ سولہ سال بعد ان کے آنگن میں ملائکہ آئی۔ اس کی پیدائش کے بعد ان کی ٹانگوں سے جان نکل گئی اور وہ بیڈ کی ہو کر رہ گئیں۔ یہ سوچیں انہیں سونے نہ دیتیں کہ وہ ملائکہ کو گود میں لے کر پیار نہیں کر سکتیں کیونکہ کسی ایڈز کے مریض کا استعمال شدہ انجکشن نرس نے غلطی سے انہیں لگا دیا اور اندر ہی اندر روگ لگا کر ایک دن کومے میں چلی گئیں۔ شاہ جی بہت غمزدہ رہتے مگر ملائکہ کو دیکھ کر وہ خوش رہنے کی کوششیں کرتے۔ اپنی شریک سفر کے علاج پر پانی کی طرح پیسہ بہایا' مگر ہر طرف سے ان کا علاج لاعلاج قرار پایا۔

شاہ جی اور ان کی ایک بہن ماہ رخ جو کہ سعودیہ میں تھیں۔ زہرہ بیگم اپنی ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھیں سونھیال ددھیال میں کوئی قریبی رشتہ نہ ملا اس کو۔ جب ملائکہ پندرہ سال کی ہوئی تو زہرہ بیگم اسی طرح چپ چاپ چلی گئیں۔ شاہ صاحب دن رات پریشان رہتے آخر دل کے مریض بن گئے۔ اب اس کی اتنی جائیداد اور خوبصورتی ملائکہ کے لئے عذاب بن گئی۔ ملک عابد کے بیٹے شاہ زیب نے ایک مرتبہ کسی کے گھر بنا نقاب کے اسے دیکھا وہیں لٹو ہو گیا' وہ لاپرواہ بگڑا رئیس زادہ تھا اس کی لالچی فطرت اور ہوس پرست فطرت نے سوچا کہ جائیداد بھی ملے گی خوبصورت بیوی بھی عیش ہی عیش۔

دوسری طرف سید غضنفر شاہ اس کی عادتوں سے خاصے نالاں تھے جو کہ دین سے نابلند تھا اور ہر طرح کے برے کاموں میں آگے آگے تھا' انہیں کسی طور پر شاہ زیب ملک کے اطوار نہ بھاتے تھے' وہ بہت ٹینس تھے کہ کس ہاتھوں میں بیٹی کا مستقبل تھامنے کو دیں مگر وہ دن رات خدا سے دعا مانگتے ملائکہ سے کہتے۔

"تم بھی دعا کرو بیٹا! میں تو ہر وقت کرتا ہوں کہ تمہیں اچھا اور شریف بر ملے"۔ وہ آنسو چھپاتی وہاں سے ہٹ جاتی اور بابا کی دعائیں قبول ہونے کی دعا مانگتی۔ انہیں پریشان دیکھ کر وہ بھی آنکھوں میں نمی لئے دعا گو رہتی۔

بابا جان نے تین مرتبہ شاہ زیب' ملائکہ کے لئے استخارہ کیا مگر تینوں مرتبہ جواب ملائکہ کے حق میں نہ ملا تو ان کی دعائیں طویل ہو گئیں' نجانے کیسا دھڑکا تھا جو انہیں بے چین کئے رکھتا۔

☆

"ملائکہ گڑیا! بیٹا میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں میں تمہیں دنیا کی گندی نظروں اور حرص و لالچ کی فطرت سے کہاں چھپاؤں۔ ملائکہ جیسا تمہارا نام میں نے رکھا تم نے اس کا پاس رکھا اور مجھے تم پر فخر ہے میری گڑیا' میں خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں' میرے تین شاگرد ہیں میں نے انہیں اتنا اچھا پایا تو سوچا تم سے کسی ایک کا عقد پڑھوا دوں مگر ان سب کا بھی استخارہ کیا تو وہ مناسب نہیں تمہارے لئے۔ میں نے خدا سے بہت دعائیں مانگی ہیں مجھے یقین ہے وہ سنے گا ضرور چاہے کچھ عرصے بعد مگر وہ تمہیں غلط ہاتھوں میں نہیں جانے دے گا"۔ اتنا بولنے پر وہ ہانپنے لگے' ملائکہ جو ان کے سرہانے بیٹھی دل تھامے ان کی باتیں سن کر عجیب سے واہموں میں گھر رہی تھی' اس نے جلدی انہیں پانی پلایا وہ پانی پی کے پھر سے نیم دراز ہو گئے۔

"میرے بعد تم شہر چلی جانا انسہ کے پاس' وہ تمہاری مدد کرے گی' گاؤں تمہارے لئے ٹھیک نہیں ہے گڑیا"۔ وہ بھرائی آواز میں کہتے ہوئے اس کا سر اپنے سینے پر رکھے بچوں کی طرح رونے لگے' حالانکہ اس کے بابا بہت مضبوط اعصاب کے مالک تھے' مگر آج بیٹی کے تنہا رہ جانے کے خیال سے آنسو بہہ نکلے۔

"پلیز بابا! کیا ہو گیا ہے آپ کو......؟ خدا میری عمر بھی آپ کو دے' آپ رو کر مجھے مزید کمزور مت کریں بابا"۔ ان کی باتیں سن کر اور انہیں روتا دیکھ کر ملائکہ دنگ رہ گئی پھر ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے ان کے



ہاتھوں کو چومنے لگی اور پھر سے ان سے لپٹ گئی۔

"پتہ ہے آج صبح سے بائیں طرف درد ہے صبح دوائی بھی کھائی مگر اب برداشت سے باہر اور......اور تم جلدی ممکن ہو انسہ......کے......پا......س......" دل کے مقام پر ہاتھ رکھے وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر بڑی دقت سے بولے۔ درد کی شدت سے وہ پیلے پڑ گئے۔ ملائکہ ان کی ٹیبلٹ جب تک لائی وہ آنکھیں بند کئے چہرے پر اذیت لئے جھکتے چلے گئے۔

"بابا! یہ دوائی کھائیں"۔ متغیر چہرے اور انہونی خیال دل میں لئے ملائکہ کانپنے لگی۔

"مجھے معا......ف......" یہ ان کے لبوں سے نکلنے والے آخری الفاظ تھے۔ ملائکہ نے ان کے بے جان ہاتھ کو بیڈ سے لٹکتے دیکھا تو غم سے ششدر رہ گئی' اسے بالکل یقین نہ آیا کہ اس کے بابا چلے گئے' وہ عجیب بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی' پھر ان کے سینے پر سر رکھے دھاڑیں مار مار کے رونے لگی۔ حویلی کے تمام ملازم بھاگے آئے اندر کا منظر دیکھ کر وہ بھی ساکت رہ گئے اور سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کیونکہ وہ فرشتہ صفت بزرگ تھے۔

"اٹھیں بابا! میرے ساتھ ایسا مت کریں' میں کیا کروں گی......؟ کون تھا میرا آپ کے سوا دنیا میں۔ اللہ جی میرے بابا کو جگا ئیں' میرا تو کوئی نہیں دنیا میں"۔ غم سے چور وہ دو زانوں بیٹھ کر خدا کے آگے گڑگڑائی مگر بے سود' کیونکہ جانے والے واپس نہیں آتے کبھی۔ روتے روتے وہ بے ہوش ہو گئی۔

☆

جب اسے ہوش آیا اس کے پیارے بابا جان کو تدفین کے لئے لے جایا جا رہا تھا' وہ پھر سسک اٹھی تو پاس بیٹھی ملکانی نے اسے حوصلہ دیتے گلے لگا لیا۔

"ملائکہ پتر! جو بھی ضروری سامان ہے وہ اٹھا لو' یہاں اکیلی کس کے پاس رہو گی اور پھر آج نہیں تو کل تمہیں ویسے بھی ملکوں کی حویلی میں ہی جانا ہے بہو بن کر......" ابھی قل ختم ہوئے تھے کہ ملکانی کے نئے حکم پر وہ اپنے سوچوں کے تانے بانے بنتی بری طرح چونک پڑی۔

"میں رہ لوں گی آنٹی! آپ فکر مت کریں' یہاں حویلی میں اتنے ملازمین ہیں' انوری اماں اور ان کی پوری فیملی ہے مجھے کوئی ڈر نہیں یہ میرا اپنا گھر ہے' میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی"۔ اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے اٹل لہجے میں کہا۔

"پاگل مت بنو پتر! تمہارے بابا چند دن پہلے ملک صاحب کے پاس آئے تھے' رشتہ تو انہوں نے نہیں دیا تھا' مگر تمہاری ذمے داری ہمیں سونپ گئے ہیں' یقین نہیں آتا تو یہ پڑھ لو"۔ اس کے ترت سے جواب دینے پر ملکانی کے دل میں اک ناگواری کی لہر اٹھی جسے کمال مہارت سے وہ اپنے تبسم میں چھپا گئی اور خوبصورت سے قالین پر دونوں ٹانگیں موڑ کے بیٹھی ملائکہ کی طرف اک کاغذ بڑھایا جسے پڑھ کر ملائکہ تردد کا شکار نظر آ رہی تھی' یقین تو اسے نہ آیا مگر وہ ملکانی کو شک میں نہیں ڈال سکتی تھی کہ یہ جھوٹ ہے۔

"السلام علیکم! پیارے دوست ملک عابد! میری زندگی کا بھروسہ نہیں تو میں سید غضنفر علی شاہ اپنے پورے ہوش و ہواس میں اپنی بیٹی ملائکہ شاہ کی ذمے داری تمہیں سونپتا ہوں' خدا کے بعد تم ہی اس کے حامی ناصر ہو' میری بیٹی کو خوش رکھنا والسلام فقط سید غضنفر علی شاہ بقلم خود"۔ یہ تحریر بلاشبہ اس کے بابا کی نہیں تھی مگر اس تحریر پر درج الفاظوں کو ان کی رائٹنگ میں لکھا گیا تھا' وہ دل میں تہیہ کئے ملکانی سے مخاطب ہوئی جو کہ اس کے سامنے بیٹھی گاؤ تکئے سے ٹیک لگائے چائے پیتے ہوئے اسے بھی پڑھ رہی تھی۔

"آنٹی! اگر بابا نے مجھے آپ کے حوالے کیا ہے تو یقیناً کچھ سوچ کے ہی کیا ہو گا تو پھر میرے انکار کی تو گنجائش بھی نہیں' بس اک چھوٹی سی خواہش ہے میری اگر آپ مانیں پلیز آج رات مجھے یہیں سونے دیں



www.pdfbooksfree.pk

صبح ملک ہاؤس چلیں گے پلیز آنٹی"۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی چادر تنے وہ نرمی سے بولی تو ملکانی بخوشی تیار ہوگئی۔

"اچھا پتر! ٹھیک ہے جہاں تین دن وہاں ایک رات اور بس تو میری سیانی دھی ہے رویا نہ کر اور میں بھی یہیں سوؤں گی اپنی دھی رانی کے پاس"۔ ملکانی نے چائے کی پیالی ٹرے میں رکھی اور اس کے سر پر پیار دکھاتے ہوئے ہاتھ رکھا ملائکہ ہونٹ بھینچ گئی۔

☆

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی اسناد اور کچھ ضروری سامان کاغذات پرس میں رکھے' چار جوڑے کپڑوں کے ضرورت کی چند اشیاء بھی لیدر کے اس بیگ میں رکھے جس میں کچھ سونا بھی تھا' حویلی سے سب کچھ اٹھالیا تھا' اس نے اب نظر بیگ پر ڈال کر زپ بند کی اور خود آئینے کے آگے جا کھڑی ہوئی۔ متورم سی آنکھیں' گلابی سا چہرہ اس پر گھبراہٹ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے گالوں کو تھپتھپانے لگی جیسے گھبراہٹ بھگا رہی ہو' پھر ایک دو لمبے لمبے سانس بھر کے خود کو ریلیکس کرنے میں کامیاب ہوئی۔

"بی بی جی! سویرے پانچ بجے گاڑی لاہور جائے گی بس آپ تیاری رکھنا' شاہ صاحب اور آپ کے کتنے احسان ہیں ہم غریبوں پر' مگر دیکھو جی رب کی مرضی"۔ انوری اماں کی بیٹی غزالہ کمرے میں آئی تو وہ بیڈ پر بیٹھ گئی' وہ اپنے مخصوص لہجے میں بولتے ہوئے اس کے قدموں میں بیٹھ گئی پھر گھٹنوں کو چھوتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھری۔

"تم بہت اچھی ہو غزالہ! ورنہ میں کیسے جا پاتی یہاں سے' جتنا تم نے آج کیا مجھے اس کی سخت ضرورت تھی اور اچھا انسان وہی ہے جو ضرورت میں کام آئے"۔ اپنے گھٹنوں پر رکھے اس کے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے موی ہاتھوں میں لے کر وہ مسکرائی۔

"اچھا جی اب آپ سوئیں کچھ دیر' سویرے جلدی جانا ہے میں کارپٹ پر سو جاؤں گی"۔ اس کے ہاتھوں کو لبوں سے چھوتے ہوئے غزالہ نے عقیدت سے واپس چھوڑ دیئے' اسے بے حد لگاؤ تھا ملائکہ سے' کیونکہ وہ سب کی دیکھ بھال کرتی تھی مگر قدرت نے آج اسے آزمائش میں ڈالا تو کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا اس طرح وہ پکڑے جاتے۔

"تھینکس غزالہ......" وہ بیڈ پر لیٹ گئی اور آگے کا لائحہ عمل تیار کرنے لگی۔ اسی طرح بے چینی میں جاگتے سوچتے صبح کے چار بج گئے۔ وہ اٹھی وضو کر کے مصلے پر آ گئی پھر خدا سے رو رو کر اپنی عزت کی حفاظت کے لئے دعا مانگی اور ملکوں کے گھر کبھی نہ جانے کی خصوصی دعا مانگی' اس گھر میں اسے سوائے سندس کے سب زہر لگتے تھے' پھر وہ وظائف میں مصروف ہوگئی اس دوران غزالہ کی آنکھ کھل گئی۔

"بی بی آپ سوئی نہیں......؟" وہ حیرت سے اپنی پوری آنکھیں کھولے ملائکہ کو دیکھنے لگی اس نے سر کے اشارے سے نفی میں جواب دیا تو ٹائم دیکھتی غزالہ پلک جھپکتے میں اٹھی اور ناشتہ لے آئی۔ ملائکہ کا دل تو نہ تھا مگر پھر بھی زبردستی کچھ نوالے حلق سے اتار لئے' پھر ٹرے سائیڈ پر کر کے وہ اپنی بلیک چادر سے نقاب کئے اچھی طرح خود کو ڈھانپ چکی تھی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں غزالہ' دعا کرنا"۔ اپنی حویلی سے اس طرح چوروں کی طرح جاتے ہوئے اس کے دل سے ہوک سی اٹھی' مگر بابا کے الفاظ اور عزت کے خیال سے وہ یہ قدم اٹھانے پر مجبور تھی۔ مٹھی بھر نوٹ غزالہ کو تھمائے' ہونٹ کچلتی وہ گیٹ کراس کر گئی۔ مڑ کر دیکھا ایک الوداعی نظر ڈالی پھر چلی گئی۔ دوسری طرف غزالہ نے فوراً وہ دودھ پی لیا جس مین نیند کی گولی تھی تا کہ ملکانی اس پر شک نہ کریں وہ دل میں ڈھیروں دعائیں کرتی غافل ہوگئی۔

☆

لاہور آنے کے بعد اس نے فوری طور پر گرلز ہاسٹل



میں کمرہ لیا' پھر وہ اپنی دوست انسہ کی مما کے پاس گئی اور انہیں پوری تفصیل بتائی تو آنٹی نے اسے ساتھ لگا کے ڈھیروں تسلیاں دیں' پھر اسے فوراً حکم دیا۔

"جاؤ جلدی سے سامان لے کر آؤ"۔ گرلز ہاسٹل سے بائے واک پندرہ منٹ پر تزئین آنٹی کا کلینک تھا' انسہ کی شادی کر کے وہ اب تنہا ہوگئی تھیں تو فلاحی کاموں میں وقت زیادہ گزارتیں۔ انسہ کی دوست کے علاوہ بھی انہیں ملائکہ اپنی عادت کی وجہ سے بہت عزیز تھی' اب بھی وہ چائے پی کر اپنا سامان لانے جا رہی تھی کہ گاڑی سے ٹکرا گئی' قریب ہونے کی بناء پر وہ پرس بھی نہ اٹھا سکی۔ وہ خدا کی قدرت پر دم بخود رہ گئی اتنی جلدی وہ محفوظ جگہ آ گئی' پھر وہ خضر کے بارے میں سوچنے لگی۔

"تھینکس ملکوں سے جان چھوٹی......خضر کیسا ہوگا بائے نیچر"۔ اس کی ذہنی رو ایک مرتبہ پھر بہک کر خضر کے گرد منڈلائی تو اس نے خود کو سرزنش کی کہ۔

"صرف پیپر میرج ہے ملائکہ شاہ! زیادہ دور تک مت سوچیں"۔ خود سے کہتے ہوئے وہ آنکھوں پہ بازو رکھے حال میں لوٹ آئی۔

☆

"گڈ مارننگ پریٹی گرل...... ہاؤ آر یو ڈیئر"۔ ڈاکٹر عنبر کی والدہ ڈاکٹر شگفتہ' سسٹر ماریہ کے ہمراہ بمعہ ناشتہ اس کے کمرے میں آتے ہی مشفقانہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"بالکل ٹھیک ہوں اللہ کے کرم سے اور آپ کی تھینک فل بھی"۔ ملائکہ نے مشکور سے لہجے میں کہا کیونکہ کل نکاح میں یہ موجود نہیں تھیں مگر فون پر انہوں نے اسے بہت سپورٹ کیا وہ اس کے ساتھ تعاون کریں گی سو آج وہ آئیں تھیں۔

"ناٹ تھینکس مائے ڈیئر! یہ ہمارا فرض تھا کہ آپ کے کام آئیں' اب ناشتہ کرو خضر بھی آنے والا ہے"۔ ماریہ کے ہاتھ سے ٹرے لے کر اس کے سامنے رکھ کر کہا تو وہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی۔

دروازے پر ناک ہوئی۔

"یس......" ڈاکٹر شگفتہ نے اجازت دی تو چپڑاسی اندر آیا۔

"میڈم! وہ خضر صاحب آپ کے آفس میں بیٹھے ہیں"۔

"اچھا منظور! تم ایسا کرو اسے یہیں بھیج دو"۔ ڈاکٹر شگفتہ نے اسے یہیں بلالیا۔

"السلام علیکم گڈ مارننگ"۔ فریش سا سراپا اور لہجہ لئے وہ ان کے سامنے تھا۔

"وعلیکم السلام گڈ مارننگ ٹو ینگ مین"۔ ڈاکٹر شگفتہ نے ملاحت سے جواب دیا۔ ملائکہ چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی سوچ میں منہمک تھی کہ اسے اب سب سچ بتانا ہے۔

"جی تو مس شاہ! اب بتائیں کیسی ہیں آپ کہاں کی رہنے والی ہیں......؟ مطلب سب کچھ بتائیں تا کہ اچھے طریقے سے ہم آپ کی مدد کر سکیں"۔ خضر کی آواز نے بالآخر اس کے سوچوں کے گھوڑوں پر لگام ڈالی تو وہ آہستگی سے سر اٹھا کر خضر کو دیکھنے لگی پھر چائے کا خالی کپ ٹرے میں رکھ کر سائیڈ پر کیا۔

"میں ایک سیدزادی ہوں میرے والد کا نام سید غضنفر علی شاہ ہے"۔ پھر اس نے دھیرے دھیرے پوری بات ان کے گوش گزار کی۔ ڈاکٹر شگفتہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے' خضر کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک ہاتھ کرسی کے پیچھے ٹکائے اس کی باتیں محویت سے سن رہے تھے۔

"میری انٹر کی اسناد' جائیداد کے کاغذات سب گرلز ہاسٹل میں ہیں' میری فرینڈ کا گھر وہاں سے قریب ہے لیکن میں پرس بھی اٹھا نہ سکی' نمبر مجھے کسی کا یاد نہیں ورنہ ابھی میں آپ کی بات کروا دیتی' انسہ کی والدہ بھی ڈاکٹر ہیں ان کا نام ڈاکٹر تزئین ہے' پلیز بلیو می میں جھوٹ نہیں کہہ رہی"۔ اپنی روداد سنانے کے بعد وہ خود سے ان کے چہروں سے اخذ کرنے لگی کہ وہ بے یقین ہیں تو



www.pdfbooksfree.pk

اس نے ڈاکٹر تزئین کا بھی حوالہ دیتے ہوئے اپنے الفاظوں پر زور دیا ڈاکٹر شگفتہ چونک گئیں۔

''تزئین......؟'' وہ دھیمے سے بولیں پھر ملائکہ سے کہا۔

''اٹ اوکے بے بی! آپ اپنے ہوسٹل کا ایڈریس دیں خضر وہاں سے سامان لے آئے گا' پھر خضر' سعد کا بچپن کا دوست ہے اس طرح یہ میرا دوسرا بیٹا ہے اور آپ میری بہو ہوئیں ناں......؟ مجھے آپ پر یقین ہے''۔ ڈاکٹر شگفتہ نے اسے خلوص دل سے کہا تو ملائکہ تشکر سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

''چلو خضر! تم ملائکہ کو پہلے گھر چھوڑو پھر ہاسٹل جانا' عنبر کو میں منع کر رہی ہوں وہ اپنی بھابی کا استقبال کرے گی خوش دلی سے ویلکم ہو گا ملائکہ ڈیئر کا''۔

خضر کو مخاطب کر کے وہ موبائل پر نمبر پریس کرنے لگیں' خضر اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھا اسے بیٹھنے کا کہہ کر وہ قریبی دکان سے بیلنس کارڈ خریدنے لگا۔ ملائکہ ابھی بیٹھنے ہی لگی تھی کہ کسی نے اس کے منہ پر چادر کے اوپر سے ہی کچھ سونگھا کر بے سدھ کر دیا' خضر کارڈ لے کر جیسے ہی پلٹا کچھ غیر معمولی احساس تلے وہ گاڑی تک آیا' مگر ملائکہ ندارد' وہ پریشان سا یہاں وہاں دیکھنے لگا' صبح کا ٹائم تھا رش گاڑیوں کا بہت تھا' قریب کھڑے ایک پھل فروش بزرگ نے بتایا چار اسلحہ لئے افراد اس کے ساتھ آئی لڑکی کو پجارو میں ڈال کر لے گئے' وہ ڈاکٹر شگفتہ کو بتاتے ہوئے خود بھی گاڑی لے کر پجارو کی تلاش میں چل پڑا جو کہ ناممکن سی بات تھی پھر اس نے سعد کو فون کیا وہ ایس پی تھا پھر وہ ہاسٹل جا کر اس کا بیگ پرس وغیرہ لایا اور عنبر کو باہر سے ہی پکڑا کر چلا گیا' عنبر نے بھی دعا کی کہ جلد ملائکہ مل جائے۔

☆

جیسے ہی اسے ہوش آیا وہ دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں لئے اٹھ بیٹھی اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ اسے یاد آیا کہ وہ تو ہوسٹل جا رہی تھی کہ اچانک...... اور لفظ کڈنیپ پر اس کی حسیات فوراً بیدار ہو گئیں' اس کا ذہن ملک عابد کی طرف چلا گیا' وہ پل میں سمجھ گئی کہ یہ اس کی کارستانی ہے' مگر وہ مطمئن تھی کہ اس کی شادی زبردستی بھی شاہ زیب کے ساتھ نہیں کروا سکتے۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا تو سندس کھڑی تھی۔

''ملائکہ! پاگل پن کی انتہا کر دی تم نے اگر فرار ہو ہی گئی تھیں تو لاہور کیوں گئیں وہ تو سمجھو پورا ہی ہمارا ہے''۔ سندس نے اس کے ساتھ میٹرک کیا تھا' وہ بہت مختلف تھی اپنے ماں باپ اور بھائی سے' وہ بھی ملائکہ کو چاہتی تھی مگر ماں باپ کی لالچی اور بھائی کی آوارہ فطرت کو وہ خوب سمجھتی تھی جبھی وہ حق میں نہ تھی کہ ملائکہ شاہ زیب کی بیوی بنے' اس کے گاؤں چھوڑنے پر بابا تلملا گئے' شاہ زیب ملک آگ بگولہ جبکہ ملکانی جی بھنا اٹھیں۔ ہاں ایک سندس خوش تھی کہ وہ بچ نکلی مگر ابھی اسے اطلاع ملی کہ ملائکہ پھر ان کے ہتھے چڑھ گئی' تو وہ بہت دکھی ہوئی اور چھپ کر اس سے ملنے چلی آئی۔

''بس سندس! بابا نے مجھے کہا تھا جلدی گاؤں چھوڑ دینا' میری تو سوچیں بھی بند تھیں اس وقت میں انسہ کے پاس چلی گئی مگر قسمت پھر یہاں لے آئی' تم پلیز مجھے یہاں سے نکالو میں یہ ملک ہی چھوڑ دوں گی' باہر اپنی پھپھو کے پاس چلی جاؤں گی پلیز سندس......'' وہ بیڈ سے اتر کر سندس کے قریب آئی اور منت کرتے ہوئے بولی' تو سندس نے اسے گلے سے لگا لیا۔

''پگلی یہ پلیز ولیز مجھے مت کہو' میری بہت پیاری سی دوست ہو اگر تم نہ بھی کہتیں تو بھی مجھے تمہیں یہاں سے فرار کروانا تھا' اوکے شام سات بجے میں پائیں باغ والی کھڑکی کھول دوں گی تم نکل جانا اوکے اب میں چلتی ہوں' کہیں نوری نہ آ جائے خدا حافظ''۔ مدھم سرگوشی کرتے ہوئے وہ جیسے دبے پاؤں آئی تھی اس طرح



واپس چلی گئی' ملائکہ پھر خدا کی مشکور ہوئی۔

☆

شام کو حسب وعدہ سندس نے کھڑکی کھول دی تو وہ باغ سے چادر اچھی طرح سنبھالے سینڈل ہاتھ میں پکڑے مضبوطی سے قدم جمائے بنا چاپ پیدا کئے گزرنے لگی' پھر محتاط سے انداز میں گلیوں سے گزرتی وہ باہر سڑک کی طرف آ گئی۔ گاؤں کا ماحول شام ڈھلے ہی پرسکون سا ہو جاتا تھا جو اس کے لئے بے حد معاون ثابت رہا' پھر وہ دل پر ہاتھ رکھے سانس متوازن کرتے ہوئے پیچھے مڑ کے دیکھنے لگی مگر اتنے میں ایک کالی مرسڈیز اس کے بالکل قریب آ رکی' اگر وہ بروقت اچھل کر پیچھے نہ ہوتی تو یقیناً چوٹ لگوا چکی ہوتی' اس نے اپنے گرد چادر کو مزید مضبوطی سے تھاما پھر دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ ملکوں کا کوئی کارندہ نہ ہو' اسی خوف سے وہ سانس تک روکے کھڑی تھی کیونکہ ایسی گاڑیاں ملکوں کی ہی تھیں' اگر ایکدم بھاگتی تو شک کی بنیاد پر پکڑی جاتی سو دل کڑا کر کے وہیں کھڑی رہی' چر کی ہلکی سی آواز کے ساتھ گاڑی کا دروازہ کھلا' اندھیرے میں ایک شخص قریب آتا دکھائی دیا وہ سہم سی گئی۔

''کون ہیں آپ......؟ یہاں اکیلی کیوں کھڑی ہیں......؟'' آنے والے نے درشت لہجے میں سوال کیا تو ملائکہ کے سینے میں اٹکی سانس بحال ہوئی اپنے محسن شوہر کی آواز سن کر۔

''میں آپ سے مخاطب ہوں پلیز ٹیل می''۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو وہ لرزتی آواز میں بولی۔

''میں ملائکہ ہوں''۔ خضر تو سن سا کھڑا رہ گیا کہ وہ یہاں کیسے......؟

''آپ یہاں کیسے......؟ کس نے کڈنیپ کیا آپ کو......؟'' وہ جہاں ملائکہ کو دیکھ کر خوش ہوا وہیں حیران بھی ہوا۔

مجھے ملک عابد نے اغوا کروالیا تھا' مگر میں اللہ کا کیسے شکر ادا کروں کہ اس نے پھر بلکہ قدم قدم پر اپنی رحمت کے سائے میں رکھا' ان کی بیٹی میری دوست ہے وہی آج فرشتہ بنی میرے لئے' اب میں یہاں آپ کے سامنے ہوں''۔ ملائکہ نے اسے جواب دیا ساتھ ہی وہ حیران کہ وہ یہاں......؟

''آپ یہاں کیسے......؟ کہیں آپ شاہ زیب ملک کے دوست تو نہیں' کہیں مجھے پکڑ کر انہی کے حوالے تو نہیں کر دیں گے......؟ پلیز آپ ایسا......''

''آپ گاڑی میں بیٹھیں میری بیوی ہیں آپ' میں شکل سے اتنا ہی بے اعتبار لگتا ہوں تو اعتبار کیوں کیا''۔ اس کے پہلے سوال پر کنفیوژ ہو کے دوسرے پر جلدی سے اس کی بات کاٹ کر ناراضی سے بولا تو وہ قدرے شرمندہ سی ہو گئی۔

''سوری وہ مجھے لگا کہ آپ ان کے قریبی دوست ہیں' وہ آپ کو پٹالیں گے' وہ بہت تیز لوگ ہیں سچی ورنہ آپ پر اعتبار ہے تو نکاح کیا ہے''۔ ملائکہ نے بے اختیار اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر معصومیت سے کہا تو وہ اسے گاڑی میں بٹھا کے ملکوں کی حویلی تک لے آیا۔ ملائکہ کا رنگ اڑ گیا مگر اس نے ملائکہ کے ہاتھ کو تسلی دینے والے انداز میں چھوا۔

''کچھ دیر بعد آپ کو اندر بلواؤں گا جب تک خاموشی سے یہاں بیٹھیں باقی باتیں کچھ دیر بعد اوکے ڈیئر''۔ چہرے پر سوچوں کا جال بنے' ہونٹوں پر جبراً مسکراہٹ لائے وہ اس کے گال کو سہلا کر گاڑی سے نکل گیا۔

☆

''بابا سائیں! آپ نے مجھے بلوایا خیریت......؟'' ملک عابد کے روبرو کھڑا وہ استفسار کر رہا تھا۔

''ہاں یار! وہ میرے دوست کی بیٹی ہے بے چاری یتیم و مسکین ہے کوئی آگے پیچھے نہیں ان کے' میں نے تو شاہ زیب سے کہا تھا مگر کچھ دیر پہلے وہ امریکا جانے کو نکلا ہے تم کر لو اس سے شادی' بھلے بعد میں پسند کی بھی کر لینا وہ یہیں ایک کونے میں حویلی میں پڑی رہے گی پھر

www.pdfbooksfree.pk

ساری عمر احسان مند رہے گی"۔ اپنے تئیں حقہ پیتے ہوئے ملک عابد نے بڑے سبھاؤ سے بات کی کہ خضر کو کچھ ناگوار نہ لگے تو انہوں نے پچکارتے ہوئے کہا مگر خضر کی ضبط سے مٹھیاں بھینچ گئیں۔

"کہاں ہے وہ لڑکی ذرا بلوائیں تو......" خود کو بمشکل سنبھالے پرسکون لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بابا! ہم ابھی بلواتے ہیں' نوری او نوری...... ملائکہ پتر کو یہاں لاؤ"۔ ملازمہ کو آواز لگاتے وہ خضر کو بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگے' پاس ہی ملکانی جی واری صدقے ہوتے ہوئے کچھ پڑھ کے خضر پردم کررہی تھیں مگر ذہن اس قدر الجھا ہوا تھا کہ وہ انہیں دیکھ کر مسکرا بھی نہ سکا' اس کے ذہن میں ابھی کچھ دیر پہلے کے الفاظ گونجے۔

"وہ لوگ بہت تیز ہیں آپ کو بھی پٹالیں گے"۔

"بس خدا مجھے ملکوں کے گھر کا حصہ بننے سے بچائے اس کے علاوہ جہاں مرضی شادی ہوجائے"۔ ایک اور جگہ کہے ملائکہ کے الفاظوں نے اس کے دماغ کی چولیں ہلاڈالی تھیں۔

"وہ ملک سائیں! کمرے میں کوئی نہیں جی......" نوری نے ڈرتے ڈرتے کہا تو ملک عابد غصے سے دھاڑتے ہوئے اپنی نشست سے وہ اور ملکانی یکدم اٹھ کھڑے ہوئے مگر وہ پرسکون بیٹھا رہا۔

"کیا...... کیا بکواس ہے کہاں مر گئے تھے تم سب' جاؤ دفع ہو' دس منٹ میں مجھے چھوکری چاہئے"۔ ان کے غضب کے ڈر سے حویلی میں ہڑبڑی مچ گئی' اسی وقت شاہ زیب کمرے میں داخل ہوا۔

"بابا سائیں! میں نے سوچا کہ آپ کی بات مان لوں اور ملائکہ سے نکاح کرکے اسے بھی ساتھ لے جاؤں اسی بہانے ہنی مون بھی ہوجائے گا ایک تیر سے دو شکار کیوں بابا سائیں"۔ بابا سائیں کے صوفے پر کچھ فاصلہ رکھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنا پلان انہیں بتایا' خضر پرنظر پڑی تھی۔

"واہ کیا فرمانبرداری ہے ویری گڈ"۔ خضر نے کٹیلی نظروں اور کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"او خضر آیا ہے کیسے ہو یار کب آئے......؟" شاہ زیب نے مصافے کو ہاتھ بڑھایا جسے بری طرح وہ نظر انداز کرگیا۔ شاہ زیب نے ابرو اچکا کے اسے دیکھا خضر کو شاہ زیب پر حد درجہ غصہ تھا جس کی وجہ سے ملائکہ دربدر ہوئی۔

"اچھا تو بابا کو تم نے یہ بتایا کہ لندن میں تمہاری فیملی ہے ایک بیوی دو بچے' لاہور میں بھی آپ کی شریک حیات ایک بیٹی کے ہمراہ ہے پھر یہ تیسری شادی......؟" خضر نے لفظ چبا چبا کے ادا کئے تو وہ گھبرا گیا' ایک لمحے کو ملک صاحب اور ملکانی بھی جوش میں آئے کہ ہمیں بتانا بھی گوارہ نہ کیا' مگر خضر کے سامنے وہ شاہ زیب کو برا نہیں کہہ سکتے تھے' آخر کو ان کی بڑی اولاد تھا' شروع سے ان کے پاس رہا جبکہ خضر شہر رہتا تھا۔

"لو تم ابھی تک وہیں کے وہیں ہو خضر ملک! اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے بصورت دیگر اگر آپ پورا خرچہ اٹھا سکتے ہیں اور ویسے بھی ملائکہ کی اتنی جائیداد ہے اسی کے کام آئے گی"۔ اپنے طور پر شاہ زیب نے خضر کا مذاق اڑایا تو وہ اس کی سوچ پر تاسف سے دیکھ کر رہ گیا۔

"ٹھیک کہتا ہے شاہ زیب' خضر پتر تو' تو ویسے بھی شہر رہتا ہے گاؤں کے اصول رسم ورواج کا تجھے کیا پتہ' ایک لندن میں ایک لاہور میں' یہاں حویلی میں تو کوئی بھی نہیں اور خرچہ تو یہ دس بیویوں کا اٹھا سکتا ہے' یہاں ملائکہ کی جدائیداد ان کی رکھوالی پھر دیگر مسائل......" انہوں نے شاہ زیب کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے پیار سے خضر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا کیونکہ ملک صاحب جانتے تھے خضر الگ ٹائپ کا بندہ ہے۔ شاہ زیب انہی کا پرتو' خضر کا تنفس بڑھنے لگا۔ اس سے پہلے وہ ان کی بات جھٹلاتا نوری ہراساں آئی۔



"ملک سائیں! ملائکہ بی بی کمرے میں نہیں بلکہ حویلی سے ہی غائب ہیں' دینو اور کرم دین باہر بھی گئے مگر......"

"چٹاخ"۔ نوری کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جب ملک عابد کا فولادی ہاتھ کمزور سی نوری کے منہ پر پوری طاقت سے پڑا وہ اوندھی جا گری' ابھی سنبھلی بھی نہ تھی کہ ملکانی جی نے طیش میں آکے دو جھانپڑ اسے رسید کرتے ہوئے کوسا۔

"بدبخت اس لئے تجھے رکھوالی کے لئے بٹھایا تھا"۔ اور نوری بچاری گنہگار نہ ہوتے ہوئے بھی سزا کے خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ خضر کی برداشت بس یہیں تک تھی وہ پھٹ پڑا۔

"فار گاڈ سیک بند کریں یہ تماشہ' کیا جانوروں سا سلوک کررہے ہیں' کچھ خوف خدا ہے آپ کے دلوں میں' ڈریں خدا سے کیوں کسی غریب کے دل کی آہ لیتی ہیں' یہی نوری کتنے سالوں سے آپ کے ہر جائز و ناجائز کام میں خاموش تماشائی بنی کسی ربوٹ کی طرح حکم بجالاتی رہی' بتائیں ماں جی! کبھی شکایت کا موقع دیا اس نے آپ کو......؟ آپ کے گھر بھی بیٹی ہے کچھ سوچیں اگر اس کی بددعائیں سندس کو لگ جائیں' اور ...... اور جائیداد کے پیچھے آپ نے ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی کو اپنے آوارہ اور پہلے سے شادی شدہ بیٹے کے پلے باندھنا چاہا۔ افسوس بابا سائیں! جب شاہ صاحب اپنی اتنی جائیداد اپنے ساتھ نہ لے کر گئے تو کیا آپ ساتھ لے کر جائیں گے......؟ تف ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں یہ دھن دولت سب فانی ہے' بابا سائیں اس بات کو سنا تو ہوگا مگر خدا کے لئے کبھی سوچیں اس پر یہ دولت سکون دیتی نہیں لیتی ہے۔ بابا سائیں! اگر یہ ہی دولت اور خوبصورتی آج ملائکہ کو کسی مشکل میں پھنسا سکتی ہے تو سندس کے ماں باپ بھی کم نہیں' حسن اس کے پاس بھی ہے اگر خدا کی مرضی سے ہم چاروں ابھی مرجائیں کسی بھی حادثاتی موت کے تھر وتو ملائکہ کی جگہ لوگ بھیڑیئے بنے سندس کو گھیرے میں لئے ایک منٹ میں نوچ لیں گے۔ ملائکہ کے ساتھ اس کے نیک ماں باپ کی دعائیں تھیں' ان کا حسن وسلوک' سیرت اخلاق کے لوگ گرویدہ تھے جس کی بدولت آج ملائکہ محفوظ ہے اور آپ خود اپنے گریبان میں جھانکیں ذرا کہ لوگ آپ سے خوش ہیں یا بے زار' کریں خود سے سوال"۔ خضر ان کے سامنے بولتا چلا گیا' پھر ایڑھیوں کے بل گھوم کے شاہ زیب کے روبرو آیا۔

"کچھ سوچو شاہی! تمہارے بھی تین بیٹیاں ہیں' میرا مقصد آپ سب کو زک پہنچانا یا طنز بددعا دینا نہیں ہے' کیونکہ مجھے ان لڑکیوں کے نصیب سے ڈر لگتا ہے جو ہمارے کئے کی سزا بھگتیں گی۔ اماں جان پلیز! آپ سب خدا سے معافی مانگیں وہ رحیم وکریم ہے اگر ابھی بھی نہ سنبھلے تو خدا رسی دراز کرتے ہوئے یک دم کھینچتا ہے"۔ وہ تاسف' غصہ' بے بسی سے انہیں دیکھتے ہوئے کمرے سے جانے لگا' مگر دروازے پر استادہ کھڑے وجود کو دیکھ کر رہ گیا۔

وہ سن کھڑی تھی۔

"آئیں ملائکہ! ان سے ملیں یہ میرے بابا سائیں' یہ ماں جی اور یہ...... یہ آپ کے جیٹھ جی......" ملائکہ کا ہاتھ پکڑے وہ ان کے سامنے آیا تو وہ ساکت سے رہ گئے۔ شاہ زیب کا تعارف کچھ سوچ کے خضر کے جیٹھ جی کے طور پر کروایا۔ انتہائی ڈرامائی انداز میں خضر نے ان کے سروں پر بم پھوڑا۔ ملائکہ باہر گاڑی میں بیٹھی نوکروں میں پھیلی ہلچل دیکھ رہی تھی' جب دینو چوکیدار بھی ایک طرف چلا گیا' وہ خضر کی موجودگی ہونے پر دل کڑا کر کے اندر آگئی پھر ان کی تمام گفتگو من وعن سنی' اس کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے کہ خدا کی قدرت وہ اسی گھر کی بہو بنی۔ کیسے ملاپ لکھا تھا خدا نے اس حویلی کے فرد سے جس کی باتیں سن کر ملائکہ کو خود پر رشک آیا' مگر بظاہر مطمئن ہوئے اس نے خضر کے پہلو



www.pdfbooksfree.pk

میں کھڑے ہو کر انہیں سلام کیا۔

خضر کے پر اثر الفاظوں نے ملک اور ملکانی کے وجود کو جھٹکوں میں ڈال دیا' ان پر رقت طاری ہو گئی اور شاید خدا بھی انہیں راہ راست پر لانے کا تہیہ کر چکا تھا جو ان کے دل میں خوف خدا آ گیا۔

''ہمیں معاف کر دے پتر! ہم غلط تھے اب بھی دیکھو اپنے گھر کی عزت کو اغواء کروایا' ہم بہت گناہ گار ہیں ہم خود کو عقل مند سمجھتے تھے' مگر عقل کسی کی میراث نہیں ہمیں فخر ہے کہ تو ہمارا خون ہے''۔ بابا سائیں نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑے خضر تڑپ اٹھا۔

''اور دھی رانی! تو بھی اگر دل مانے تو معاف کر ورنہ جتنا برا ہم نے تیرے ساتھ یا سب کے ساتھ کیا ہم تو معافی کے قابل بھی نہیں ہم بہت ...... برے ہیں''۔ ملکانی نے ملائکہ سے روتے ہوئے کہا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''آنٹی پلیز...... آپ یہ ...... یہ کیا کر رہی ہیں......؟ میرے بزرگ ہیں آپ میرے لئے احترام والی ہستی ہیں' یوں ہاتھ جوڑے ہمیں گناہ گار نہ کریں' آپ کو آپ کی غلطی کا احساس ہو گیا یہی ہماری اور خدا کی طرف سے سب سے بڑی معافی ہے' ہم ادنیٰ سے انسانوں کی کیا اہمیت جو جزا سزا دیں''۔ ملائکہ نے ملکانی کے آنسو صاف کرتے ہوئے صوفے پر بٹھا کے پانی پلایا۔ قریب ہی خضر نے روتے ہوئے ملک کو بازوؤں کو گھیرے میں لیتے ملائکہ سے پانی لیا۔ شاہ زیب ندامت سے چور رفو چکر ہو گیا۔

شور کی آواز سن کے سندس جب ہال کمرے میں آئی تو ملائکہ کی باتیں اور اندر کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی پھر وفور مسرت سے آنکھوں میں نمی لئے ملائکہ سے لپٹ گئی۔

''تھینکس ملائکہ! آپ نے میرے والدین کو معاف کیا میں آپ کا تہہ دل سے......'' خضر نے تشکر سے لبریز انداز میں ملائکہ سے کہا تو وہ آنسو صاف کرتی بولی۔

''اب آپ تھینکس کریں گے......؟ بھئی تھینکس تو مجھے آپ کا کرنا ہے جو بنا کچھ پوچھے میری مدد کو تیار ہوئے اور مجھے تحفظ بھری ایک چھت میسر کی''۔ ملائکہ کی بات سن کر ماں جی نے اسے گلے لگا لیا اور سندس نے ان کی شادی کیسے ہوئی کب ہوئی کی تفصیل سنی پھر ڈھیروں دعاؤں کے گلاب ان پر نچھاور کئے۔

☆

''خضر پلیز! بس یہ اینڈ رہ گیا ریئلی میں ابھی آئی''۔ اپنی پسندیدہ رائٹر کی کہانی پڑھتے ہوئے ملائکہ نے خضر کو کب سے آ رہی ہوں پر ٹرخایا ہوا تھا مگر اب وہ خود ہی سر پر آن پہنچا اور بک چھین کر ایک طرف اچھال دی' ملائکہ بولتی رہ گئی۔

''ایک منٹ بھی نہیں پہلے سندس کے پاس دو گھنٹے پھر بابا اور ماں جی کے پاس' میری کوئی اہمیت ہی نہیں' ٹھیک ہے محبت جب مجھے ہوئی ہے تو خوار بھی مجھے ہی ہونا پڑے گا' تمہارا کیا ہے مجھے کبھی ایک نظر کی خیرات دے کر پرسکون ہو جاتی ہو''۔ بیڈ پر بیٹھی ملائکہ کی طرف پشت کئے روٹھے لہجے میں گویا ہوا تو ملائکہ نے لب کا کونہ دانتوں تلے دبائے پہلے خود کو لتاڑا پھر خضر کے شانے پر اپنا بازو ٹکائے اس پر چہرہ رکھا' اپنا رخسار خضر کے رخسار سے ٹچ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ کو مجھ سے محبت ہوئی ہے بادشاہ سلامت! مگر اس ادنیٰ سی کنیز کی بے حد خدا سے مانگی گئیں دعاؤں کا ثمر ہیں آپ' سو جو آپ کی میری نظر' دل دماغ میں جو اہمیت و مقام ہے اس کے سامنے آپ کی مجھ سے محبت کچھ بھی نہیں''۔ خضر تو ویسے ہی بن رہا تھا' اس اظہار پر ایکدم سیدھا ہوا اور ملائکہ کو بازوؤں میں لئے اس پر جھک گیا ملائکہ پرسکون ہو کر آنکھیں موند گئی۔

☆




# LADIES & GENTS SPEICIALIST DRESS DESIGNER

OUR SPECIALITY

LADIES

☆ Shalwar Suite
☆ Designar Suite
☆ Sarri Blouse
☆ Chooridar Pajama Suite
☆ Sharara Suite
☆ Rajistani Sharara &Gharara
☆ Gharara Suite
☆ Maxi
☆ Hand Embroidery
☆ Machine Embroidery
☆ Skirt Blouse
☆ Bridal Dresses

Dress Disigner

**Master Sohail Iftekhar Ali**

Ph:34536068

OUR SPECIALITY

GENTS

☆ Shalwar Suite
☆ Kurta Pajama
☆ Kurta Shalwar
☆ Pant Shirt
☆ Waist Coat
☆ Safari Suite

Dress Designer

**Master Muhammad Mansha**

Ph: 4536068

Mob: 0300-2558766

مال آرڈر پر بھی تیار کیا جاتا ہے

179-C.C Area,Block-2 P.E.C.H.S. Tariq Road,Karachi

www.pdfbooksfree.pk

سمیرا غزل

افسانہ

# وفا اور عورت

صبح کی میٹھی میٹھی دھوپ اسے بے حد سکون بخش رہی تھی یہی وجہ تھی کہ تقریباً ایک گھنٹے جوگنگ کے بعد بھی وہ بالکل فریش نظر آ رہی تھی اس نے اپنی مخصوص بینچ کے پاس رک کے پانی پیا اپنا بیگ اٹھایا اور ایک نظر گھڑی کی طرف ڈالی جو اس وقت صبح کے نو بجا رہی تھی کچھ سوچتے ہوئے وہ مسکرائی اور گھر کی جانب نکل پڑی روزانہ کی طرح ہی وہاں سے نکلتے وقت پارک میں موجود باقی عورتوں نے حسد و شک کی نگاہ سے دیکھا تھا پچھلے دو سالوں سے وہ اسے اسی طرح مطمئن و خوش دیکھ رہی تھیں، آج تک انہیں اس کے چہرے سے مایوسی و غم کے آثار نظر نہیں آئے تھے جبکہ وہ شادی شدہ ایک بچے کی ماں بھی تھی، انہوں نے کبھی اسے تھکا ہوا نہیں دیکھا تھا اس کا چہرہ ہمیشہ گلاب کی طرح جگمگاتا اس کے اندر بکھرے سکون و طمانیت کی نشاندہی کرتا تھا اور کرتا بھی کیوں نہیں وہ زرتاشہ حسن تھی کوئی معمولی عورت تو نہیں۔ خدا نے حسن کے ساتھ ساتھ اسے ذہانت کی دولت سے بھی خوب نوازہ تھا اور جب حسن و ذہانت مل جائیں تو قسمت خود قابل حسد و رشک بن جاتی ہے۔

☆

"السلام علیکم امی جان"۔ زرتاشہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی ساس انیسہ بیگم کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، میری بچی سدا خوش رہو سدا سہاگن رہو"۔ انیسہ بیگم نے جواباً مسکراتے ہوئے اپنی بہو کو کہا جو انہیں بہو کم بیٹی زیادہ لگتی تھی۔

"جی امی آپ بیٹھیں میں جا کر جاذب کو دیکھ لوں اٹھ نہ گیا ہو اور یہ فریدہ بھی اب تک نہیں آئی ہے، حد ہے اس نے بھی آئے دن کا لگا رکھا ہے دیر سے آنا"۔ زرتاشہ نے جاذب اپنے اکلوتے بیٹے کا پوچھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں دیکھ لو بیٹا، میں نے بھی ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا سو رہا تھا مزے سے"۔ انیسہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اپنی ذمہ دار سعادت مند بہو کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆

شام کے کس پہر تک وہ نجانے سوتی رہی کہ مسلسل بجتے موبائل سے اس کی آنکھ کھل گئی، مگر اسکرین پر جگمگاتے ہوئے نام اور نمبر کو دیکھ کے اس کی ساری نیند بھاگ چکی تھی، بجلی کی سی تیزی کی طرح اس نے کال ریسیو کی۔

"السلام علیکم حسن! جی میں وہ سو رہی تھی آپ نے اس وقت فون کیا کوئی کام تھا کیا......؟" زرتاشہ نے مسکراتے ہوئے سلام کر کے پوچھا۔

"وعلیکم السلام جان حسن......! ہاں کچھ خاص نہیں بس آج شام میں تیار رہنا آج شاپنگ پر چلنا ہے ہمیں، جلدی آ جاؤں گا میں، ٹھیک ہے لو یو سوچ اور جاذب کو پیار کرنا، خیال رکھنا"۔ شاپنگ کے ذکر سے ہی زرتاشہ کا دل خوش ہو گیا تھا اس نے اپنے پہلو میں لیٹے جاذب کو پیار کیا اور مسکراتے ہوئے لائٹ آن کر دی تا کہ جلد از جلد کام نمٹا کے شام تک تیار ہو سکے۔

☆



www.pdfbooksfree.pk

''ایکسکیوزمی! سائیڈ پر ہوئیے گا پلیز میم''۔ دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز سنبھالے عرشیہ نے اپنے آگے والی خاتون سے کہا جو اس وقت اپنی شاپنگ میں پوری طرح محو تھی۔

''شیور''۔ زرتاشہ نے سائیڈ میں ہوتے ہوئے اپنے مقابل موجود لڑکی کو دیکھا تو حیرت و خوشی سے اس کا چہرہ چمک اٹھا' اس نے آگے بڑھ کر اپنی اکلوتی بہترین دوست عرشیہ کو گلے لگایا جو پورے ڈھائی سال بعد اس کے روبرو تھی۔

''کیسی ہو زری......؟ اتنے سالوں تک کہاں تھیں یار نہ کوئی رابطہ' نمبر بھی بند تھا تمہارا' یار بے وفائی کی بھی حد ہوتی ہے''۔ عرشیہ نے شکایت کرتے ہوئے کہا تو زرتاشہ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

''ارے ٹھیک ہوں یار! بس کیا بتاؤں سب اتنا اچانک ہوا میں چاہ کہ بھی رابطہ نہ کرپائی بہت مصروف ہوگئی تھی پھر تمہارا نمبر بھی مجھ سے مس ہوگیا تھا' خیر اب مل گئے ہے نا تو ملتے رہیں گے تم اپنا نمبر بھی دے دو مجھے فوراً''۔ زرتاشہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے یہ لو نمبر پھر بات ہوگی آرام سے' تمہاری تو خیر نہیں ویسے بھی''۔ عرشیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے چلیں بیگم یا ابھی بھی باتیں باقی ہیں آپ کی......؟'' حسن نے اپنا والٹ جیب میں رکھتے ہوئے دونوں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو عرشیہ نے حیران کن نظروں سے زرتاشہ کی طرف دیکھا کیونکہ موجود حسن ایاز' زرتاشہ کو اپنی بیگم پکار رہا تھا آخر کس طرح یہ شخص زرتاشہ کے ساتھ' جبکہ زرتاشہ نے اسے برباد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' یہ سوچ کے ہی عرشیہ کا دماغ الجھ رہا تھا' زرتاشہ بھی عرشیہ کی حیرانی سمجھ رہی تھی اک پل کا احساس ندامت نے اسے آ گھیرا تھا' ماضی کی تلخ یادیں گھیر رہی تھیں مگر زرتاشہ نے سر جھٹک کے عرشیہ کو پھر ملنے کی تاکید کی' آخر اسے اب اس کے سوالوں کے جواب بھی دینے تھے وہی سوال جس کی وجہ سے اب تک وہ بھاگ رہی تھی مگر کب تک بھاگ سکتی تھی شاید ماضی کو کبھی مٹایا نہیں جاسکتا اور یہ سچ تھا کہ اس کا ماضی بہت تلخ تھا۔

زرتاشہ نے مسکراتے ہوئے عرشیہ کو خدا حافظ کہا اور حسن کے ہمراہ آگے بڑھ گئی جبکہ اس کی چال میں وقار و فخر محسوس کر کے عرشیہ پھر الجھ سی گئی تھی۔

☆

''آخر تم سمجھتی کیوں نہیں ہو......؟ مسئلہ کیا ہے تمہارا زری......؟ تمہیں پتا ہے نا یہ سب ٹھیک نہیں' کبھی اس کے ساتھ کبھی اُس کے ساتھ' ابھی پچھلے مہینے تک تو تمہیں ظہیر اتنا اچھا لگ رہا تھا اور اب حسن ایاز کے ساتھ گھوما جارہا ہے' آخر تم کسی ایک کے ساتھ سیریس کیوں نہیں ہورہی ہو' کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کچھ کر کے بولو جواب دو......؟'' زرتاشہ جو مزے سے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی عرشیہ کی اک دم آمد اور سوالوں کی بھرمار سے اٹھ کے بیٹھ گئی۔

''مسئلہ میرے ساتھ نہیں مسئلہ تمہارے ساتھ ہے عرشی! یہی سب کچھ جب لڑکے کریں تو ان سے تو کچھ نہیں پوچھا جاتا وہ جب چاہیں جس کے ساتھ گھومیں پھریں' ایک کو چھوڑیں تو دوسری کسی کو اپنالیں۔ لڑکیوں کے جذبات و احساسات کو جب وہ نہیں سمجھ سکتے جب وہ کسی ایک کے ساتھ سیریس نہیں ہوسکتے تو ہم لڑکیاں کیوں آخر کیوں مخلص رہیں' جب ایک مرد عورت کو برابر کے حقوق حاصل ہیں تو اس معاملے میں کیوں نہیں بولو جواب دو......؟'' زرتاشہ نے غصے سے جواب دیا۔

''ریلیکس زری! بیٹھ جاؤ آرام سے' دیکھو سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے' مجھے پتہ ہے اکثریت خراب ہے مگر سب نہیں' میں یہاں تمہیں کچھ یاد دلانے نہیں آئی تم میری اکلوتی دوست ہو تمہاری خوشی مجھے پہلے عزیز ہے مگر ضروری نہیں کہ جو ہمارے ساتھ ہوا وہی ہم سب کے ساتھ کریں ورنہ ہم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا اگر ہم بھی ان کی طرح سب کے ساتھ برا کرنے لگ جائیں تو''۔ عرشیہ نے زرتاشہ کو بٹھاتے ہوئے پیار سے سمجھایا تو زرتاشہ نے اس وقت چپ ہونا ہی مناسب سمجھا کیونکہ اسے پتا تھا عرشیہ ٹھیک کہہ رہی ہے اور اگر



اس وقت وہ اس سے بحث کرے گی تو وہ یقیناً اسے اس کے ارادوں میں کمزور کردے گی لہٰذا اس وقت عرشیہ کی ہاں میں ہاں ملا کے اس نے موضوع تبدیل کردیا۔

☆

زرتاشہ' غضنفر علی اور ساجدہ کی اکلوتی اولاد تھی' خدا نے حسن کی دولت سے اسے خوب نوازہ تھا' غضنفر علی اور ساجدہ کے بے حد پیار اور لاڈ نے اسے بہت ضدی اور مغرور بنادیا تھا اس کی ہر جائز و ناجائز خواہش کو پورا کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے' معاشی حالات بھی مستحکم تھے' سو کبھی کوئی مسئلہ نہ ہوا' عرشیہ زرتاشہ کی پڑوسی اور ہم جماعت تھی' بچپن سے ساتھ رہنے کی وجہ سے دونوں میں بہت دوستی تھی' زرتاشہ ہمیشہ سے ہی پڑھائی میں عرشیہ سے آگے تھی دونوں کی زندگی سکون و خوشیوں سے بھرپور تھی مگر زرتاشہ کی زندگی میں وقاص احمد طوفان لے کر آیا تھا' وقاص نے اپنی دولت و خوبصورتی کا فائدہ اٹھا کر زرتاشہ کو اس طرح محبت کے جال میں پھنسایا کہ وہ اس سے نکل ہی نہ پائی' فلرٹ' دھوکے کو وہ سچا پیار سمجھ بیٹھی۔ وقاص کے چلے جانے کے بعد اسے احساس ہوا تو اس وقت واپس پلٹنا آسان نہ تھا' جب سے ہی زرتاشہ کو مردوں سے نفرت ہوگئی تھی اس کی نظر میں ہر لڑکا خراب بن گیا اور بدلے نفرت کے جنون میں وہ کب خراب رستوں پر چلنے لگی اسے خود خبر نہیں ہوئی' کب یہ راستے اسے تسکین دینے لگے اسے پتہ ہی نہ چلا' لڑکوں سے دوستی کرنا' گھومنا پھرنا' محبت کا یقین دلانا اور آخر میں انہیں چھوڑ دینا زرتاشہ کا شیوہ بن گیا تھا' عرشیہ کے بارہا سمجھانے پر بھی اسے عقل نہ آئی بلکہ وہ مزید اس بھنور میں ڈوبتی چلی گئی' حسن ایاز اس کا اب اگلا شکار تھا۔

حسن ایاز نے حال ہی میں زرتاشہ اور عرشیہ کی کلاس میں ایم بی اے میں ایڈمیشن لیا تھا' وہ زرتاشہ کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوا تھا' اس نے خود دوستی میں پہل کی تو زرتاشہ نے بھی انکار نہ کیا بلکہ اسے تو اس کھیل میں مزا ہی آنے لگا تھا' اب دوسروں کو تڑپتا ہوا دیکھ کے اسے بہت تسکین ملتی تھی۔

☆

''تمہیں پتا ہے زرتاشہ! تم بہت خوبصورت ہو تمہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے گھنے گہرے جنگل میں رات کی تاریکی ہو اور کسی بھولے بھٹکے مسافر کو روشنی مل گئی ہو' راستہ مل گیا ہو اور تم بھی میری زندگی میں اسی روشنی کی مانند ہو' تمہارے ہی دم سے میری سانسیں ہیں اور میں اب اپنی ساری زندگی تمہاری چھاؤں میں گزارنا چاہتا ہوں کہو مجھ سے شادی کرو گی......؟'' حسن نے ساحل سمندر پر ڈھلتے سورج کا حسین منظر اور زرتاشہ کی خوبصورتی کو آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے زرتاشہ کو حال دل سنایا تو پل بھر کو زرتاشہ کا دل اسی منظر میں ڈوب گیا۔ اتنا پیار اتنی سچائی تھی حسن کی نظروں میں کہ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے اپنی نگاہیں جھکالیں اور حسن اسے زرتاشہ کی شرم سمجھ بیٹھا۔

''بولو نہ زری! کیا تم میرے ساتھ اپنی زندگی گزارو گی......؟'' حسن نے زرتاشہ کی ہنوز خاموشی کو دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے دوبارہ پوچھا تو زرتاشہ کے دل کو کسی انہونی طاقت نے اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ آج پہلی بار کسی نے اس طرح اسے پرپوز کیا تھا ورنہ اس کی کافی لڑکوں سے دوستی تھی مگر شادی کے لئے آج تک کسی نے نہ کہا تھا' اسے یاد آیا کہ کس طرح اس نے وقاص سے بارہا شادی کے متعلق بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر ہر بار وہ ٹال جاتا اور آخر میں اسے ہی چھوڑ گیا۔ وقاص کا سوچتے ہی اس کی آنکھوں میں نمی آگئی اور اس نے ایک جھٹکے سے حسن سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

''کیا ہوا زرتاشہ......؟ اس طرح کیوں......اور تمہاری آنکھ میں یہ نمی......؟ میں نے کچھ غلط کہہ دیا کیا......؟ تم یہی سوچ رہی ہو نہ کہ وقاص احمد نے تو تم سے اس طرح کبھی نہیں کہا تو پھر میں نے کیوں کہا' ہے نا......؟'' حسن نے زرتاشہ کے اس طرح برتاؤ پر وقاص کا نام لیا تو زرتاشہ نے چونکتے ہوئے حیرت سے حسن کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

''کیا ہوا اس طرح مت چونکو' جانتا ہوں میں وقاص کون تھا اور اس نے تمہارے ساتھ کیا' کیا نہ صرف وقاص بلکہ ان سب کو بھی جانتا ہوں جن کے ساتھ تم نے یہ سب کیا۔ مجھے پتا ہے تم یہی سوچ رہی ہوگی کہ میں تمہارے


www.pdfbooksfree.pk

بارے میں اتنا سب کچھ کیسے جانتا ہوں ہے نا......؟'' حسن نے زرتاشہ کی حیرت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ...... آپ کیسے......؟ پلیز بتائیں آخر کیسے پتا ہے آپ کو یہ سب''۔ زرتاشہ نے حیرت سے پوچھا اسے واقعی بہت جلدی تھی یہ جاننے کی۔

''اتنا حیران مت ہو زرتاشہ! اور ڈرو مت' میرا کوئی غلط مقصد نہیں تھا ابھی جو سب کچھ میں نے تمہیں کہا وہ سب کچھ سچ ہے میں واقعی تم سے بہت پیار کرتا ہوں مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں' میں نے تمہیں پہلی دفعہ ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا جب تم ظہیر کے ساتھ اپنا رشتہ ختم کر رہی تھیں' میں نے سوچا تھا کوئی لڑکی اتنی سنگ دل کیسے ہوسکتی ہے پر تمہاری خوبصورتی دیکھ کر سوچا کہ شاید حسن انسان کو مغرور کر دیتا ہے اس لئے تم نے ایسا کیا ہو مگر وہاں سے نکلنے کے بعد جب میں نے تمہیں روتے ہوئے دیکھا تو مجھے اک تجسس سا محسوس ہوا۔ تمہاری آنکھوں میں چھپا درد و اذیت میں نے اتنی دور سے بھی محسوس کر لی تھی۔ مجھے لگا کہیں کچھ ہے تم میں' غلط کچھ ہوا ہے تمہارے ساتھ' پتا نہیں اس وقت مجھے کیا ہو گیا تھا مجھے تمہیں جاننے کھوجنے کی ایسی دھن لگی تھی کہ میں نے تمہارا پیچھا کرنا شروع کر دیا تمہاری روٹین سب کچھ مجھے پتا چل گئی تھی تمہارے قریب رہنے کے لئے میں نے تمہارے ساتھ ایڈمیشن لیا' تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جو کہ تم نے آسانی سے دوستی قبول بھی کر لی پھر اس دن جب تم اپنا ایک اسائمنٹ میرے پاس چھوڑ گئی تھیں میں تمہارے گھر دینے آیا تو وہاں تمہاری اور عرشیہ کی ساری گفتگو سن کر مجھے سب سمجھ آ گیا تھا کہ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے' مگر اس سب میں مجھے تم سے بے پناہ محبت ہو گئی زری! دیکھو میں جانتا ہوں تمہارے ساتھ غلط ہوا مگر جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں ویسے ہی ہر کوئی ایک جیسا نہیں ہوتا' تم نے بھی وہ کیا جو تمہیں صحیح لگا مگر زری اس طرح لوگوں کے قریب آنا اور ان کو تڑپتا ہوا چھوڑ کے ان سے بے وفائی کرنا کسی کے احساس و جذبات سے کھیلنا سخت گناہ ہے' تمہیں تو خود اس چیز کا اچھی طرح اندازہ ہے کہ کیا اذیت ہے بے وفائی کی پھر بھی تم نے یہ کھیل کھیلا زری! عورت چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو جب تک اس میں وفا اور شرم نہ ہو اس کا حسن ادھورا نامکمل ہی رہتا ہے' وفا تو عورت کا شیوہ ہے اور تم اپنا ہی حسن اپنی ہی ذات ادھوری کرنے چلی تھیں۔ زری! ایک بار اپنے ماں باپ کا تو سوچ لیتیں ان سب کا تمہاری اور ان کی عزت پر کیا اثر پڑتا اور عزت ایک بار چلی جائے تو کبھی واپس نہیں آتی۔ اور تم نے جو کیا وہ بھول جاؤ میں تمہیں کبھی ماضی کا حوالہ نہیں دوں گا! اگر تمہیں میری محبت پر ذرا بھی یقین ہے میری آنکھوں میں اگر ذرا بھی سچائی نظر آتی ہے تو میرا ہاتھ تھام لو ہمیشہ کے لئے' میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا''۔ حسن نے سب سچ سچ بتاتے ہوئے کہا تو زرتاشہ کا سر مارے ندامت کے جھک گیا۔

اسے اپنا آپ نہایت حقیر محسوس ہوا' کس قدر گر گئی تھی وہ اپنی ہی نظر میں اور آج حسن جسے وہ برباد کرنا چاہ رہی تھی وہی شخص اسے آئینہ دکھا گیا تھا کیا وہ اس قدر بھی خوش نصیب ہو سکتی ہے کہ کوئی اتنا سب جاننے کے بعد بھی اس کا ہاتھ تھامنا چاہے......؟ زرتاشہ کا دل عجب انداز میں دھڑکا تھا' دماغ میں مچی ہلچل' دھڑکنوں میں عجب ارتعاش سا برپا تھا' زرتاشہ تیزی سے اٹھ کر گاڑی میں جا بیٹھی اپنے آنسوؤں کو روکنا اس وقت محال لگ رہا تھا۔ حسن نے بھی کچھ بولنا اب مناسب نہیں سمجھا وہ چپ چاپ جا کے گاڑی میں بیٹھ گیا اور زرتاشہ کو اس کے گھر چھوڑ دیا اس وقت اسے اکیلا چھوڑنا ہی بہتر تھا۔

☆

آج یونیورسٹی سے چھٹی کرتے ہوئے اس کا تیسرا دن تھا مسلسل تین دن سے وہ گھر میں ہی مقید تھی' کسی سے بات چیت بھی نہیں کر رہی تھی نہ کسی کی کال میسج کا ری پلائی کر رہی تھی۔ غضنفر اور ساجدہ بھی کافی پریشان تھے اس کی حالت دیکھ کے' عرشیہ کو پتا چلا تو وہ پہلی فرصت میں اس سے ملنے آ گئی۔

''زری...... زری! یہ کیا حال بنا لیا ہے اپنا' کیا ہوا ہے......؟ مجھے نہیں بتاؤ گی کیا......؟'' عرشیہ نے زری کی افسردہ حالت دیکھ کر تاسف سے پوچھا اسے حقیقت میں اپنی عزیز از جان دوست کا یہ حال دیکھ کے بہت دکھ ہو رہا تھا۔

''کچھ نہیں عرشی! کچھ نہیں' تم ٹھیک کہتی تھیں ہمیشہ میں ہی غلط تھی' میں واقعی بہت شرمندہ ہوں''۔ زرتاشہ نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی سے کہا تو عرشیہ کو دلی خوشی ہوئی کہ آخر آج زرتاشہ کو سمجھ آ گئی تھی مگر کیسے یہی سوال اسے پریشان کر رہا تھا۔

''یہ تو اچھی بات ہے زری! تمہیں سب سمجھ آ گیا مگر آج اچانک کیسے......؟'' عرشیہ نے پوچھتے ہوئے کہا تو زرتاشہ نے حسن سے ہونے والی تمام باتیں عرشیہ کے گوش گزار کر دیں۔

''زری! تم واقعی بہت خوش نصیب ہو اللہ نے حسن بھائی کو تمہاری زندگی میں بہار بنا کر بھیجا ہے اگر اب بھی تم اللہ کی رحمت سے منہ موڑ لو گی تو تم سے زیادہ بد نصیب کوئی نہیں ہوگا' چھوڑ دو یہ فضول کا ماتم اور افسردگی اور زندگی میں آگے بڑھو آئی سمجھ''۔ عرشیہ نے زرتاشہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مجھے پتا ہے عرشی! تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر میں حسن کے ساتھ کیسے......؟ نہیں میں نہیں کر سکتی' میں کبھی بھی ان کے سامنے سر اٹھا کے زندگی نہیں گزار پاؤں گی''۔ زرتاشہ نے ہنوز انکار کرتے ہوئے کہا تو عرشیہ کو اس کی کم عقلی پر نہایت افسوس ہوا۔

''ٹھیک ہے تمہاری زندگی ہے جیسے چاہو گزارو میں تو تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ کل ہم لوگ یہاں سے شفٹ ہو رہے ہیں اس لئے سوچا تم سے مل لوں پھر مصروفیات تھوڑی بڑھ جائیں گی نجانے کب ملنا ہو' میں تمہیں کال پر ایڈریس وغیرہ سمجھا دوں گی تم آنا ضرور میں چلتی ہوں اب امی انتظار کر رہی ہوں گی''۔ عرشیہ نے چلتے ہوئے کہا غصے سے اور دل ہی دل میں دعا کی کہ اللہ زرتاشہ کو صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق دے' عرشیہ کے جانے کے بعد بہت دیر تک زرتاشہ سوچتی رہی اور بالآخر فیصلہ اس نے دل کے ہی حق میں دیا جو حسن کے پیار و سچائی پر پورا یقین رکھتا تھا۔

☆

عرشیہ کے شفٹ ہونے کے بعد اس نے حسن سے شادی کر لی تھی مصروفیات کی بناء پر اس کا عرشیہ سے رابطہ ہی نہ ہو سکا۔ حسن واقعی اس کی زندگی میں بہار بن کر آیا تھا۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ حسن کی چاہتوں میں بے پناہ اضافہ ہی ہوا تھا۔ حسن نے اسے دنیا کی ہر خوشی دی تھی اور جاذب کی آمد کے بعد تو ان کی زندگی مکمل ہو گئی تھی۔

حسن کی والدہ بھی زرتاشہ پر فخر کرتی تھیں' زندگی پرسکون ہی تھی وہ اپنا ماضی بھول ہی گئی تھی مگر اس دن عرشیہ سے ملاقات کے بعد اسے سب کچھ یاد آ گیا تھا' عرشیہ کے سوالوں کے جواب کس طرح دینے ہیں وہ اسی بارے میں ہی سوچنے میں مگن تھی۔

☆

''دیکھا میں کہتی تھی نا زری! تم بہت خوش نصیب ہو اور حسن بھائی تمہیں بہت پیار کرتے ہیں''۔ عرشیہ نے چائے پیتے ہوئے زرتاشہ کو کہا آج پہلی بار عرشیہ' زرتاشہ کے گھر آئی تھی اور اسے سچ جان کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ زرتاشہ نے بالکل صحیح فیصلہ کیا۔

''ہاں عرشی! تم بالکل ٹھیک کہتی تھیں بلکہ تم تو ہمیشہ ہی ٹھیک کہتی تھیں' میں ہی کم عقل تھی جو ہمیشہ الجھ پڑتی تھی میں واقعی آج بہت خوش ہوں''۔ زرتاشہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو عرشیہ نے بڑھ کے اسے گلے لگا لیا۔

''ارے بس بس کب تک دونوں سہیلیاں اپنا ملن مناتی رہیں گی کوئی ہم غریبوں کو بھی پوچھ لے''۔ حسن نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''ارے آپ...... آپ کب آئے......؟'' زرتاشہ نے اچانک حسن کی آمد پر پوچھا تو عرشیہ کی بھی ہنسی نکل گئی۔

''ارے بالکل ابھی ابھی جب آپ اپنی دوست کی خاطر مدارات میں مصروف تھیں''۔ حسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو زرتاشہ نے اسے گھورا۔

''اچھا چلیں میں آپ کو کپڑے دے دوں' عرشیہ! تم جاذب کو دیکھ لو ذرا''۔ زرتاشہ نے اٹھتے ہوئے عرشیہ کو کہا اور حسن کے ساتھ مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ عرشیہ نے دل سے دونوں کی خوشیوں کے لئے دعا کی اور مسکرا دی آج اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ وفا واقعی عورت کا زیور ہے۔

☆





www.pdfbooksfree.pk

انعم خان

قسط نمبر 12۔

مکمل ناول

# اس دل میں بس تم

''لڑکی میں پسند کر چکا ہوں''۔ بتاتے ہوئے اس نے نظریں جھکائی تھیں۔ وہ مشارب کے انکشاف پر بالکل نہ چونکیں البتہ مشارب کا اقرار ان کے لبوں پر ہنسی لے آیا۔

''ہنس کیوں رہی ہیں؟'' وہ جھینپ سا گیا تھا۔

''کیونکہ میں یہ سب جانتی تھی''۔ اسے مطلع کیا۔

''وہاٹ' کیسے......؟'' سنتے ہی وہ اچنبھے کا شکار ہوا۔ حیرت بھری استفہامیہ نگاہوں سے پوچھنے لگا۔

''ماں ہوں تمہاری' تمہارے اٹھنے بیٹھنے پر نظر رکھتی ہوں' تمہارے الفاظ میری پکڑ میں ہوتے ہیں اور تمہاری آنکھیں سب کہانی سناتی ہیں۔ بیٹے لاکھ چاہیں ماؤں سے چوری چھپا نہیں سکتے''۔ وہ بولیں۔ مشارب خود کے پکڑے جانے اور ان کے مضبوط لہجے پر مسکرا کر رہ گیا۔

''سو......ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ تم شادی پسند سے کرو''۔ انہوں نے گویا بیٹے کو ریلیکس کر دیا۔

''امی جان تسی گریٹ ہو!'' وہ اٹھ کر ان کے گلے لگا سرشاری سے بولا۔ وہ بیٹے کے انداز پر نہال سی ہوئیں۔

''امی! جہاں آپ یہ جان گئی ہیں وہاں ضرور آپ کو یہ بھی پتہ ہوگا کہ وہ لڑکی کون ہے جو آپ کی بہو ہونے کا شرف حاصل کرے گی''۔ مشارب نے نام بتانے کے بجائے پوچھنا چاہا۔

''ہاں بیٹا جی! میں جانتی ہوں کہ وہ خوش نصیب لڑکی کون ہے''۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

''گریٹ......تو پھر آپ کو کیسی لگتی ہے وہ؟'' اس نے اشتیاق سے بات جاری رکھی۔ ماں کے ریلیکس کرتے انداز سے اس کا دل مطمئن ہوا تھا۔ منزل پانے کی راہ سے دھندلاہٹ ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ سب کچھ یکدم سہل سا لگنے لگا تھا۔

''بہت اچھی اور جانتے ہو اگر تم نے اسے پسند نہ بھی کیا ہوتا تو میں نے اور تمہارے بابا نے فیصلہ کر لیا تھا' بلکہ ہماری خواہش تھی کہ ہم اسے ہی تمہارے لیے بیاہ کر لائیں۔ ہمیں بہت عزیز ہے وہ اور یقین ہے کہ تم دونوں ایک ساتھ بہت خوش رہو گے''۔ نہایت دھیمے اور پرسکون لب و لہجے میں وہ کہہ رہی تھیں' جبکہ مشارب مسلسل مسکراتا اپنی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔

نام لڑکی کا ایک بھی فریق نے نہیں لیا تھا مگر جو سوچ دونوں ماں بیٹے کے ذہن میں تھی شاید وہ ایک نہیں تھی......؟

''اتنی خوبصورت' پیاری بہو کیلئے میں تین سال انتظار کر لوں گی البتہ تم اپنا کیریئر بناؤ تا کہ کوئی تمہیں انکار نہ کر سکے''۔ وہ غیر سنجیدگی سے بولیں' جانتی تھیں ان کا بیٹا ہر لحاظ سے قابل ہے۔ انکار کی گنجائش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

''امی! آپ کے بیٹے کو انکار نہیں ہو سکتا' اینڈ تھینک یو سو مچ......آپ نے میرے دل کی بات سنی اور دل سے مانی بھی''۔ ان کے گرد باز و حمائل کرتا پیار کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا جبکہ آنکھیں اپنی زندگی کے مہتاب کے تصور سے روشن ہوئی تھیں۔

اردگرد پھیلی خوشگوار فضا میں مسکراہٹ کے موتی بکھیرتا ہوا وہ دل میں اپنی محبت سے مخاطب تھا۔

''دیکھا مبشرہ! تم میری ہی نہیں سب کی پسند ہو' میں نے تمہاری خواہش کا احترام کیا یقیناً تین سال بعد تم میرے جذبات کا احترام کرو گی' مجھے مایوس نہیں کرو گی' میری محبت تمہاری محبت کا انتظار کرے گی'' وہ اس حد تک پُر وثوق تھا کہ ماں کے سامنے اپنی محبت کا نام تک نہ لیا کہ یقیناً دونوں کی سوچ کا محور اور موضوع مبشرہ جمال کی ذات تھی مگر شاید یہ اس کی سب سے بڑی خوش فہمی تھی بلکہ غلط فہمی تھی کیونکہ اس کے جانے کے بعد آصفہ بیگم کے لب مسکرائے تھے اور ذہن و دل مطمئن سا ہوا تھا۔

''فہمیدہ! اب تم بے فکر ہو جاؤ' فلک اپنے ہی گھر میں ہو گی۔ اس کا مستقبل انشاء اللہ بہت محفوظ ہو گا' مشارب فلک کو خوش رکھے گا' میں فلک کو بہو نہیں بیٹی بنا کر رکھوں گی' میری فلک ہے ہی اتنی پیاری اور میرے بیٹے کی پسند بھی''۔ مشارب کے سامنے تو انہوں نے نام نہ لیا تھا' مگر اس کے جانے کے بعد فہمیدہ بیگم کے خود سے گفتگو کے دوران فلک شاہ کا نام لیتیں وہ بہت خوش تھیں۔ خواہش یہی تھی کہ فلک ان کے بیٹے کی دلہن بنے' پھر وہ بھائی اور بھابی کی فکر بھی دور کرنا چاہتی تھیں۔ فلک گھر کی اکلوتی' لاڈلی بیٹی تھی' پھر ان کے خیال میں مشارب کی پسند اور محبت بھی تھی اور فلک کی آنکھوں میں رقم تحریر بھی انہیں نہال کر گئی تھی۔ ایسے میں اعتراض یا اختلاف کیونکر کسی کو ہوتا' انہیں اپنی اولاد کی خوشی عزیز تھی' اپنے اپنے وثوق میں دونوں ہی طمانیت لیے شانت تھے۔

☆

شادی کی طرح ولیمہ بھی بڑی دھوم دھام سے ہوا' مراد اپنے کیے کے مطابق سب کے درمیان بڑی اعلیٰ ظرفی سے بیٹھا رہا' اب ہر ایک کے دل میں معتبر مقام بنانے کے بعد تمام پتے جبراً مہ روش کے ہاتھ میں تھما کر اس نے اپنی چال چلی تھی۔ ماہی پر طنزیہ کڑوے کسیلے جملے فی الحال وہ کمرے کی حدود میں رکھے ہوئے تھا'



سب کے سامنے آنکھوں میں اپنائیت کے جگنو لیے' لہجے کی شائستگی و نرمی بحال رکھنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا' ولیمے کی محفل کے دوران بھی نہایت خوشگوار مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ وقتاً فوقتاً مہ روش سے کوئی نہ کوئی بات کرتا اور مجبوراً مہ روش نا چاہتے ہوئے بھی مسکراتی' خاندان کے باقی افراد انہیں خوش دیکھ کر مطمئن سے تھے۔

دوسری طرف مہ روش مسکراتے ہونٹوں کے پیچھے خاموش زبان کو قابو کیے بدلتے حالات کے مشکل دوراہے پر کھڑی تھی' جہاں فوراً سے فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے وہ محروم تھی۔ کسی بھی سوچ کو فیصلے کی پختہ نہج تک لے جانا اس لمحے اس کے بس سے باہر تھا' نہ وہ مراد کی اصلیت سب کے سامنے لا سکنے کی فوری سکت رکھتی تھی نہ اس کی باتوں پر رو دھو کر واویلا مچانے میں اسے بہتری کی کوئی راہ نظر آ رہی تھی۔ شادی کی رات خاموشی کو اس نے اپنا پہلا ہتھیار بنانا چاہا تھا کیونکہ ابھی خاموش رہ کر اسے مزید سچائی جاننا تھی۔

شادی سے پہلے کی تمام کیفیات' جذبات' پیار محبت جو وہ دل میں مراد منصور کے لیے محسوس کر رہی تھی اس پر شادی کی رات کے بعد سے دھندلاہٹ کے تیزی سے پھیلتے عکس کو محسوس کر رہی تھی کہ گویا مراد کی اصلیت اور اپنی آئندہ کی بے قدری پر وہ تلخ سی ہوئی تھی' اس لمحے اس نے آئندہ سفاک بننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اسٹیج پر جہاں مراد شانت ظاہر کرتا خود کو مسرور ظاہر کر رہا تھا' وہیں مراد کی سنگت میں بیٹھی مہ روش اپنی قسمت پر نازاں' آنکھوں میں انبساط کے ڈھیروں رنگ سمیٹے پریشے اور باقی کزنز سے باتوں میں محو بات بے بات مسکرا رہی تھی' جو کہ مراد منصور کے لیے باعث حیرت تھا' جس کا کھلا اظہار اس نے مہمانوں کے جانے کے بعد رات گئے کمرے میں آ کر کیا تھا۔

''واہ بھئی واہ......!'' طنزیہ لہجے میں لپٹا انداز داد دینے والا تھا جس پر ماہی نے سنبھلنے کی کوشش کی' جانتی تھی اب کے آغاز کے بعد اس نے نا چاہتے ہوئے بھی مراد کو سننا ہے البتہ اسے نظر انداز کرتی صوفے پر جا بیٹھی۔

''میں تو تمہیں بہت کمزور سمجھ رہا تھا''۔ وہ اپنی حیرانگی زبان پر لاتا اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا' ماہی نے اس کی بات پر ری ایکٹ کرنا گوارا نہ سمجھا۔ لب بھینچے کلائی میں سجے کنگن انگلی سے گھمانے لگی' انداز ایسا تھا کہ وہ محظوظ ہوئے بنا نہ رہ سکا۔

''میرا تو خیال تھا تم رو دھو کر میرا کام آسان کر دو گی مگر نہیں......گریٹ یار! میری دلچسپی تم نے بڑھا دی ہے''۔ وہ اپنی ہی ترنگ میں تھا۔

''تمہارے رویے سے کہیں بھی تم نے شک کی گنجائش کسی کے لیے نہیں چھوڑی' سب تمہیں دیکھ کر مطمئن سے لگے''۔ وہ اب بالکل ماہی کے ساتھ جڑ کر بیٹھا تھا' ہاتھ پیچھے سے لے جاتے ہوئے اس کے کندھے پر رکھ دیا' ماہی نے ناگواری سے بھنویں سکیڑیں۔ مراد کے لمس سے اسے اکتاہٹ محسوس ہوئی تھی۔

''کسی نے سچ کہا ہے جوڑے آسمان پر بنتے ہیں' روح کہیں بھی ہو اپنے ملاپ کی روح ڈھونڈ نکالتی ہے' میں چال باز اور تم ڈرامے باز' کیا جوڑ ہے ہمارا''۔ اس کے کان کے قریب وہ سرگوشی کرتا پُر لطف تاثر دیتا آخر میں مسکرایا۔ ماہی سے اب برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

''پلیز!'' جھٹکے سے کندھے سے اس کا ہاتھ ہٹاتی وہ سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

جاری ہے۔



www.pdfbooksfree.pk

صدف سعد

# رداکی ڈائری

## رومانہ توقیر کی ڈائری سے

### پروین شاکر کی نظم

### اے جگ کے رنگ ریز

اے جگ کے رنگ ریز
مری بھی اوڑھنی رنگ دے
میں پنگھٹ پر کیسے جاؤں
بھیگے پلو سے ہاتھوں کو بچاتی سکھیاں
مجھ پر ہنستی ہیں!
میں نے سو سو جتن کیے
پر مجھ پر روپ نہ آیا
کیسر پنکھڑی، حنا کے پتے، ہارسنگھار کے ڈنٹھل
اور کُسم کے پھول
سب آنچل میں بندھے رہ گئے
کوئی مرے کام نہ آیا
گہنے پائے گئے اکارت
پی کا پیار بھی مری کایا بدل نہ پایا
رہی مری چنری پھیکی کی پھیکی
ہاں......بس اک رُت ایسی آئی تھی
جب مجھ پر ہریالی ٹوٹ کے چھائی تھی
تن کے سندر بن میں ساتوں رنگ کے پھول کھل
اٹھے تھے!
لیکن پہلی ہی بارش میں
جل گئے سارے پھول
اک ذرا سی دھوپ ہوئی
اور پل بھر میں سب دھول
دھوپ کڑی تھی یا پھر رنگ ہی کچے تھے
اب تک جان نہ پائی
بس اتنا پھر دیکھ سکی ہوں
اے جگ کے رنگ ریز!
تری مٹھی میں دھنک ہے
بادل، جل، آکاش، چندرما، کمل، چنبیلی، روپ
اودا، اجلا، نیلا، پیلا، سرخ، روپہلا، سبز
اتنے سارے رنگوں میں
مرے نام کا کوئی رنگ تو ہوگا
خسرو مرشد!
اپنے ہاتھوں سے میرے تن پر مل دے
اور جو تجھے یہ بھی نہ سہائے
مجھے اپنے رنگ میں رنگ لے!

## روشنی فاطمہ کی ڈائری سے

### نوشی گیلانی کی غزل

عمر رواں کو غم کا پیکر نہ ہونے دینا



آنکھیں عزیز رکھنا، پتھر نہ ہونے دینا
تم مجھ کو زہر دینا لیکن محبتوں سے
لہجے کی چاندنی کو خنجر نہ ہونے دینا
سیراب کرتے رہنا دل کے لہو سے لوگو!
لفظوں کی کھیتیوں کو بنجر نہ ہونے دینا
تم لاکھ ٹوٹ جانا، پر ہجر کی شبوں میں
میلی رفاقتوں کی چادر نہ ہونے دینا
ان سکھ کے موسموں پر کم کم یقین رکھنا
دل کو کبھی دکھوں سے باہر نہ ہونے دینا

## شازیہ عمران کی ڈائری سے

### وصی شاہ کی نظم

### تمہیں جاناں اجازت ہے

تمہیں جاناں اجازت ہے......!
کہ ان تاریک راہوں پر
تھکن سی خود میں پاؤ تو
اندھیروں سے کبھی دل ڈول جائے
تھک سی جاؤ تو
مرے جلتے ہوئے لمحوں
مرے کنگال ہاتھوں سے چھڑا کے اپنے ہاتھوں کو
فضا کی نغمگی سے تم نئے گیتوں کو چن لینا
حسین پلکوں کی نوکوں پر نئے کچھ خواب بن لینا
کوئی گر پوچھ لے میرا تو اس سے ذکر مت کرنا
مرے جیون کی جلتی دوپہر سے بے غرض ہو کر
تم اپنی چاندنی راتوں میں جگنو پالتی رہنا
مری تنہائیوں کی وحشتوں کی فکر مت کرنا
تمہیں اس کی اجازت ہے
مرے سب خط جلا دینا
مرے تحفوں کو دریا میں بہانا یاد با دینا
مری ہر یاد کو دل سے کھرچنا اور مٹا دینا
تمہیں بالکل اجازت ہے
کہ جب چاہو بھلا دینا
مگر اتنی گزارش ہے
اگر ایسا نہ ہو جاناں
تو اچھا ہے......!

## رانو خوشی شاہد کی ڈائری سے

### حضرت اقبالؒ کا حسن و عشق

تو جو محفل ہے، تو ہنگامہ محفل ہوں میں
حسن کی برق ہے تو، عشق کا حاصل ہوں میں
تو سحر ہے، تو مرے اشک ہیں شبنم تیری
شامِ غربت ہوں اگر میں، تو شفق تو میری
مرے دل میں تیری زلفوں کی پریشانی ہے
تیری تصویر سے پیدا میری حیرانی ہے
حسن کامل ہے تیرا، عشق ہے کامل میرا
ہے مرے باغِ سخن کیلئے تو بادِ بہار
میرے بیتاب تخیل کو دیا تو نے قرار
جب سے آباد تیرا عشق ہوا سینے میں
نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں
حسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریکِ کمال
تجھ سے سرسبز ہوئے میری امیدوں کے نہال

............☆☆☆☆☆............



www.pdfbooksfree.pk

# اشعار

عظمیٰ عابدی ............ اسلام آباد

شب ماہتاب نے شہ نشیں پہ عجیب گل سا کھلا دیا
مجھے یوں لگا کسی ہاتھ نے مرے دل پہ تیر چلا دیا
کوئی ایسی بات ضرور تھی شب وعدہ وہ جو نہ آسکا
کوئی اپنا وہم تھا درمیاں یا گھٹا نے اس کو ڈرا دیا

تنزیلہ یامین ............ ہری پور ہزارہ

جسم و جاں سے اترے گی گرد پچھلے موسم کی
دھو رہی ہیں سب چڑیاں اپنے پنکھ چشموں پر
ساری رات سوتے میں مسکرا رہا تھا وہ
جیسے کوئی سپنا سا کانپتا تھا ہونٹوں پر

سحر انجم ............ کراچی

اس کے ایک ایک لمحے کی حفاظت کرنا اے خدا
معصوم سا چہرہ ہے اداس ہو تو اچھا نہیں لگتا

نور بانو ............ کوئٹہ

میری نیندوں میں اجالے ہیں ترے خوابوں کے
دل میں گلشن سے مہکتے ہیں تری باتوں کے
سرمئی شام میں رونق سی ہوئی جاتی ہے
قافلے گھر میں اترتے ہیں تری یادوں کے

صنوبر خرم ............ کمالیہ

بخت سے کوئی شکایت ہے نہ افلاک سے ہے
یہی کیا کم ہے کہ نسبت مجھے اس خاک سے ہے
خواب میں بھی تجھے بھولوں تو روا رکھ مجھ سے
وہ رویہ جو ہوا کا خس و خاشاک سے ہے

شگفتہ لقمان ............ حیدر آباد

رنج خزاں سے بھی بڑھ کر ہے خوف بدلتے موسم کا
کتنی صلیبیں چھپی ہوئی ہیں شاخوں کی عریانی میں
اس کی تو جھلمل کرتی ہے طاقِ دل میں آج تلک
ایک چراغ کبھی رکھا تھا ہم نے بہتے پانی میں

بشریٰ طارق ............ ٹوبہ ٹیک سنگھ

زخم دل پر ڈال دیتے ہیں مقدر کی نقاب
چاکِ پیراہن کو اعجاز رفو کہتے ہیں لوگ
دیدہ و دانستہ دیتے ہیں نگاہوں کو فریب
پھول کے چاک جگر کو رنگ و بو کہتے ہیں لوگ

سعدیہ عابد ............ کراچی

مدت ہوئی ہے' یار کی آئی نہیں خبر
لگتا ہے قاصد بھی رقیبوں سے جا ملا

غوثیہ محسن ............ لاہور

یہ کس خلش نے پھر اس دل میں آشیانہ کیا
پھر آج کس نے سخن ہم سے غائبانہ کیا
غم جہاں ہو' رُخ یار ہو کہ دست عدو
سلوک جس سے کیا ہم نے عاشقانہ کیا

فرزانہ شوکت ............ کراچی

بارگاہ ایزدی سے نہ تو یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کرے گا کیا تیری عاجز بشر
کریاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

............☆☆☆☆☆............



شائستہ زاہد

# اس ماہ میں

## صد پارہ گولڈ

دھوپ میں تیزی تھی۔ کالج کے کمپاؤنڈ میں سفیدے کے چند درخت ابھی حال ہی میں لگائے گئے تھے اور ان کے سوا ہر سو ریت تھی جواب لشکتی تھی۔ سکردو بازار خاصا طویل تھا۔ بائیں ہاتھ پر ایک بنجر پہاڑی کے اوپر سکردو کے قلعے کی دیوار دکھائی دے رہی تھی۔ بازار میں ہمیں ہمالین مراتھن میں حصہ لینے والی چند میمیں دکھائی دیں تو نظامی صاحب نے جیپ ڈرائیور کی دیکھ کر کہا ''اندازہ کرو'' اور وہ غریب کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی اخلاقاً مسکرا دیا۔

سکردو کے سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں ایک پر فضا اور رشک چمن قسم کا کمرہ ہمارا منتظر تھا۔ رشک چمن اس لیے کہ اس کے چھوٹے سے باغ میں سیبوں اور خوبانیوں کے درخت تھے اور ان میں سے سیب کے درخت کی ایک ٹہنی کھڑکی کھولنے سے کمرے کے اندر آجاتی تھی۔

''واہ جی تارڑ صاحب سبحان اللہ کیا پُر بہار جگہ ہے۔ کمرے کے اندر سیب کی شاخ الجھی ہوئی لٹ کی طرح پریشان ہوتی ہے'' مطیع کا موڈ شاعرانہ ہو گیا۔

''اندازہ کرو تارڑ صاحب! خوبانی کی شاخ کو سیب کی شاخ کہہ رہا ہے''۔ ایک چوڑی مسکراہٹ نظامی صاحب کے چہرے پر سجی تھی۔

''خوبانی؟'' مطیع کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے عینک اتار کر شیشے صاف کیے اور پھر غور سے شاخ کو دیکھا ''نہیں جی' سیب ہے''۔

''میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ خوبانی ہے''۔ نظامی صاحب نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے کہا ''یہ دیکھو خوبانیاں ساتھ لگی ہیں''۔

''یہ سیب ہیں جو ابھی کچے ہیں''۔ مطیع نے ایک مصنوعی حقارت سے کہا۔ ''آپ تربوز کھانے والے ہیں آپ کو کیا پتا کہ سیب کی ٹہنی کیسی ہوتی ہے۔ ہم مانسہرہ کے رہنے والوں سے پوچھیے......''

اس تبادلہ خیال کے بعد ہمارے سفر کا پہلا جھگڑا ہوا......اور یہ آخری نہیں تھا......سفر ایک ایسی چھلنی ہوتی ہے جس پر انسان کی تمام تر کمینگی اوپر آجاتی ہے۔ اس کے تمام خول اتر جاتے ہیں اور وہ قدرے اور بیجنل ہو جاتا ہے۔ اس سفر کے دوران ہم تینوں ایک دوسرے کے ساتھ کسی نہ کسی فضول اور بے مقصد مسئلے پر الجھ جاتے۔

مستنصر حسین تارڑ کی کتاب ''نانگا پربت'' سے انتخاب
غوثیہ محسن......لاہور

## اس ماہ کے اقوال

☆ وہ شخص مر گیا جو کسی کے دل میں نہ رہا۔ آدمی کب مرتا ہے جب دل سے اترتا ہے۔ زندہ کب ہوتا ہے جب دل میں اترتا ہے۔

☆ خو[illegible] نہ ہو تو خداشناسی کا عمل ممکن ہی نہیں۔



www.pdfbooksfree.pk

☆ کائنات کے بڑے مضامین میں نہ پڑو بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ نہ دو۔ اس کو راضی رکھو جو ہم سفر ہے چاہے وہ ہم خیال نہ بھی ہو۔

☆ رحم اس فعل کو کہتے ہیں جو انسانوں پر ان کی خامیوں کے باوجود کیا جائے۔

☆ آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہ ہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔

☆ جس کو احساس نہ جگائے اسے کون جگا سکتا ہے؟

☆ پسندیدہ چیز سے جدائی موت ہے، جن کی پسندیدہ چیزیں موت سے پرے ہیں ان کو مرنا آسان ہے۔ جن کی پسندیدہ چیزیں یہاں رہ جائیں گی ان کیلئے موت مشکل ہے۔

☆ غصہ ایسا شیر ہے جو تمہارے مستقبل کو بکرا بنا کر کھا جاتا ہے۔

واصف علی واصف

انتخاب: سعدیہ عابد...... کراچی

## اس ماہ کے عوامی اشتہارات

**تبدیلی نام:**

میرا نام نسیم جان ولد شمیم جان ہے اور لوگ مجھے کالا کیکڑا کہتے ہیں لیکن اب میں اپنا نام تبدیل کر کے سفید جھینگا رکھ رہا ہوں۔ آئندہ مجھے اسی نام سے عزت دی جائے اور اسی نام سے لتاڑا جائے۔

**عاق نامہ:**

میرا بیٹا شاہ رخ خان میری زندگی بھر کی کمائی لے کر پڑوسن کی لڑکی کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ میں اسے اپنی جائیداد (جو کچھ نہیں بچی ہے) سے عاق کرتا ہوں۔ اب اس کا کوئی ادھار مجھ سے نہ مانگے لیکن میرے سارے ادھار وہ ادا کرے گا۔

**تلاش گمشدہ:**

میری 35 سالہ نوجوان بیوی دو دن سے لاپتہ ہے۔ اس نے سبز رنگ کی کڑھائی کی ساڑھی پہنی ہوئی ہے اور سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگائی ہے۔ نئے اسٹائل کا بالوں کا جوڑا بنوا رکھا ہے۔ ہاتھ میں سونے کی چھ چوڑیاں پہن رکھی ہیں، جس کسی کو بھی ملے وہ چپکے سے اس کے پرس میں سے چابیوں کا گچھا میرے پتہ پر پہنچا دیں، معقول انعام دیا جائے گا۔ اگر بیوی خود پڑھے تو فوراً گھر واپس آ جائے، میاں کا غم کے مارے برا حال ہے۔

☆ میرا بٹوہ چوری ہو گیا ہے جو کسی نالائق، نکمے، گھٹیا چور نے چرا لیا ہے، ویسے تو اس میں سات ہی روپے تھے مگر زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی نے اپنا فون نمبر دیا تھا جو اس پرس میں موجود ہے۔ کسی کو ملے تو وہ اس پتے پر پہنچا دیں۔

مکان نمبر 420، باؤلا محلہ، پریم گلی، حسین آباد

**ضرورت رشتہ:**

لڑکا عمر 38 سال، پڑھا لکھا مڈل پاس، لمبا قد تقریباً 7 فٹ 9 انچ کیلئے 20 سالہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کو صوم وصلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر، خوبصورت، خوب سیرت، لاکھوں کی جائیداد کی اکلوتی وارث، گرین کارڈ ہولڈر ہونا ضروری ہے۔ گھر داماد کی آفر کو ترجیح دی جائے گی۔

**ضرورت آپریٹر:**

ہماری کمپنی کو ایک لیڈیز ٹیلی فون آپریٹر کی ضرورت ہے، جس کی آواز سن کر لگے کہ جیسے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جا رہا ہے، ہماری سابقہ ٹیلی فون آپریٹر جس کی رس بھری آواز کی وجہ سے سارا دن رانگ کالز آتی تھیں، نوکری چھوڑ چکی ہیں۔ اس لئے



اب ہمیں بے سری بھونڈی آواز والی آپریٹر کی ضرورت ہے تاکہ صرف ضرورت مند کالز کریں۔

مرتب: الیس امتیاز احمد...... کراچی

## اس ماہ کی غزل

وہ جو خود پیروئ عہد وفا کرتا تھا
مجھ سے ملتا تھا تو تلقین وفا کرتا تھا
اسکے دامن میں کوئی پھول نہیں میرے لیے
جو میری تنگئ دامن کا گلہ کرتا تھا
آج جو اس کو بلایا تو وہ گم صم ہی رہا
دل دھڑکنے کی جو آواز سنا کرتا تھا
آج وہ میری ہر ایک بات کے معنی پوچھے
جو میری سوچ کی تفسیر لکھا کرتا تھا
اس کی دہلیز پہ صدیوں سے کھڑا ہوں محسن
مجھ سے ملنے کے جو لمحات گنا کرتا تھا

ناصر عباس...... کراچی

## اس ماہ کی نظم

تیرے خیالوں میں کھو جانا
تیری باتیں یاد کر کے میرا مسکرانا
تیرا روٹھ کے یوں مان جانا
ہاں مجھے اچھا لگتا ہے
میری ایک چھوٹی سی شوخی سے
تیرا ایک ادا سے خفا ہونا
میری طرف غصے سے دیکھنا
ہاں مجھے اچھا لگتا ہے
میری چھوٹی سی جدائی لیے
تیرا پاگل سا ہو جانا
مجھے ستا کے تیرا خوش ہونا
ہاں مجھے اچھا لگتا ہے!

(نامعلوم شاعر)

انتخاب: دریشا خان...... حیدرآباد

## اس ماہ کا ڈراپ سین

ایک صاحب کی عادت تھی کہ جو بھی لفظ پڑھتے اس پر فوراً عمل کرتے پھر آگے پڑھتے۔

ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے۔ ڈاکٹر نے ایک پرچے پر دوائیں اور دوسرے پرچے پر کھانے سے متعلق ہدایات لکھ کر دیں۔

ان صاحب نے دوائیں لیں اور پھر گھر آ گئے۔

جس پرچے پر ہدایات لکھی تھیں وہ انہوں نے کھولا۔

سب سے اوپر لکھا تھا ”مرغی“

وہ صاحب جلدی سے بازار گئے اور مرغی لائی اور پکا کر کھالی۔

پھر دوسرا لفظ پڑھا، لکھا تھا ”بڑے کا گوشت“

وہ صاحب دوبارہ بازار گئے۔ گوشت خرید کر لائے اور شام کو کھالیا۔

تیسری سطر میں لکھا تھا ”انڈا“

انہوں نے فوراً انڈا منگوایا اور کھا گئے۔

اب انہوں نے آخری سطر پر نگاہ ڈالی تو وہاں لکھا تھا۔

”ان تینوں چیزوں سے پرہیز کرنا ہے“۔

انتخاب: راحیلہ سمیع...... اسلام آباد

## اس ماہ کی خوبصورت بات

چھوٹی چھوٹی نیکی کرنے سے گریز نہ کرو کیونکہ کڑکتی دھوپ میں اَبر کا ایک ٹکڑا بھی ابرِ رحمت ثابت ہوتا ہے چاہے وہ برسے یا نہ برسے۔

فرزانہ عمر دراز...... کراچی

☆☆☆☆☆............



www.pdfbooksfree.pk

# علاج بالغذا

آج سے پچاس سال قبل راندھیر (بھارت) کے ایک حکیم صاحب نے کہی تھی جو شاعر بھی تھے۔ یہ نظم بابو محمد ابراہیم صاحب نے عنایت کی ہے۔

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے

اگر خوں کم بنے، بلغم زیادہ
تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ

جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا

جگر میں ہو اگر گرمی کا احساس
مربہ آملہ کھا یا انناس

اگر ہوتی ہے معدہ میں گرانی
تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی

تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے

جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے

اگر ہو درد سے دانتوں کے بے کل
تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل

جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو مصری کی ڈلی ملتان کی چوس

شفا چاہیے اگر کھانسی سے جلدی
تو پی لے دودھ میں تھوڑی سی ہلدی

اگر کانوں میں کچھ تکلیف ہووے
تو سرسوں کا تیل پھائے سے نچوڑے

اگر آنکھوں میں پڑ جاتے ہوں جالے
تو دَکھنی مرچ گھی کے ساتھ کھا لے

تپ دق سے اگر چاہیے رہائی
بدل پانی کے گنا چوس بھائی

دمہ میں یہ غذا بے شک ہے اچھی
کھٹائی چھوڑ کھا دریا کی مچھلی

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی

جو بدہضمی میں تو چاہے افاقہ
تو دو اِک وقت کا کر لے تو فاقہ

نسرین شمیم کراچی کی پسند



شائستہ زاہد

# خوشبو

## ارشاداتِ ربّانی

"تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

(سورۃ توبہ:39)

"تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں"۔

(سورۃ ہود:117)

"اور اللہ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان کو عذاب دیدے"۔

(سورۃ الانفال:33)

"اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو اور جان رکھو کے اللہ سخت سزا دینے والا ہے"۔

(سورۃ الانفال:25)

سعدیہ عابد...... کراچی

## توبہ

کائنات میں کوئی کسی کا اتنی شدت سے انتظار نہیں کرتا: جتنا اللہ اپنے بندے کی توبہ کا انتظار کرتا ہے۔

## مہکتی کلیاں

☆ جو شخص ہر وقت باوضو رہے گا اللہ اس کی روزی کشادہ فرمائے گا۔

☆ جس نے اپنی نمازوں کی فکر چھوڑ دی اللہ نے اس کی فکر چھوڑ دی۔

☆ دولت کی محبت غریبی کا ڈر پیدا کرتی ہے۔

☆ جو آپ کو سچا سمجھے اس سے جھوٹ بولنا سخت ترین خیانت ہے۔

بسمہ علی...... سکھر

## خوشبو بھری باتیں

☆ اپنے ہارنے پر افسوس نہ کرو کیونکہ تمہاری ہار کسی کی جیت کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ آسمان پر نگاہ ضرور رکھو مگر یہ نہ بھولو کہ پاؤں زمین پر ہی رکھے جاتے ہیں۔

☆ نیکی پر غرور نیکی کو تباہ کر دیتا ہے۔

☆ جو اونچی جگہ پر کھڑے ہوں انہیں ہی زیادہ طوفان اور آندھیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

## یاد رہے

اگر تم تنہا ہو اور وقت کے دل شکن لمحات تمہارے



www.pdfbooksfree.pk

سینے کے محسوسات کو پامال کر رہے ہوں تو کیا ہوا؟

تم اُس وقت دنیا میں اکیلے ہی آئے تھے اور اکیلے ہی جاؤ گے جب قدرت نے تمہیں اکیلا ہی پیدا کیا ہے۔ تو پھر تنہائی سے کیوں گھبراتے ہو۔

فرزانہ شوکت...... کراچی

## عاجز شوہر

میاں بیوی شاپنگ پر گئے' راستے میں شوہر نے بیوی کو پان خرید کر دیا۔

بیوی شوہر سے بولی: ''آپ نے اپنے لئے نہیں خریدا''۔

شوہر بولا: ''میں تو ویسے ہی خاموش رہتا ہوں''۔

پروین فہیم...... فیصل آباد

## ذرا سوچئے

انسان موت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے:

جہنم سے نہیں......

حالانکہ

کوشش کرنے سے انسان جہنم سے بچ سکتا ہے:

لیکن ''موت'' سے نہیں۔

مسز ریما نور رضوان...... کراچی

## زبان اور دل

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''عقلمند کی زبان دل کے پیچھے ہے جب وہ کہنا چاہتا ہے تو دل کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر وہ بات اس کے فائدے کی ہوتی ہے تو کہتا ہے ورنہ رک جاتا ہے اور جاہل کا دل زبان کی نوک پر رہتا ہے' وہ دل کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ جو کچھ زبان پر آتا ہے بول جاتا ہے''۔

فرزانہ عمر دراز...... کراچی

## تسلی

بحری جہاز کے سفر میں ایک مسافر بہت گھبرا رہا تھا اور مسلسل پریشان تھا۔ آخر کار کپتان نے اسے تسلی دی۔

''سر! بے شک ہم اس وقت گھرے سمندر کے وسط میں ہیں لیکن زمین ہم سے صرف دو میل کے فاصلے پر ہے''۔

''صرف دو میل کے فاصلے پر؟'' مسافر نے بے یقینی سے پوچھا۔

''جی ہاں' صرف دو میل نیچے سمندر کی تہہ موجود ہے''۔

بشریٰ طارق...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

## حسد سے بڑا گناہ

حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں' میں مدرسہ نظامیہ بغداد میں پڑھتا تھا میرا ایک ساتھی میرے حسن بیان اور نکتہ آفرینی کے باعث مجھ سے بہت حسد کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے استاد محترم سے کہا کہ فلاں شخص میرے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے' وہ میرے کمال کے باعث مجھ سے حسد کرتا ہے۔ استاد محترم نے یہ بات سنی تو خفگی کا اظہار فرمایا اور کہا حیرت ہے تو اس کے گناہ سے تو آگاہ ہو گیا کہ وہ تجھ سے حسد کرتا ہے' لیکن اپنے بارے میں نہ سوچا کہ تو بھی غیبت جیسے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے' اگر اس حاسد نے دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنایا ہے تو' تو بھی دوسرے راستے سے وہیں پہنچ رہا ہے۔

''بوستان سعدی'' سے انتخاب

انتخاب: اربش...... لاہور



## ہنستے رہئے

آپ نے زندگی میں کبھی ایسی ہنسی سنی ہے' گویا چینی کے پیالے میں موتیوں کو ایک خاص رفتار سے گرایا جائے' جیسے ہلکے ہلکے آبشار کی سی آواز' مدھر جھرنے کے بہنے کی آواز یا شاید وہ لوگ ہی دل کے اس قدر قریب ہوتے ہیں کہ ان کی ہنسی بھی دلفریب لگتی ہے۔

اس کے برعکس کچھ لوگوں کو ہنستے دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ ان کو روک دوں کیونکہ کچھ لوگوں کو منہ پھاڑ پھاڑ کر ہنستے دیکھ کر ہم اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ سوتے میں بھی ڈرنے لگے تھے۔

ہمارے ایک جاننے والے اتنا شرمندہ شرمندہ سے ہنستے ہیں کہ ہمیں آج تک ان کی شرمندگی کی وجہ سمجھ نہیں آئی بلکہ انہیں ہنستے دیکھ کر ہم خود ہی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ انہی صاحب کو ایک دن ہم نے روتے ہوئے دیکھا تو یقین کریں کہ ہماری ہنسی کا فوارہ اتنا بلند ہو گیا کہ اگر ہم والد محترم کی غضبناک اور قہر آلود نظریں نہ دیکھتے (کہ یہ کوئی موقع ہے دانت نکالنے کا) تو شاید ہم دو دن تک ہنستے یا پھر شاید روتے...... ایک نہایت معزز خاتون کافی بارعب شخصیت کی مالک ہیں' ہم ان سے کافی متاثر بلکہ خادمانہ حد تک مرعوب تھے لیکن ان کی زار و قطار ہنسی سن کر ہمارے تو آنسو نکل پڑے اور وہ یہ سمجھیں کہ یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ اب ہم انہیں کیا بتاتے کہ یہ آنسو خوشی کے ہیں یا ضبط کے......!

ہنسی کی ایک خطرناک کیفیت تب ہوتی ہے جب ہماری ایک عزیز خاتون اپنے بے تحاشا قہقہے کے دوران تمام بات کہہ جاتی ہیں اور آخر میں کہتی ہیں...... کیسا؟ اور ہم ہونقوں کی طرح سوچتے ہیں کہ کیا کہیں پلے تو کچھ پڑا ہی نہیں۔ ان تمام مثالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہنسی کے طبی فوائد سے انکار ناممکن ہے۔ خوب ہنستے رہنے سے خون کی وافر مقدار مہیا ہوتی ہے: جس کی فی زمانہ بے حد قلت ہے۔ ہنستے رہنے سے چہرہ سرسبز و شاداب اور طبیعت ہشاش بشاش رہتی ہے۔ لوگ بلاوجہ غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں جبکہ آپ کی خوش مزاجی کے چرچے چار سو پھیل جاتے ہیں۔ جلنے والے جلتے ہیں لیکن آپ تو صرف یہ سوچئے کہ جل کر کباب ہونے سے بہتر ہے کہ بندہ کھل کر گلاب ہو جائے' لیکن بات بے بات خوب ہنستے مسکراتے وقت یہ بات بھی ضرور ذہن نشین رکھئے کہ ان لازوال قہقہوں اور چیخوں نما ہنسی پر ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ شاید آپ کا حلقہ دن بدن مختصر ہوتا جائے یا ممکن ہے تبدیل ہوتا جائے یا شاید لوگ آپ کو پھر (اس ہنسی کی وجہ سے) پاگل ہی نہ سمجھ لیں...... کیا سمجھے!

مرتب: ایس امتیاز احمد...... کراچی

## دوست

اچھے وقت سے زیادہ اچھا دوست عزیز رکھو کیونکہ:

اچھا دوست' برے وقت کو بھی اچھا بنا دیتا ہے۔

## خوبصورت بات

پریشان ہونا انسان کے انسان ہونے کی دلیل ہے:

لیکن

پریشان رہنا انسان کے اللہ پر یقین نہ ہونے کی دلیل ہے۔

نور بانو...... کوئٹہ

...........☆☆☆☆☆...........



www.pdfbooksfree.pk

# دریچہ

''اللہ کی مدد''

اللہ کی مدد کئی رنگوں میں ہے آتی
کوئی پہچانے نہ پہچانے یوں ہے آتی
محبت تو وہی کرتا ہے جس نے پیار کیا ہے
ہر دم جو اپنے بندوں پر نظر رکھتا ہے
شکر کرنا تو فرض تجھ کو کہا ہے
اس میں اور زیادہ صلہ ترے لیے ہے
تو میرے بندوں سے ایسی محبت کر نہیں سکتا
محبت تو کرنے والا میرے سوا ہو نہیں سکتا
تجھے میں نے پیدا کیا اپنی عبادت کیلئے ہے
میرے بندوں سے محبت وہ میرے لیے ہے
پھر دیکھ تیرے لیے کیا کچھ کروں گا
ہر لمحہ میں تجھ پر رحمت کروں گا
میرے بندوں کو کوئی تکلیف نہ دینا
وہ تکلیف میں اپنی ہی سمجھوں گا
جس نے آنسو نکالے ہیں میری محبت میں
میں اس کو اپنی دولت سے دریا بھروں گا

فرخ سلطانہ

## غزل

وہ جذبوں کی تجارت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
اسے ہنسنے کی عادت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
مجھے اس نے کہا آؤ نئی دنیا بساتے ہیں
اسے سوجھی شرارت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
ہمیشہ اس کی آنکھوں میں دھنک کے رنگ ہوتے تھے
یہ اس کی عام عادت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
وہ میرے پاس بیٹھی دیر تک غزلیں میری سنتی
اسے خود سے محبت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
میرے کاندھے پہ سر رکھ کر کہیں کھو گئی تھی وہ
یہ اک وقتی عنایت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا
مجھے وہ دیکھ کر اکثر نگاہیں پھیر لیتی تھی
یہ درپردہ حقارت تھی، یہ دل کچھ اور سمجھا تھا

ناصر عباس

## غزل

شکستہ دل کو نئے اضطراب مت دینا
جو سہہ نہ پائیں ہمیں وہ عذاب مت دینا
ہوں جن کے دل بھی سیاہ اور رنگ پھیکے ہوں
ہمیں خدا کے لیے وہ گلاب مت دینا
دکھا کے خواب حسین چاہتوں کے رنگ لیے
میری حیات کو تم وہ سراب مت دینا
لگا کے پھول، سجا کر خواہشوں کی دنیا
میری نگاہوں کو تم وہ خواب مت دینا
وہ جس کی دید نگاہوں کو شرمسار کرے
مجھے خدا کے لیے وہ شباب مت دینا
غزل کی آنکھوں میں بستی ہے اجنبی دنیا



جو اس کو خوار وہ شراب مت دینا

سلمیٰ غزل

## غزل

تیری سازش تھی ہمارا گھر لٹا
اب تو موتی ہاتھ میں بھر کر لٹا
تیرگی سے بچ کے نکلا تھا مگر
روشنی میں دل کا سوداگر لٹا
گھل گئی باہر فضا میں ایک چیخ
بند کمرے میں کوئی پیکر لٹا
بس گیا تھا جنگلوں میں ٹھیک تھا
دیکھ تیرے شہر میں آ کر لٹا
صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ساتھ
رات سے لپٹا ہوا منظر لٹا
ہم تو فاقہ کش تھے فاقہ کش رہے
کیا ہوا گر شہر میں لنگر لٹا
لٹ گیا ہوں صرف اتنا یاد ہے
یہ نہ پوچھو کس طرح امتیاز لٹا

ایس امتیاز احمد

## بے بسی

زندگی میں ملے ہیں غم ہی غم
غم سے بچنا ہمیں نہیں آتا
کھلتے ہیں پھول جب بھی یادوں کے
پھول چننا ہمیں نہیں آتا
ہاتھ اٹھتے ہیں بس دعا کیلئے
لفظ کہنا ہمیں نہیں آتا
سوچتی ہوں تمہیں کہاں پاؤں
سوچنا بھی ہمیں نہیں آتا

فرزانہ شوکت

## گیت

وقت بڑا ہرجائی او ساتھی
وقت بڑا ہرجائی
وقت نے ہم کو ملایا تھا
اور
وقت نے دے دی جدائی
وقت تھا وہ کتنا سہانا
جب ہم تم سے ملے تھے
ملی تھیں نظروں سے نظر
من میں پھول کھلے تھے
ہنستا تھا میرے نینوں میں کجلا
چاہت تھی کس موڑ پہ لائی
وقت بڑا ہرجائی او ساتھی
وقت بڑا ہرجائی
وقت کی گردش تو ہی بتا
اب کس سے کروں سوال
بچھڑا میرے من کا ساتھی
الزام میں کس پہ دھروں
موند لیں خود چاہت نے آنکھیں
زیست کس موڑ پہ لائی
وقت بڑا ہرجائی او ساتھی
وقت بڑا ہرجائی

سحر انجم

## غزل

دل واقف نہیں تھا تیری بے وفائی سے



www.pdfbooksfree.pk

خوشی کے بدلے غم ہی پائے ہیں
تیز آندھیوں میں یاد تیری ساتھ ہو
ایسے موسم میں ہم نے چراغ جلائے ہیں
سلسلہ ٹوٹتا نہیں تنہائی کی زنجیر کا
تیری یادوں کے نقش دل سے مٹائے ہیں
لہجہ بھی نہیں بدلا پھر تیری آواز کا
ہم نے بھی زخم تجھے اے دوست دکھائے ہیں
کوئی نہیں جانتا بھری دنیا میں پھر کسی کو کوئی
میرے اپنوں نے مجھ پر پھر تیر چلائے ہیں
جن کیلئے دن رات مانگتے رہے ہم دعائیں جاوید
میرے جلتے ہوئے آشیاں کو وہ پھر دیکھنے آئے ہیں

محمد اسلم جاوید

## کبھی تم نے یہ سوچا ہے

جانِ من!
کبھی تم نے یہ سوچا ہے
راہِ وفا پہ چلتے چلتے
کٹ جائے گی عمر، مگر
عشق ومحبت کی منزل
کبھی نظر آئے گی
اک دن ایسا آئے گا
پیار وفا اور وعدوں کے
جل جائیں گے باب سبھی
ہو جائیں گے ریزہ ریزہ
اک دن اپنے خواب بھی
یاد کے گہرے ساگر میں
ہم تم پھر کھو جائیں گے
اور خلقِ خدا کے ہونٹوں پر
نام ہمارا رہ جائے گا
کبھی یہ تم نے سوچا ہے

حکیم خان حکیم

## غزل

شہر خموشاں کی تاریک گلی میں
قدم قدم رک رک کر چلا میں
یہ بھی آباد کوئی شہر لگتا ہے شاید
پھر کیوں نہ کسی سے ابھی تک ملا میں
شاید گھر کا راستہ بھول گیا ہوں میں
یا پھر غلط سمت آ نکلا ہوں میں
کیسا ہے یہ شہر خدایا کیسی ہے یہ عجیب بستی
اس شہر نامدار میں پل پل چلا میں
آج کہاں آ گیا ہوں میں بھٹکتا ہوا
کس قدر عیش تھا وہاں نازوں میں پلا میں
پتہ تیرا کس سے پوچھوں اس ویرانے میں واجد
مدتوں سے بھٹک رہا ہوں اب تک نہ سنبھلا میں

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

## غزل

اپنے دل سے نگاہ تک دیکھو
خواب کوئی سجا کر دیکھو
کہہ رہی ہے کیا صبا تم سے
سب سے نگاہ بچا کر دیکھو
مجھ سے روٹھنے لگے ہیں موسم
تم بھی ان کو منا کر دیکھو.....!
کھو جاؤ گے تم بھی ہم سے
میری دنیا سے جا کر دیکھو.....!



## ہم پھر ملیں گے

کسی البیلی رت میں
جب گل کھلیں گے
کسی چاندنی رات میں
جب پھول رات کی رانی کے مہکیں گے
کسی ساحل کنارے
یا کسی کنج چمن میں
تنہائی میں
یا کسی انجمن میں
بچھڑنا ہمارا مقدر سہی
لیکن
ہم پھر ملیں گے

روحان دانش

## خواہش

میں تیری زبان سے ادا ہونا چاہتی ہوں
میں تیری ادا سے ادا ہونا چاہتی ہوں
فقط اتنی سی خواہش کہ رچ جاؤں تیری سانسوں میں
تیرے دل کی دھڑکن تیرا اندازِ بیاں ہونا چاہتی ہوں
گھل کر تیری ہر سانس میں خوشبو بکھیر دوں اپنی
میں اپنی ذات کا خود نشاں ہونا چاہتی ہوں
بہت دور تک جائے میری چاہت کی چاشنی ناز
اتر کر آنکھوں میں ہر دلِ خواب ہونا چاہتی ہوں
تیری آواز کی لے میں اتر کر بکھر جانا چاہتی ہوں
تیرے ہونٹوں سے بہہ کر نکل جانا چاہتی ہوں
بس اتنی سی خواہش ہے کر سکو جو پوری
میں آپ اپنی پہچان ہونا چاہتی ہوں

سیما سحر

صائمہ ناز

## دو پیڑ گھنے!

دو پیڑ گھنے!
ہوا سنگ باتیں کرتے
من ہی من مسکاتے
چاہتوں کی پھوار تلے
اک دوجے سنگ!
بہت خوش ہیں
آنے والے وقت کی نبضیں
ان کی سانسیں تھام رہی ہیں
چہرے پر اڑتی اذیت کی لہر
لبوں سے ٹوٹتی الوداعی محبت
اک کا لہو دائیں جانب
تو رنگی جبیں بائیں جانب
جدائی سے چھایا سناٹا ہر سو
قدم بڑھے کسی اور جانب
سرگوشیوں تلے دھیمی دھیمی مسکان
آنکھوں میں خواب
لبوں پر خوشیاں مہربان
رب جانے کتنے برس لگیں؟
جدائی کا پروانہ
ملتے ملتے......!
دو پیڑ گھنے
ہوا سنگ باتیں کرتے

سعدیہ عابد

☆☆☆



www.pdfbooksfree.pk

# سندیسے

قریشی ......................... کراچی

ڈیئر آپی! السلام وعلیکم! امید ہے آپ خیریت ہوں گی گزشتہ دو ماہ بچوں کے پیپرز کی وجہ سے ے مصروف گزرے' بچوں سے مراد ہمارے ڈنٹس ہیں۔ جونہی فرصت کے آرام دہ لمحات میسر ؛ ہم نے ایک ہی نشست میں ردا ختم کر ڈالا اور لگے ہاتھوں ہی سندیسہ لکھ رہے ہیں ٹائٹل کافی متاثر کن ہے ریڈ سوٹ اور ریڈ میک یں ماڈل شائز کافی خوبصورت لگ رہی ہے۔ ں بھی خوبصورت لگی ہوئی ہے اور مہندی کا رنگ ... واہ' اس کا تو کیا ہی کہنا...... مگر جب ہر چیز ریڈ نیل پالش کیوں پرپل ہے یہ تک سمجھ نہیں آئی۔ ائلہ طارق کا ناولٹ "آغوش" سپر تھا۔ "سانس اور سکوت" ہر بار یہ احساس دلا جاتا ہے کہ ہمارا کس حد تک پستی میں گر چکا ہے' شیث کے بارے ں یہی کہوں گی کہ بڑے میاں تو بڑے میاں ٹے میاں سبحان اللہ۔ پہلے بڑے بھائی کے تیور ے رہتے تھے اب چھوٹے کے بگڑ گئے' یہ دونوں سارہ کو چین بھی لینے دیں گے یا نہیں۔ افسانے ے ہی دلچسپ تھے بس "بخت بھری" کا اینڈ کچھ لر گیا۔ اقراء چنہ کا مکمل ناول "تم ہو گئے میرے" تھا۔ "رگِ ... سے جو قریب تھے" سپر ہٹ جا ہ۔ پتہ ہے آپی! جب ہم "تم میرے ہو کے رہو" پڑھتے تھے تو لگتا تھا کہ اس سے بہتر کوئی ناول نہیں ہو سکتا مگر اب رِگ جاں سے جو قریب تھے پڑھ کر سوچتے ہیں کہ وہ زیادہ اچھا تھا یا یہ زیادہ اچھا ہے۔ رومی اور اقمل کا کریکٹر بہت انٹرسٹنگ ہے۔ "اعتبارِ عشق" میں تو عینی پر ظلموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں' سلمٰی بیگم کی آمد پر کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا ہمیں کہ ایسا ہی کچھ ہونے والا ہے۔ شازیہ جی ناول کو بہت خوبی سے آگے بڑھا رہی ہیں۔ سندیسے میں ثمرین اسلام الدین کا تبصرہ دلچسپ تھا۔ آپی! ایک خواہش ہے FM105 کے ڈی جے منہاج علی عسکری کا انٹرویو شائع کیجیے۔

نور بانو ......................... کوئٹہ

اپریل کا ماہنامہ جب ہم نے اپنے ہاتھ میں لیا تو یوں لگا کہ اچانک موسم خوشگوار ہو گیا ہے۔ گوشہ آگہی سے لے کر سنگھار تک ردا رنگ ہی رنگ بکھیر رہا تھا۔ آپی! ردا کی خوبصورتی ماڈل شائز نے مزید بڑھا دی۔ ردائے جنت میں حضرت فاطمہؓ کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا اور ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ "رگِ جاں سے جو قریب تھے" میں تائی جان نے تو حد ہی کر دی۔ ارسلان پر بہت ہی رحم آ رہا تھا۔ ماہم کا کریکٹر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ شازیہ مصطفٰی! جی! کب حمدان کا رویہ اریشماء کے ساتھ اچھا ہو گا۔ نائلہ طارق صاحبہ! اب سارہ اور شیث کو آپ ملا ہی دیں۔ سباس گل صاحبہ! سلمٰی بیگم نے تو حد ہی کر دی ہے عینی پر مظالم کی۔



انعم خان کے مکمل ناول میں علی کے ساتھ آگے کیا ہو گا؟ اس کا بے چینی سے انتظار ہے۔ مکمل ناول' ناولٹ اور افسانے سب ہی اچھے تھے۔ بخت بھری صالحہ محمود کا افسانہ بہت اٹریکٹو تھا۔ عمارہ حامد نئی رائٹر کا افسانہ حقیقت سے قریب تر لگا۔ اس ماہ میں ایس امتیاز احمد کا ڈراپ سین' خوشبو میں فرزانہ شوکت کی دوستی پسند آئی۔ باتیں صحت کی میں "صحت مند رہنے کیلئے بہترین اصول" پر ہم نے بھی عمل کیا۔ کچن میں آلو کا بھرتہ ریسپی ٹرائی کی جو کہ بہت عمدہ بنی۔

حنا نسیم ......................... کراچی

صالحہ آپی اور ردا اسٹاف السلام وعلیکم! اس ماہ کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ اقراء چنہ کا ناول پڑھ کر بہت خوشی ہوئی' نئی رائٹرز نے بھی اچھی کوشش کی۔ میں ردا بہت شوق سے پڑھتی ہوں' ہماری رائٹرز بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ ردا کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر رائٹر کی کہانی میں کچھ نہ کچھ معاشرتی پہلو ضرور ہوتا ہے اور کہانی میں مثبت پہلو کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر آپی کا سلسلے وار ناول تو ہمارے معاشرے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ میرا خط ضرور شامل کرتی ہیں اس کے لیے بہت شکریہ۔ پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔

سمیرا جعفر ......................... ہری پور ہزارہ

ردا اسٹاف اور صالحہ محمود آپی السلام وعلیکم! کیا حال ہے سب کا۔ ٹائٹل بہت زبردست تھا جو آنکھوں کو تراوٹ بخش گیا۔ سلسلے وار ناولز تو بہت ہی زبردست ہیں۔ اقراء چنہ' نائلہ طارق کی کاوش بہت اچھی لگیں۔ آپی کا افسانہ تو بازی لے گیا۔

انعم خان کے سارے ہی کریکٹر عمدگی سے آگے بڑھ رہے ہیں لیکن اب اس کے اختتام کا انتظار ہے۔ دوستوں کے نام پیغام میں سب کے ہی پیغامات پڑھ کر لطف آیا۔ آپی کے ناول کی اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔ شازیہ مصطفٰی! آپ ذرا شہران کو سنبھالیں' یہ آگے کیا کرنے والا ہے۔ ردا کی یہ ایک خاص بات ہے کہ نئے آنے والوں کو آپی ویلکم کہتی ہیں۔ میں ردا اتنی دلچسپی سے پڑھتی ہوں کہ میرا یہ شوق دیکھ کر میری فرینڈز بھی ردا پڑھنے لگی ہیں۔ عمارہ حامد کا افسانہ "میرا نصیب" ہمارے معاشرے کا ایک المیہ ہے۔ بس لڑکیوں کے نصیبوں کیلئے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے۔ میرا یہ خط آپی آپ ضرور شامل کیجیے گا۔ آئندہ مکمل تبصرہ کے ساتھ ضرور حاضر ہوں گی۔

عظمٰی عابدی ......................... اسلام آباد

السلام وعلیکم! ڈیئر ردا' صالحہ آپی اینڈ رائٹرز۔ ردا جیسے ہی ملا فوراً ہی 3 دن میں ہضم کر ڈالا۔ آپ اتنے خلوص سے ردا میں سندیسے کو جگہ دیتی ہیں کہ اگلے شمارے کا انتظار فوراً ہی شروع ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سلسلے وار ناولز جو پڑھنے ہوتے ہیں۔ تجسس رہتا ہے کہ آگے کیا ہو گا؟

صبا کا پلان کہاں تک کامیاب ہوتا ہے یہ تو آگے ہی پتہ چلے گا۔ ماہم کا فلسفہ ہمیشہ ہمیں جکڑ لیتا ہے۔ دوسری طرف آپی کا افسانہ بخت بھری میں ابرار کے ساتھ حادثے نے دل کو ملول کر دیا۔

نائلہ طارق کا ناولٹ جیسے جیسے ہم پڑھتے گئے ہم پر انکشافات ہی کھلتے گئے' زبردست ناولٹ تھا۔ ان کی منظر کشی واقعی اٹریکٹو ہوتی ہے۔ اقراء چنہ' انعم خان' کشش خان' طوبیٰ گل' عمارہ حامد سب کی تحریریں اچھی لگیں۔ ردا کیلئے بہت ساری دعائیں۔

سعدیہ خان آفریدی ......................... کراچی

جناب صالحہ محمود صاحبہ السلام وعلیکم! میں نے ایک کہانی "محبت کا جادو" آپ کو بھیجی تو آپ نے مارچ 2012 کے شمارے میں شائع کی' آپ کی بے حد



www.pdfbooksfree.pk

شکر گزار ہوں۔ ہم رائٹر بہت حساس ہوتے ہیں معاشرے میں جو دکھ اور المیے ہیں ان کی عکاسی کرتے ہیں اسی معاشرتی ناہمواری کی بدولت قلم اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ مجھے فخر ہے صالحہ محمود صاحبہ کہ آپ میری رہنما ہیں آپ کی رہنمائی کی بدولت ہی میں اپنی تحریریں لکھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔

نجمہ ادریس ............ اسلام آباد

السلام وعلیکم صالحہ آپی اینڈ دیگر ردا اسٹاف! اپریل کا ردا سرخ گلابوں کی رنگت لیے ہوئے نظر آیا۔ اتنی خوبصورت ماڈل اور اس پر روز بیوٹی پارلر کا میک اپ زبردست تھا۔ ہم تو کافی دیر ردا ہاتھ میں لئے بس ماڈل پر نگاہیں ہی جمائے رہے' پھر ہوش آیا تو ورق گردانی شروع کی۔ گوشہ آگہی میں آپ کی کہی ہوئی باتوں کا بہت اثر ہوتا ہے۔ صالحہ آپی آپ کی کیا بات ہے۔ آپ کا افسانہ بخت بھری تو دل کو چھو گیا۔ آپ نے ہمارے معاشرے کی حقیقت کی عکاسی کی ہے۔ اینڈ میں دل بہت اداس ہوا مگر ہمیں اس بات کا بھی اندازہ ہے کہ حقیقت اتنی ہی تلخ ہوتی ہے۔ زندگی ہمیشہ رنگین اور خوشنما ہر ایک کے لئے نہیں ہوتی۔ بہرحال زندگی تو چلتے رہنے کا نام ہے۔ "رگِ جاں سے جو قریب تھے" اس میں آپ تو حیرتوں کا در کھولتی ہی جا رہی ہیں۔ کہانی بہت عمدگی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ آپ کے پچھلے ناولوں کی طرح یہ ناول بھی سپر ہٹ جائے گا' انشاء اللہ۔ شازیہ جی' نائلہ جی' سباس گل سب کے سلسلے وار ناول اچھے جا رہے ہیں۔ اقراء چنہ کا مکمل ناول زبردست رہا۔ انعم خان تو بہت عمدہ لکھتی ہیں۔ ان کی کہانی کے اینڈ کا بے چینی سے انتظار ہے۔ نائلہ طارق کا "آغوش" ایک منفرد اسٹوری تھی جو کہ بہت اچھی لگی۔ افسانے سب رائٹرز کے اچھے تھے۔ نئی رائٹرز کا اضافہ بہت اچھا تاثر قائم کر رہا ہے۔ ڈائری' اس ماہ میں' خوشبو سب مہکتا ہوا لگا۔ دوستوں کے نام پیغام پڑھ کر اچھا لگا۔ اگلی بار مکمل تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی۔ پلیز میرا یہ خط ضرور شامل کیجیے گا۔

صدیقہ خان ............ بہاولپور

سرورق بے حد حسین اور دلکش جھلملاتا ہوا آنکھوں کو بھلا لگا۔ گرمیوں کی اس لہر میں اپریل کا ردا ٹھنڈک کا احساس دے گیا۔ ردائے جنت تو ہمیشہ ہی ہماری انفارمیشن میں اضافہ کرتا ہے۔ مکمل ناول اور ناولٹ' افسانے بہترین تھے۔ ردا کی کہانیاں جب ہم پڑھتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ یہ تو ہمارے اردگرد کی کوئی کہانی ہے جسے کسی قلمکار نے عمدگی سے لکھا ہے۔ اقراء چنہ کا مکمل ناول بھی کچھ ایسا ہی لگا۔ آج ہمارے اردگرد ایسے بہت سے واقعات جنم لیتے ہیں۔

نائلہ طارق ہمیشہ منفرد ٹاپک پر قلم اٹھاتی ہیں۔ ان کے سلسلے وار ناول میں شیث کا کردار اور نکھر کر سامنے آ رہا ہے اور سارہ کی تو بات ہی الگ ہے' شی از ویری بولڈ۔ شازیہ مصطفیٰ کا "کبھی عشق ہو تو پتہ چلے" واقعی عشق کے امتحانوں سے گزر رہا ہے۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے؟ سباس گل! کنول بیگم کیا سدھر جائیں گی یا نہیں؟ "رگِ جاں سے جو قریب تھے" رومی اور اشمل کا کردار اچھا ہے۔ رومی تو بہت معصوم سی ہے۔ "بخت بھری" کیا بات ہے صالحہ جی! ہمیشہ ایک ایسی کہانی سامنے لاتی ہیں جو ہمارے ہی اردگرد کا حصہ ہوتی ہے۔ افسانہ بہت اچھا تھا۔ نئی رائٹرز کے افسانے بھی اچھی کوشش لگے۔

ثنا گل ............ لیہ

آپی کیسی ہیں آپ؟ اس ماہ کا ردا جب ہاتھ میں آیا تو ارادہ سب سے پہلے سلسلے وار ناولز کو پڑھنے کا تھا۔ جب فہرست پر نظر پڑی تو آپی کا افسانہ بھی شامل تھا۔



ہم نے جلدی سے بخت بھری پڑھا اور پھر سارے ہی سلسلے وار ناولز پڑھ ڈالے۔ ردا جلدی جلدی پڑھ کر مکمل کیا پھر قلم اور کاغذ لے کر بیٹھ گئی کہ اگر خط لیٹ لکھا تو کہیں شائع ہونے سے ہی نہ رہ جائے۔ مجھے پوری امید ہے کہ میرا یہ خط ضرور شامل کیا جائے گا۔

آپی! میں ردا کی مستقل قاری ہوں لیکن خط لکھنے کا اتفاق پہلی بار ہو رہا ہے۔ ردا اب دن بدن نکھرتا جا رہا ہے اور اس میں نئی رائٹرز کا بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ نئے خیالات ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ ردا کی یہ ایک اچھی بات ہے کہ وہ نئی رائٹرز کو ہمیشہ جگہ دیتے ہیں۔ آپی! مجھے دوستوں کے نام پیغام سلسلہ بہت اچھا لگ رہا ہے۔ ردا کی ساری ہی رائٹرز بہت اچھی اسٹوریز ہمارے سامنے لاتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ ردا بہت ترقی کرے۔ خوشبو' اس ماہ میں' گوشہ چشم' باتیں صحت کی سب ہی کالمز اچھے چل رہے ہیں۔ اب اجازت دیجیے۔

شبانہ نور ............ لیہ

میں پہلی بار ردا میں شامل ہو رہی ہوں۔ میں کافی عرصے سے ردا پڑھ رہی ہوں لیکن کبھی اس میں شامل ہونے' خط لکھنے کی ہمت نہیں پڑی۔ مجھے لکھنے کا بے حد شوق ہے لیکن کبھی کسی میگزین میں پوسٹ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ پہلے سوچا کہ لیٹر لکھتی ہوں اگر یہ شائع ہو گیا تو یقیناً میری ادنیٰ کاوش کو بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا اور جب آپی کہتی ہیں کہ ہم ایک بار موقع ضرور دیتے ہیں نئے لکھنے والوں کو تو ہمت کر کے لکھنے کا سوچا ہے۔ امید ہے کہ آپ حوصلہ افزائی ضرور کریں گی۔ ردا کی ساری ہی پرانی رائٹرز تو بیسٹ ہیں اور نئی رائٹرز بھی اچھی کوشش کر رہی ہیں۔ ردا کے سارے ہی کالم بہت خوبصورت ہیں۔ اس ماہ میں' خوشبو' ذرا پھر سے کہنا' ڈائری' اشعار' باتیں صحت کی' کچن' سنگھار' دوستوں کے نام پیغام سب ردا کے ہی رنگ ہیں۔

سائرہ ممنون ............ نوشہرہ فیروز

ڈیئر آپی السلام وعلیکم! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی' تمام اسٹاف کو میری طرف سے بہت بہت دعائیں اور سلام۔

سب سے پہلے میرا ردا میں خط شائع کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپی! مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے میرا خط شائع کیا اور مجھے حوصلہ دیا' انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی آپ میرا خط شامل کرتی رہیں گی' آپی پہلے کی طرح اس ماہ کا ردا بھی بہت خوبصورت رہا۔ گوشہ آگہی پڑھا بہت اچھا لگا۔ ردائے جنت اس کی تو کیا بات ہے' ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے کہ ہماری بہنیں اسلام سے بہت محبت کرتی ہیں اور بہت اچھی اچھی باتیں لکھتی ہیں۔ اللہ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ آپی! آپ کا ناول بہت زبردست رہا' رومی بے چاری پر تو بہت ترس آتا ہے' اللہ اس پر رحم کرے اور شازیہ مصطفیٰ' عمران آپی! آپ نے تو کمال کر دیا' حرا اور ذیشان کے ساتھ جو ہوا اس کا بہت دکھ ہے' اف اللہ شہران صاحب نے تو حرا کو کتنا دکھ پہنچایا اب لیل ماہ پر رحم کرلیں۔ اعتبار عشق بہت مزیدار رہا' سباس گل جی! اب نفیس کو کنول کا بھی تو سوچنا چاہیے' ہروقت عینی کے ساتھ رومینٹک ہوں گے تو کنول کو بھی غصہ تو آئے گا ناں۔ اس لئے اللہ عینی کو سلامت رکھے۔ آپی! تمام سلسلے بہت ہی اچھے ہیں' روشنی فاطمہ' ثمرین اسلام الدین اور تمام رائٹرز نے بہت اچھا لکھا ہے۔ کچن' سنگھار' خوشبو بھی سپر رہے' ان سلسلوں کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ صالحہ آپی جی اب اجازت چاہوں گی' پھر ملیں گے انشاء اللہ' آپ کیلئے دعا گو اور آپ کی دعاؤں کی طلبگار۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

# دوستوں کے نام پیغام

سوئٹ سسٹر شائستہ زاہد! آپ کو شادی کی بہت بہت مبارکباد۔ اپریل میں اپنے زندگی کے نئے سفر کا آغاز کرنے کیلئے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے ہر آنے والے دن میں آپ کو بے انتہا خوشیاں عطا کرے (آمین)

ساجدہ زاہد...... کراچی

............☆☆☆............

ردا کیلئے! میں ردا بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ صالحہ آپی کے سلسلے وار ناول کی تو کیا ہی بات ہے ان کیلئے اسپیشل بیسٹ وشز کہ وہ خوب سے خوب تر لکھیں۔ پورے ردا اسٹاف اور رائٹرز کیلئے دعا گو ہوں۔ ردا بہت ترقی کی منزلیں طے کرے۔ ردا کی ساری ہی رائٹرز اپنے قلم سے اسے چار چاند لگاتی رہیں۔

یمنی یاسر...... اسلام آباد

............☆☆☆............

پیاری ام کلثوم! اپنی فرینڈ کو تم بھول گئیں، اسکول ختم ہونے کے بعد شفٹنگ کی وجہ سے ہمارے کالج الگ ہو گئے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ دوستی ہی ختم کر دی جائے۔

شفق خان...... لاہور

............☆☆☆............

سوئٹ کزن فرحین! سالگرہ بہت مبارک ہو۔ آنٹی اور انکل کو سلام۔ تبسم کی ناراضگی ختم ہوئی یا نہیں؟ مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ میں ردا کے توسط سے پیغام لکھ رہی ہوں۔ امید کرتی ہوں کہ یہ ردا میں ضرور شائع ہوگا۔

سفینہ گل...... فیصل آباد

............☆☆☆............

میری سوئٹ سی بھتیجی نورالعین! ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ تمہارا گفٹ تو میں تمہیں آ کر ہی دوں گی، سوچا پہلے کچھ سرپرائز ہو جائے۔ اب تو تم ناراض نہیں ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ردا بہت شوق سے پڑھتی ہو اس لئے میں نے اس کے ذریعے تمہیں وش کیا۔ آپی تمہاری بہت شکایت کرتی ہیں۔ بہت ساری دعائیں نورالعین کیلئے۔

یسریٰ عمار...... لیہ

............☆☆☆............

پیاری آپی مہ جبین کیلئے! آپ مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ آپ سے ملنے کیلئے بہت دل چاہ رہا ہے، اب تو آپ فون بھی بہت کم کرتی ہیں۔ امی بھی آپ کو بہت یاد کرتی ہیں۔ رمشا کی بہت یاد آتی ہے۔ مئی میں اس کی سالگرہ ہے جس کیلئے ہیپی برتھ ڈے سو سوئٹ رمشا۔ تم ہمیشہ پھولوں کی طرح خوبصورت نظر آؤ اور ہنستی رہو۔

ردا میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں اور اس کالم کے ذریعے تو بہت ہی اچھا موقع ملا ہے کہ ہم اپنوں کے اور قریب آ جائیں اور جو پیغام ہم دینا چاہیں وہ اس کے ذریعے دے سکتے ہیں۔



طاہرہ قمر...... اسلام آباد

............☆☆☆............

پیاری صابرہ اینڈ رضیہ! کہاں گم ہو تم دونوں۔ رضیہ تم نے تو حد ہی کر دی، یار ایک فون تو کیا ہوتا، خیر کوئی بات نہیں۔ صابرہ یہ کیا بات ہوئی تم نے اپنی شادی میں بھی نہیں بلایا، تم تو میری کتنی اچھی دوست تھیں، میں تم سے ناراض ہوں۔

عارفہ...... ملتان

............☆☆☆............

میری پیاری سی دوست نبیلہ ناز کی مئی میں انگیجمنٹ ہے انہیں بہت مبارک ہو۔ میری دعائیں ہمیشہ ان کے ساتھ ہیں۔ بینش خان کیلئے بہت دعائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت یاب کرے۔ یاسمین! آپ شادی ہونے کے بعد کہاں چلی گئیں، کوئی خیر خبر ہی نہیں۔

نوشین توسل...... فیصل آباد

............☆☆☆............

فرحت صغیر! شادی کی تیسری سالگرہ مبارک ہو، تم یونہی ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو، شادی کے بعد بھی تم بالکل نہیں بدلیں۔ حرا! کیا آپ گھر کا رستہ بھول گئیں؟ آنٹی اور اپیا کیسی ہیں؟ اور ہاں آپ کو منگنی بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نئے رشتے کی خوشیاں عطا کرے (آمین)

سنبل نقوی...... اوکاڑہ

............☆☆☆............

صالحہ آپی! دوستوں کے نام پیغام ایک اچھا سلسلہ ہے۔ اس کے اضافے سے ردا اور خوبصورت ہو گیا ہے۔ میں پہلی بار قلم اٹھا رہی ہوں اور اس کا سارا کریڈٹ اس سلسلے کو جاتا ہے چونکہ میں ردا بہت شوق سے پڑھتی ہوں جب سے یہ سلسلہ شروع ہے میرا بہت دل چاہ رہا تھا کہ میں اس میں لکھوا ہمت باندھ ہی لی۔

میں اپنی پیاری سی فرینڈ رابعہ کو یہ پیغام د چاہتی ہوں کہ تم میری بہت ہی عزیز ترین دوست اور ہمیشہ رہو گی اس لئے مجھ سے ناراض کم ہوا کرو۔ تم سے بات کیے بغیر نہیں رہ سکتی، سو پلیز ٹیل می۔

نویدہ ملک...... بہاولپ

............☆☆☆............

شازیہ مصطفیٰ اور سباس گل کو نیا جیون شرو کرنے کی میری جانب سے ڈھیر ساری دعائیں ا مبارکباد۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ دونوں کو شاد شدہ زندگی کی ہر راحت نصیب فرمائے اور پریشانیوا سے آپ دونوں کی حفاظت فرمائے (آمین) نیک دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ۔

سعدیہ عابد...... کراچ

............☆☆☆............

میری پیاری دوست نازیہ حبیب! ماہ مئی میر تمہاری سالگرہ ہے۔ میں تمہیں ردا کے توسط سے وِش کرتی ہوں So Happy Birthday

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور غم تمہیں چھو کر بھی نہ گزرے (آمین) سب کو مجھ سے یہی گلہ ہے کہ میں ہمیشہ وِش کرنا بھول جاتی ہوں ایسا نہیں ہے مجھے یاد ہوتا ہے پر......

عین وقت پر بھول جاتا ہے، میں کیا کروں۔

باقی تمام فرینڈز کو میری طرف سے ڈھیر سار سلام۔ نوشی، میں تم سے بہت ناراض ہوں۔

عفیفہ مریم...... وہاڑی

............☆☆☆............

www.pdfbooksfree.pk

# باتیں صحت کی

## چیری

پھلوں کا استعمال صحت کے لیے مفید ہے۔ روزمرہ زندگی میں پھلوں کے استعمال سے نہ صرف اچھی صحت حاصل ہوتی ہے بلکہ جسم بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ پاکستان کے رسیلے اور صحت بخش پھلوں میں چیری بھی شامل ہے۔ دنیا بھر میں پائے جانے والی چیری کی انواع کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ ان میں درج ذیل انواع قابل ذکر ہیں۔ جنگلی میٹھی چیری' ترش چیری' کالی چیری۔

چیری میں موجود شکریات میں گلوکوز اور فرکٹوز وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ چیری توانائی کے فوری حصول کا ذریعہ ہے۔ چیری کے موسم میں اگر کوئی شخص جسمانی یا ذہنی کام کی بدولت تھکاوٹ محسوس کر رہا ہو تو چند عدد چیری اسے تازگی بخش سکتی ہیں۔

## افادیت

دیگر پھلوں کی طرح چیری میں غذائی ریشے بھی پائے جاتے ہیں' جو نہ صرف ہمارے نظام ہضم کو فعال رکھتے ہیں بلکہ کھائی ہوئی غذا میں سے کولیسٹرول کو جذب کر کے اسے جسم سے باہر نکالنے میں مدد دیتے ہیں۔ قبض سے متاثرہ افراد انہی غذائی ریشوں کی مدد سے شفایاب ہو سکتے ہیں۔ چیری میں چکنائی کم مقدار میں ہوتی ہے اس لیے یہ غیر سیر شدہ فیٹی ایسڈز پر مشتمل ہے لہٰذا دل و شریان کے مریض اسے بلاخوف و خطر اپنی خوراک میں شامل کر سکتے ہیں' بلکہ اس کے مسلسل استعمال سے خون میں کولیسٹرول اور چکنائی کی مقدار میں کمی آ سکتی ہے۔ چیری میں پائے جانے والے لحمیات جسم کی نشوونما اور شکست و ریخت کو ٹھیک کرنے کیلئے کام آتے ہیں۔

اس کے علاوہ حیاتین الف جلد اور آنکھوں کی بینائی کیلئے ضروری ہے۔ حیاتین ج دانتوں' ہڈیوں اور جوڑوں کیلئے کارآمد ہے۔

## جوڑوں کے درد کیلئے مفید

چیری میں درد و سوجن ختم کرنے والے اجزا پائے جاتے ہیں جو جوڑوں کے مرض کیلئے مفید گردانے جاتے ہیں۔ بڑی آنت کے خلاف کام کرنے والے کیمیائی اجزا بھی چیری میں موجود ہوتے ہیں۔ چیری کے گودے میں میلاٹونن نامی کیمیائی شے بھی موجود ہوتی ہے جو بڑھاپے کے عمل میں سستی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یادداشت کی کمی کو روکنے اور اچھی نیند کیلئے مفید ہے۔

## دہی

دہی' دودھ کی ایک خمیر شدہ شکل ہے' جس میں ایسے بیکٹیریا پائے جاتے ہیں جو مفید صحت ثابت ہو سکتے ہیں۔ دہی میں کیلشیم' آیوڈین' فاسفورس' حیاتین ب 12 یا رائی بوفلیون اور پروٹین خوب ہوتا ہے۔

بیکٹیریا ہمارے جسم کے مدافعتی نظام کو استحکام بخشتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے ایک بیکٹیریا ایسا بھی ہے جو نمونیے سے مقابلے کی جسمانی صلاحیت کو بہتر بناتا ہے۔

گرمیوں میں دہی کا استعمال خاص طور پر بڑھ جاتا ہے اسے لسی کے طور پر زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆



ثریا اقبال

# کچن

## چکن لیمن بریانی

اجزاء:

چکن: 1 کلو
چاول: 1 کلو (بھگو دیں)
ادرک لہسن پیسٹ: 2 کھانے کا چمچ
پیاز: (باریک کٹی ہوئی): 3 عدد
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے): 6 عدد
ہری مرچ: 8 عدد
سفید زیرہ: 1 چائے کا چمچ
ہلدی: 1 چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر: 1 کھانے کا چمچ
گرم مصالحہ پاؤڈر: 1 کھانے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر: 2 کھانے کے چمچ
ثابت گرم مصالحہ: 2 کھانے کے چمچ
پودینہ: آدھی گٹھی
ہرا دھنیا: 1/2 گٹھی
زرد رنگ: ایک چٹکی
دودھ: 1/2 کپ
آئل: 1 کپ
لیموں: 1 عدد (کاٹ لیں)
کیوڑہ: چند قطرے
نمک: حسب ذائقہ

ترکیب: پین میں آئل گرم کر کے آدھا ثابت گرم مصالحہ کڑکڑائیں پھر اس میں پیاز فرائی کریں' اب ادرک لہسن پیسٹ' ہلدی اور زیرہ ڈال کر دو سے تین منٹ تک چمچ چلائیں پھر ٹماٹر شامل کر کے پکائیں۔ جب ٹماٹر اچھی طرح گل جائیں تو چکن' نمک' لال مرچ' دھنیا' گرم مصالحہ پاؤڈر' ہری مرچیں' ہرا دھنیا اور پودینہ ڈال دیں۔

پھر دہی اور لیموں ڈال کر درمیانی آنچ پر بارہ سے پندرہ منٹ تک پکائیں۔

چاولوں کو بقیہ ثابت گرم مصالحے کے ساتھ ایک کنی ابال کر چھان لیں۔

بڑے سائز کے پین میں چکن بچھائیں اور اس کے اوپر چاولوں کی تہہ لگا دیں۔

دودھ میں زردے کا رنگ اور کیوڑہ ملا کر چاول پر چھڑک دیں۔

اب ڈھک کر پندرہ سے بیس منٹ کے لیے گرم توے پر رکھ کر ہلکی آنچ پر دم دیں۔ تیار ہونے پر رائتہ اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

## دالچہ

اجزاء:

دال مونگ: 50 گرام
دال مسور: 50 گرام



www.pdfbooksfree.pk

دال چنا: 50 گرام
ہری مرچ: 20 گرام
املی کا پانی: 25 گرام
پیاز: 100 گرام
آئل: 12 گرام
سرخ مرچ: 2 کھانے کے چمچ
زیرہ: 2 کھانے کے چمچ
دھنیا پاؤڈر: 2 کھانے کے چمچ
ادرک پیسٹ: 1 کھانے کا چمچ
لہسن پیسٹ: 1 چائے کا چمچ
ثابت گرم مصالحہ: 1 چائے کا چمچ
کڑی پتہ: 8عدد
لوکی (چھیل کر کاٹ لیں): 1/2 کلو
نمک: حسب ذائقہ

ترکیب: تینوں دالوں کو ہلدی ڈال کر ابال لیں۔ دالوں کو ٹھنڈا ہونے پر بلینڈ کر لیں۔ تیل گرم کر کے کڑی پتا کڑکڑائیں اور پیاز فرائی کریں۔ پھر لہسن، ادرک پیسٹ، سرخ مرچ، زیرہ، دھنیا پاؤڈر، نمک، ثابت گرم مصالحہ اور ہری مرچ ڈال کر بھونیں۔
اب لوکی اور دالیں ڈال کر پکائیں۔ لوکی گل جائے تو املی کا پانی شامل کریں اور چولہے سے اتار لیں۔ تیار ہونے پر ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

## سرخ مرچ کی چٹنی

اجزاء:
سفید زیرہ: 2 چائے کے چمچ
لہسن: 8 بڑے چمچ
کوکنگ آئل: 4 چائے کے چمچ
نمک: آدھا چائے کا چمچ
ثابت مرچ: 20عدد

ترکیب: تمام اجزاء کو سل پر کوٹ لیں اور فرائی پین میں ڈال کر بھون لیں لیکن آنچ ہلکی رہے۔ جب تیل اوپر آ جائے تو چولہا بند کریں۔ سرخ مرچ کی چٹنی تیار ہے۔

## سبزیوں اور لہسن والی مرغی

اجزاء:
مرغی (بغیر ہڈی): 300 گرام
شملہ مرچ: 1عدد
گاجر: 1عدد
بند گوبھی: 1/4
ہری مرچیں: 4عدد
لہسن: 12جوے
ہرا دھنیا: 1/4 گڈی
ہری پیاز: 2عدد
کٹی ہوئی کالی مرچ: 1 کھانے کا چمچ
چلی گارلک ساس: 4 کھانے کے چمچ
وارچسٹر شائر ساس: 2 کھانے کے چمچ
کارن فلور (پانی میں گھلا ہوا): 2 کھانے کے چمچ
پانی: 1 پیالی
نمک: حسب ذائقہ
تیل: 4 کھانے کے چمچ

ترکیب: مرغی، تمام سبزیوں اور لہسن کو چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے لہسن سنہری کریں اور مرغی کے ٹکڑے اس میں شامل کر دیں۔ جب مرغی کا رنگ تبدیل ہو جائے تو سبزیاں



شامل کریں۔ چند منٹ پکانے کے بعد تمام مصالحے اور ساس شامل کر دیں۔
5 منٹ پکانے کے بعد پانی شامل کریں۔ جب پانی ابلنے لگے تو کارن فلور شامل کر کے تیز آنچ پر 5 منٹ تک بھونیں۔ مزیدار سبزی اور لہسن والی مرغی تیار ہے۔

## پوری اور کچوری

اجزاء:
میدہ: 1/2 کلو
آٹا: 1 پاؤ
گھی (میدے میں ملانے کے لیے):
آدھا پاؤ
میٹھا سوڈا: آدھا تولہ

ترکیب: میدہ اور آٹا ملا لیں اور اس میں سوڈا اور نمک کی آدھی چمچی ڈال دیں اور گھی ڈال کر خوب دونوں ہاتھوں سے ملائیں پھر اس کو گوندھ لیں۔ روٹی کے آٹے سے سخت رکھیں۔ اب اس کے چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا لیں اور بیل کر گول گول پوریاں بنا لیں۔ اب ایک کڑاہی میں بہت سا گھی ڈال لیں۔ تھوڑا گھی ہوگا تو پوری پھولے گی نہیں۔ اب اس میں ایک پوری ڈال کر تل لیں۔ پوری ڈالتے وقت خیال رہے کہ پوری کڑاہی کے کنارے سے لگا کر ڈالیں نہیں تو سکڑ جائے گی اور چھننے سے فوراً ہلاتے جائیے اور اس کے اوپر گھی ڈالتے جائیں تاکہ وہ پھول جائے۔
کچوری: کچوری اور پوری کیلئے ایک سا میدہ تیار کرنا چاہیے لیکن کچوری کے اندر دال پیس کر یا آلو پیس کر تھوڑے سے ڈال دیں اور دو پیڑے ملا کر کنارے اس طرح بند کریں کہ معلوم نہ ہو اور نہ ہی تلتے وقت کھل سکیں۔ پھر ان کو بھی پوری کی طرح تل لیں۔

## انڈوں کی پڈنگ

اجزاء:
انڈے: 3عدد
دودھ: آدھا کلو
چینی: آدھا پاؤ یا حسب ذائقہ

ترکیب: انڈوں کی سفیدی اور زردی علیحدہ علیحدہ خوب پھینٹ لیں۔ سفیدی بالکل جھاگ بن جائے تو اس میں چینی ملا کر پھینٹ لیں۔ اب اس میں زردی بھی شامل کر لیں اور تھوڑا تھوڑا سا دودھ بھی شامل کرتے جائیں۔ جب سب کچھ پھینٹ پھینٹ کر ایک سا ہو جائے تو ایک کھلے منہ کا برتن لیں اور اس میں چینی ایک چائے کی چمچی کے برابر ڈال کر اسے چولہے پر رکھیں۔ جب چینی پگھل کر براؤن ہو جائے تو اسے برتن کے پیندے میں پھیلا دیں۔ اب اس پر تیار شدہ انڈے اور دودھ ڈال دیں۔ اس کا منہ ڈھکن سے بند کر دیں اور اس پر وزن رکھ دیں۔ اب ایک کھلے منہ کی دیگچی میں پانی ڈالیں اور چولہے پر چڑھا دیں۔ تیار شدہ برتن وزن سمیت اس میں رکھ دیں اور نصف گھنٹہ تک پکنے دیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد ڈھکن اتار کر دیکھیں پڈنگ تیار ہو گی۔ اگر اس کے جمنے میں کچھ فرق ہو تو چند منٹ اور پکائیں۔ پھر اسی طرح اتار کر ٹھنڈے ہونے کے لئے رکھ دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر کسی ڈش میں پورا کا پورا ڈبہ الٹ لیں اور اس پر اگر پسند کریں تو مالٹے کی پھانکوں کو چھیل کر اور کیلے کی گول گول قتلیاں کاٹ کر سجا دیں۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

شہلا مشائق

# سنگھار

## سیاہ حلقے

خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا ہونا ہے۔ اس کی وجہ سے خواتین بہت پریشان رہتی ہیں۔ خواتین میک اپ سے حلقوں کو چھپانے کی کوشش کرتی ہیں۔ سیاہ حلقوں کی بہت سی وجوہات ہیں جن پر قابو پانے سے یہ حلقے کم ہو سکتے ہیں۔

## پانی کی کمی

سیاہ حلقوں کی وجوہات میں سے ایک وجہ پانی کا کم استعمال بھی ہے۔ اگر ہم پانی کا استعمال زیادہ سے زیادہ کریں تو نہ صرف حلقوں میں کمی آئے گی بلکہ چہرہ بھی نکھرا نکھرا رہے گا۔ نہار منہ پانی پینے سے جلد بہت اجلی اجلی رہتی ہے اور صحت بھی اچھی ہوتی ہے۔

## نیند کی کمی

نیند کی کمی جو کہ آج کل کا ماحول بن گیا ہے کہ رات کو دیر سے سونا یہ اس کی بہت اہم وجہ ہے۔ اگر وقت پر سوئیں اور اپنی نیند پوری کریں تو ہم کافی حد تک کامیاب رہ سکتے ہیں۔ تقریباً 7 سے 8 گھنٹے کی بھرپور نیند لیں۔

## ذہنی دباؤ

جب نیند پوری نہیں ہوتی تو ذہن پر دباؤ بڑھتا ہے، ذہنی ٹینشن بھی حلقوں کی ایک بنیادی وجہ ہے، ذہن کو ریلیکس رکھیں۔ ذہنی انتشار سے بچیں تو ان سیاہ حلقوں سے بچاؤ کافی حد تک ممکن ہے۔

## دھوپ سے بچیے

کوشش کریں کہ دھوپ میں کم نکلیں، اگر نکلنا ضروری ہے تو سن اسکرین استعمال کریں۔

## اچھی غذا کا استعمال

اپنی غذا پر خاص توجہ دیں۔ صحت بخش غذا کا استعمال کریں۔ سبزیاں اور پھلوں کا استعمال زیادہ کریں۔ نمک کم استعمال کریں۔ گاجر کا استعمال زیادہ کریں۔ یہ عنصر بصارت کیلئے انتہائی مفید ہے۔ اس سے عضلات کو تقویت ملتی ہے۔

## آنکھوں کی حفاظت

تھوڑی دیر آنکھیں بند کر کے کھیرے کے ٹکڑے رکھیں، یہ آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس پہنچاتے ہیں۔ کھیرے کے علاوہ آلو بھی استعمال کر سکتی ہیں۔ اس عمل سے آنکھوں کی تھکن دور ہو جاتی ہے اور آنکھوں کے نیچے جلد میں دوران خون کو بہتر بناتا ہے۔

سیاہ حلقوں کو دور کرنے کیلئے اگر شروع سے ہی توجہ دی جائے تو یہ مستقل جگہ نہیں بنا پاتے، اس لئے ہم روزمرہ کی روٹین لائف میں احتیاط کریں تو اس مسئلے پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ بہترین غذا اور پوری نیند کے ذریعے اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔ رات کو دیر تک جاگنے سے بھی آنکھیں تھکن کا شکار ہوتی ہیں جس کا نتیجہ حلقوں کی صورت میں واضح نظر آتا ہے۔

☆☆☆


www.pdfbooksfree.pk